سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

اقبال نامۂ جہانگیری

تصنیف

میرزا محمد عرف معتمد خاں بخشی

ترجمۂ

مولوی ابوالولا محمد زکریا صاحب مائل

سنہ ۱۳۴۶ھ م سنہ ۱۳۳۷ف م سنہ ۱۹۲۸ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین اقبالنامۂ جہانگیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقبال نامہ جہانگیری

سلطنت و فرمانروائی اور خلافت کے لائق وہ بلند اقبال ہے جس کی مرادیں خدا کی رحمت و مدد سے پوری ہوتی رہیں جو اپنی دولت سے عدل و انصاف کو قوت پہونچائے اور اللہ کی عطیۂ عقل و برکت کی روشنی سے دنیا کو پرنور کرے۔ جس کی تلوار سے گمرہی اور بیدینی کا زنگ دور ہو، جو اپنے ابر کرم کے چھینٹوں سے بے آب و رنگ دنیا کی افسردگی کو طراوت و تازگی سے بدل دے۔ جس کی بدولت دین و دولت کے چشمہ سے ناکام اور عاجز لوگ تر زبان اور سیراب رہیں، اور اس کے فیضِ عدل سے سارا ملک رشکِ جنت ہو جائے۔ اس کی سیاست اور بیدار مغزی سے فتنہ و فساد کی جڑ کٹ جائے اور کارخانۂ عالم مہذب اور انتظام کائنات باقاعدہ رہے۔

چونکہ یہ قابلیت اور خوبیاں حضرت شاہنشاہ نور الدین محمد جہانگیر کو حاصل تھیں اس لئے حضور محتشم الیہ نے بتاریخ گیارہ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ ایک ہزار چودہ ہجری پنجشنبہ کے دن نجومیوں کے مشورہ سے نیک ساعت اور مبارک وقت دیکھکر قلعۂ دار الخلافت اکبرآباد میں تخت سلطنت کو رونق بخشی، نام نامی کا خطبہ پڑھا گیا، دولت و اقبال کے سکہ پر اسم مبارک نقش ہوا، خطیب کی زبان سے القاب شاہی ادا ہوتے ہی ڈھیروں زر و گوہر نچھاور کر دیا گیا، حاجت مندوں نے مدعائے دل پایا آرزو والوں کی آرزوئیں پوری ہوئیں۔ اشرفیوں اور روپیوں کے چہرے نئے اور تازہ نقوش سے چمکنے لگے، فرمانوں پر خطاب ابو المظفر نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی ثبت ہوا۔

ارکانِ دولت اور امرائے سلطنت جن کو حضوری کی خصوصیت تھی یا افسرانِ سپاہ جو صوبہ جات میں جانفشانی و خیر خواہی سے بادشاہی خدمات انجام دے چکے تھے اپنی اپنی لیاقت کے موافق رتبہ اور منصب پاکر ممتاز و سرخ رو ہوئے، لوگوں کی پیشانیاں اس گرانقدر عنایت کے تشکر میں چمک اٹھیں، زبانوں سے صدائے تہنیت بلند ہوئی، ارشاد ہوا کہ پدر بزرگوار خاقان گیتی ستاں کو الفاظ "عرش آشیانی" سے یاد کریں۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی جہاں کہیں لفظ "عرش آشیانی" لکھا ہوگا اس سے جہاں پناہ ہی مراد ہوں گے

جن لوگوں نے جلوس مبارک کے دن بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں سے عزت پائی اون کی تفصیل یہ ہے: شریف پسر خواجہ عبدالصمد شیریں قلم، جس کو حضرت عرش آشیانی نے برہانپور سے نصیحت و ہدایت کیلئے حضرت شاہنشاہی کی خدمت میں بھیجا تھا اور اس نے بجائے اس کے بہکانے اور دھوکا دینے کی کوشش کی، جس زمانہ میں جہاں پناہ (جہانگیر) نے پدر عالیقدر کی خدمت میں آنا چاہا وہ اپنے ناشائستہ افعال کے وہم سے دہرنیہ کی گھاٹیوں میں پناہ گیر ہوا، اسوقت زمانہ کی مخالفت اور اپنی تباہ حالی کے مارے نیم جان ہو رہا تھا، یہ مژدہ جانبخش سنتے ہی گرتا پڑتا آستانۂ مبارک پر حاضر ہوا، اور "امیرالامرا" کے خطاب اور وکالت کے جلیل القدر منصب سے سربلندی پائی۔ مہر اشرف اوزک کو جواہر قیمتی سے آراستہ کر کے خود دست مبارک سے پہنائی۔۔۔ میرزا جان بیگ کو جو زمانہ شاہزادگی میں دیوان تھا "وزیرالممالک" کا خطاب عنایت ہوا اور میرزا غیاث بیگ کے ساتھ خدمت دیوانی میں شریک ہو کر کام کرنے کا حکم دیا گیا۔

میرزا غیاث بیگ نے جو پہلے ہفت صدی تھا اعتماد الدولہ کے خطاب اور ہزار و پانصدی منصب سے سرفرازی پائی، شیخ فرید بخاری کو پنجہزاری ذات و سوار کا منصب عنایت کر کے میر بخشی کے عہدہ پر مقرر فرمایا۔

شیخ فرید سادات موسوی سے ہیں اور بچپن سے حضرت عرش آشیانی (انار اللہ برہانہ) کی خدمت میں رہ کر ترقی و امتیاز کا فخر حاصل کرتے رہتے ہیں، اسوقت اگرچہ بخشی کے عہدہ پر تھے لیکن کام وزارت کا کرتے تھے۔ کئی سال تک دفتر تن جس کی نگرانی خدمت دیوانی کے لئے لازمی ہے دیوان کی نالائقی کی وجہ سے اپنے زیر اثر رکھا اور اس کی جاگیر کے محال سے ملازموں کی تنخواہیں ادا کرتے رہے۔

شیخ کا ظاہر و باطن نہایت آراستہ تھا۔ بزرگی و دولت کو ان سے عزت ملی، وہ اپنی عظمت و تونگری کو عزت نہ سبب سمجھتے تھے۔ مرد بہادر و فیاض تھے اور طبعاً نیک مزاج، ان کا در فیض خلق خدا کیلئے کھلا رہتا تھا جو ان کے پاس پہونچ جاتا ناکام نہ پھرتا۔ ان سے آغاز سلطنت ہی میں ایسی خدمات ظاہر ہوئیں جو بنائے حکومت کی مضبوطی کا باعث ہوگئیں جیسا کہ عنقریب حسب موقع گزارش ہوگا۔

راجہ مان سنگھ کو بیشمار مہربانیوں سے خصوصیت بخشی گئی، چارقب، شمشیر مرصع اور اسپ خاصہ کے ساتھ خلعت فاخرہ مرحمت کیا گیا اور "بنگالہ" کی صوبہ داری پر روانگی کا پروانہ ملا۔

خان اعظم میرزا عزیز کوکلتاش کو نوازش و عنایات شاہانہ سے سرفراز فرما کر حضور میں رہنے کی عزت عطا ہوئی۔ زمانہ بیگ پسر غیور بیگ کابلی "مہابت خاں" کے خطاب سے معزز ہوا۔ شیخ قطب الدین فتحپوری دختر زادہ شیخ سلیم فتحپوری کوکلتاش اعلیحضرت کو "قطب الدینخاں" خطاب ملا۔ اور شیخ حسین پسر شیخ مینا "مقرب خاں" کے نام سے مخاطب ہوا۔

میرزا جعفر مخاطب بہ آصف خاں صوبہ بہار سے آکر آستان بوس ہوا یہ شخص میرزا بدیع الزماں بن آقا ملا کا بیٹا مشہور ہے، ابتدائے شباب میں عراق سے ہندوستان آیا اور اپنے چچا میرزا غیاث الدین علی آصف خاں کے ذریعہ سے رسائی پیدا کی، حضرت عرش آشیانی نے "بیستی و داخلی" منصب عنایت فرمایا اس پر راضی نہ ہوا، اور درگاہ اقدس کی آمد و رفت اور ملازمت ترک کر دی، یہ شعر ہر چند اس کا کہا ہوا نہیں ہے لیکن اس مقام کے مناسب ہے اسلئے درج کیا جاتا ہے

من و داخلی اگہی بیستی کہ با در بینادم این نیستی

مختصر یہ کہ اس کا استعفا دینا خاطر اقدس کو گراں گزرا، اسی تباہ حالی میں اس کو بنگالہ جانیکا حکم ہوا، جب یہ دار الخلافت اکبرآباد پہونچا تو مولانا قاسم کاہی سے بھی ملا، مولانا نے پوچھا تو اے جوان کون ہے کہاں سے آتا ہے اور کہاں جائیگا" میرزا نے مجملاً اپنا حال بیان کیا اور کہا "حکم اشرف کی بنا پر بنگالہ جا رہا ہوں"۔ اتفاقاً ان دنوں بنگالہ کی آب و ہوا بے حد مسموم تھی جس کو گنہگار کرنا ہوتا اس کو بنگالہ بھیجدیتے تھے (میرے ساتھ بھی یہی کیا گیا) چنانچہ ظن غالب یہی ہے کہ اب زندہ نہ لوٹوں۔ ملا قاسم نے کہا تو اچھا جوان ہے مجھے تیرے بنگالہ جانے سے افسوس ہوتا ہے" اس نے کہا میرا کوئی اختیار نہیں، خدا پر توکل کرکے جاتا ہوں جو قسمت میں ہے ہو رہیگا۔ ملا نے کہا ہرگز خدا پر بھروسہ نہ کر یہ وہی خدا ہے

جس نے دشت کربلا میں پیغمبر کے جگر گوشوں کو شہید کر دیا"۔

اس طرح کی چند مزاح آمیز باتیں کر کے جعفر بیگ بنگالہ پہونچا تو خانجہاں حاکم بنگالہ بیمار تھا، چند روز کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بجائے مظفر خاں مقرر ہوا۔ معصوم کابلی کی شورش اور قاقشالوں کی بغاوت بھی اُسی زمانہ میں رونما ہوئی۔ اس میں مظفر خاں بھی شہید ہو گیا۔ اس بغاوت میں میرزا جعفر بیگ خواجہ شمس الدین محمد خافی اور اکثر بندگان درگاہ مخالفوں کے موافق ہو گئے، پھر یہ لوگ یہاں سے نادم و شرمندہ ہو کر فتحپور میں آستانہ دولت پر حاضری کی بدولت دوبارہ خیر خواہی و اخلاص کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔

میرزا جعفر کو چونکہ ذلت و ناکامی کا داغ دیکر درگاہ سے دور کر دیا گیا تھا، باوجود اس کے وہ توفیق و نیک بختی کی مدد سے حاضر بارگاہ ہوا اس لئے یہ بات خاطر حق شناس کو پسند آئی۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں خطاب "آصف خاں" اور منصب میر بخشی عطا کر کے رفتہ رفتہ وزارت کے عہدۂ جلیلہ پر سرفرازی بخشی۔

بے مبالغہ آصف خاں نے خدمت دیوانی نہایت عمدگی سے انجام دی درحقیقت آصف خاں پاک نفس جوان تھا اور اس کا ظاہر و باطن ایک تھا، فہم بالغ اور فطرت بلند اس کو قدرت سے ودیعت تھی، یہ قول اسی کا ہے کہ "میں جو کچھ فوراً نہیں سمجھ سکتا اس کو مہمل و بے معنی جانتا ہوں"۔ شعر اچھے کہتا تھا نثر بھی خوب لکھتا تھا، علم تاریخ سے واقف تھا، اس نے ایک مثنوی خسرو شیریں کی بحر میں کہی تھی جس میں اچھے اچھے اشعار ہیں، اس کے چند شعر لکھے جاتے ہیں[۱]

زنو شیں جام شب در چشم ساقی اثر از مے چو مے در شیشہ باقی

سلاحِ جنگ در دستش خیاں چیست کہ گوئی ہمچو شیر از پنجہ اش رست

---

[۱] یہ چند شعر اور اس کے واردات طبع کا نتیجہ ہیں۔

شہر گنجائش غمہائے دل ما چو نداشت آفریدند برائے دل ما صحرا را

رسید و مضطربم کرد و آنقدر ننشست کہ آشنائے دل خود کنم تسلی را

جعفر رہ کوی یار دانست مشکل کہ دگر ز پا نشیند

ز شوقِ آنچہ آنجا دید فرہاد — مرا ایں جا قلم از دست افتاد
دو کس را در بیابانِ خطرناک — ز بے آبی فتاد اندر جگر چاک
چو دستِ سعی کوتہ شد ز چارہ — نفسہا اوفتاد اندر شمارہ
مسیحِ بحر و ملاحِ بیاباں — امانت دارِ گنجِ آبِ حیواں
لبالب کوزہ صافی ز ہر دُرد — بہ نزدیک لبِ ہر یک چو آورد
سوئے آں یارِ دیگر کرد اشارت — چنیں تا زندگی شاں شد بغارت
بہ بالین گاہِ شاں خضر ایستادہ — بجد ہمسری انصاف دادہ
بمرگ از زندگی صد بار خوشتر — خجل از کردۂ خود با سکندر
نہاد آئینۂ دل در برابر — از و نسخہ گرفت از عکس دلبر

رانا کے استیصال کیلئے شاہزادہ پرویز کی روانگی

چونکہ حضرت عرش آشیانی کے عہد سلطنت میں پوری توجہ کے باوجود رانا کی مہم سر نہ ہو سکی تھی آخر زمانہ حکومت میں شہزادہ ولیعہد بہادر کو بھاری لشکر کے ساتھ اجازت رخصت عنایت ہوئی وہ اس طرف متوجہ نہ ہوئے اور بے رضامندی اقدس الہ آباد روانہ ہو گئے اور اس طرح رانا کی سرکوبی ملتوی رہی۔ جب تخت خلافت پر اعلیٰ حضرت رونق افروز ہوئے تو یہ امر دشوار تمام مقاصد پر مقدم رکھا گیا۔ اور شاہزادہ پرویز کو ایک عظیم الشان توپخانہ اور گرانقدر لشکر کے ساتھ اس مہم پر روانگی کا حکم ملا آصف خاں کو اس موقع کے لئے اتالیقی کی عزت عطا ہوئی لیکن دیوان تقدیر میں اس عقدہ کا حل صاحبقران شاہجہاں بادشاہ غازی کے نام پر لکھا ہوا تھا، اس مرتبہ بھی کچھ نہ چلی۔ سلطان پرویز دارالسلطنت لاہور میں ناکام و نامراد والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انشاءاللہ یہ بیان اپنی جگہ تفصیل سے لکھا جائے گا۔ اس اتنا میں محمد قلیچ خاں صوبہ گجرات کی حکومت پر دلاور خاں افغان لاہور کی حکومت پر اور وزیر خاں بدایونی بنگالہ کی ولایت پر مقرر ہوئے اور اس صوبہ کی تنقیح جمع کی خدمت بھی وزیر خاں ہی کے سپرد ہوئی۔

سال اول جلوس جہانگیری خسرو کا اکبر آباد سے پنجاب بھاگنا اور اعلیٰ حضرت کا اس کے تعاقب میں جانا

ماہ ذی قعدہ کی گیارھویں تاریخ کو نوروز کے وقت جلوس مبارک کا پہلا سال برکت وسعادت کو اپنے دامن میں لئے رونما ہوا، مردہ دلوں کی افسردگی دور ہوئی بازارِ نشاط گرم ہوا۔

درخت غنچہ برآورد و بلبلان مستند | جہاں جواں شد و یاران بعیش بنشستند
بساط سبزہ لگدکوب شد بپائے نشاط | زبسکہ عارف و عامی برقص برجستند

حضرت عرش آشیانی کے دستور کے مطابق دولتخانہ کو گراں بہا پردوں اور انواع و اقسام کی آرائشوں سے زینت دیکر جشنِ شاہانہ ترتیب دیا گیا۔ آفتاب کے برج حمل میں آنے تک روزانہ سرداروں اور امیروں میں باری باری سے ہر ایک کے گھر بزم نشاط آراستہ ہوتی تھی اور نثار و پیشکش کی رسمیں ادا کیجاتی تھیں۔

اس سال کے واقعات میں شہزادۂ خسرو کا پدر والاقدر کی سعادت خدمت سے محروم ہو کر فرار ہونا خصوصیت سے اہم ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب خسرو کا دماغ موہوم بادشاہی کے خبط اور خوشامدیوں کی مکارانہ خوشامدوں اور سازشوں سے پریشان ہوا تو وہ باپ کی خدمت سے منھ چھپانے اور بے چین رہنے لگا۔ اعلیٰ حضرت شفقت و مہربانی ظاہر کر کے جتنی اوس کی دلجوئی فرماتے تھے اتنی ہی اس کی تشویش بڑھتی جاتی تھی، آخر اسی وحشت و اضطراب کے عالم میں بتاریخ بیس ذی الحج شب یکشنبہ ایک ساعت نجومی گزرنے کے بعد اپنے چند محرم راز و معتمد آدمیوں کے ساتھ قلعۂ اکبر آباد سے نکلا۔ اس کے روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد امیرالامرا کو اطلاع ہوئی اور وہ دوڑے ہوئے حضرت کی خدمت میں آئے اور یہ وحشتناک خبر عرض کی، پہلے اعلیحضرت کی رائے ہوی کہ شہزادہ جواں بخت سلطان خرم کو اس گمراہ کے تعاقب میں بھیجیں، گر امیرالامرا نے التماس کی کہ "مصلحت یہ ہے کہ بندہ کو اس خدمت کی اجازت دیجائے"، حکم ہوا کہ بہتر ہے مگر منظور اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی تھی کہ خدا کی طرف سے حضرت اقدس و اعلیٰ کے دل میں آئی کہ شہزادہ خرم کو

اپنا نائب مقرر کر کے اعتماد الدولہ کو ان کے پاس چھوڑیں اور خود بنفس نفیس تعاقب فرمائیں۔

اس عزم صائب کے ساتھ شیخ فرید میر بخشی کو مع اکثر منصبداروں اور امرائے دولت کے جو سعادتِ حضور سے مشرف تھے فوری روانگی کا حکم دیکر بطور لشکر مقدمہ رخصت فرمایا اور بے لحاظ ساعت نحس و مسعود آخر شب کو خود بھی روانہ ہو گئے۔ راستہ میں شہر کی آبادی میں میرزا حسن پسر مرزا شاہرخ کو جو بغاوت میں خسرو کا رفیق تھا اور یہاں حیران و سرگشتہ پھر رہا تھا گرفتار کر لیا اور اس سے مبارک شگون لیکر اس کو باقاعدہ قید میں رکھنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد اہتمام خاں کوتوال کو قراولی و خبرگیری کا حکم ہوا، اسی اثنا میں حسن بیگ بدخشی جو حکم اشرف کی بنا پر کابل سے آرہا تھا نواح متھرا میں خسرو سے دوچار ہوا، خسرو نے اُسے کچھ ایسے سبز باغ دکھائے کہ وہ بھی گمراہ ہو گیا اور خود کو کلیتہً خسرو کے اختیار میں دیکر "خان بابا" کہنے اور اس کی رفاقت کا دم بھرنے لگا، اس کا سبب یہ تھا کہ حسن بیگ حضرت شاہنشاہ کی طرف سے مطمئن نہ تھا اور اپنی اس ناگہانی طلبی کو خطرہ اور بے التفاتی کا پیش خیمہ سمجھتا تھا۔ حالانکہ اصل میں بدخشیوں کی سرشت خود شورش و فساد سے مرکب ہے۔

غرض حسن بیگ خسرو کے ساتھ ہو گیا اور اس کے ساتھ تین سو بدخشی جوان اور اس کے شریکِ بغاوت ہوئے راستے میں مسافروں اور سوداگروں میں سے جس کو پاتا اس کو لوٹ لیتا اور سرایوں میں آگ لگا دیتا۔ خاص کر اصطبل شاہی اور سوداگری کے گھوڑے جہاں نظر آتے ان پر قابض ہو کر اپنے ساتھیونکو تقسیم کر دیتا۔ اور اس طرح اپنے پیادہ سپاہیوں کو سوار بنا کر آگے بڑھتا۔

دلاور خاں جو لاہور جا رہا تھا، اُس نے پانی پت میں خسرو کی خبر سنکر اپنے بیٹوں کو جلدی سے دریائے جمن سے پار اتارا کہ جس طرح ہو سکے بعجلت تمام خسرو سے پہلے قلعہ لاہور میں پہنچکر قلعہ، برج، فصیل وغیرہ کا استحکام کرے۔ اسی حالت میں عبدالرحیم دیوان لاہور سے ملاقات ہوئی جو حسب فرمان اقدس عازم درگاہ تھا۔ دلاور خاں نے خسرو کے فرار ہونے اور بغاوت کرنے کا حال بیان کیا مگر اُسے توفیق نہ ہوئی کہ اپنے فرزندوں کو دریا سے عبور کرا کے دلاور خاں کا ساتھ دے، ناچار دلاور خاں تنہا تیز روی کے ساتھ لاہور روانہ ہوا۔

عبدالرحیم کے دل میں بدی آچکی تھی وہ دلاور خاں سے پہلے کوشش کر کے

خسرو سے جا ملا، خسرو نے بڑی خوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور "ملک الوزرا" خطاب دیکر اپنا دیوان مقرر کیا۔ اب یہ لوگ جتنی جلدی ہو سکا لاہور روانہ ہوئے۔

شیخ فرید ان کے تعاقب میں مصروف تھے مگر امیر الامرا اور مہابت خاں شیخ کے ساتھ خصومت کی وجہ سے اس کے خلاف شکایتیں کرتے تھے کہ شیخ فرید دیدہ و دانستہ خسرو کو آگے رہنے دیتا ہے اور اس کے گرفتار کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ورنہ جب چاہے اس کو پکڑ کے کام تمام کر سکتا ہے، اعلیٰ حضرت پر ان شکایتوں کا اتنا اثر ہوا کہ مہابت خاں کو شیخ کے پاس بھیجکر اس بارہ میں سخت تہدیدی حکم بھیجا۔ مگر شیخ ان چالوں کو سمجھتے تھے ذرا اپنی جگہ سے نہ ہلے اور اخلاص و خیر خواہی کے جوش میں اپنی مصلحت کے مطابق عمل کرتے اور مناسب جواب دیتے رہے۔

ادھر دلاور خاں لاہور پہنچ کر میرزا حسین دیوان اور نور الدین قلی کوتوال کے اتفاق سے قلعہ پر توپیں چڑھا کر برج و فصیل کے استحکام سے مطمئن ہو گیا، خسرو لاہور پہنچا اور یہ دروازہ اپنے لئے مسدود دیکھا تو محاصرہ کی تیاری، فراہمی لشکر کے سامان اور دوسرے اسباب بغاوت مہیا کرنے میں مصروف ہوا، اندرون و بیرون قلعہ آتش قتال بھڑکنے لگی، خسرو نے محاصرہ کے چند دنوں میں تقریباً دس بارہ ہزار سوار فراہم کر لئے۔ مگر جب اطلاع ملی کہ شیخ فرید عساکر منصور کے ساتھ دریائے سلطانپور کے اطراف میں پہنچ گیا ہے اور حضرت شاہنشاہی بھی مقدمۃ لشکر کی مدد پر متعاقب چلے آرہے ہیں اتنی جلدی قلعہ کی تسخیر محال معلوم ہوتی ہے

میر جمال الدین کے ذریعہ سے فہمایش کی کوشش

تو ناچار محاصرہ سے دست کش ہو کر عساکر شاہی کے مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ میر جمال الدین انجو جو خسرو کو سمجھانے کیلئے درگاہ سے آیا تھا شہر کے بیرونی حصہ میں ملا ہر چند اس نے بہترین نصیحتیں کیں اور راہ ہدایت پر لانا چاہا تجبر و غرور کی وجہ سے خسرو پر اثر نہ ہوا اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، خسرو نے میر مذکور کو اسی شب سے واپسی کی اجازت دی اور صبح کو جو حقیقت میں اس کے حق میں شام ادبار تھی خود بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا اتفاقاً اس رات کو بہت بارش ہوئی تھی فتنہ جو بد معاشوں کی ایک جماعت جو اس کے پاس فراہم ہو گئی تھی چونکہ اپنے ساتھ کوئی خیمہ نہ رکھتی تھی اطراف و نواح کے دیہات میں آکر ظلم و زبردستی سے رعایا کی عورتوں اور بیٹیوں کو گھر سے نکالنے اور خود کو ہمیشہ کے لئے مطعون

و مردو ہٹانے لگی۔ اور صبح کو اسی حال میں سوار ہو کر اپنے پشت و پناہ کے پاس پہنچ گئی۔
آخر جون کو شیخ فرید دریائے بیاہ کے کنارے خسرو کے آنے کی خبر سنکر کشتی و پل کا خیال کئے
بغیر خدا پر بھروسہ کئے عبور دریا پر آمادہ ہوئے اور باقبال شاہنشاہی تمام فوج کے ساتھ پار ہو گئے
اُس پار میر جمال الدین حسین انجو پہلے سے آ چکا تھا اس نے خسرو کی فوج بہت بتا کر خائف کرنا
چاہا، میر کی یہ بات جس سے ہمراہیوں کے تردد کا اندیشہ تھا شیخ کو ناپسند ہوی اور جواب سخت

بادشاہی فوج سے تصادم

دیکر میر کو رخصت کر دیا، اور خود اپنی ایک جمعیت کے ساتھ چلتہ ہنگر متعدد
کارزار ہوا یہاں یہ تیاری ہو ہی رہی تھی کہ فوج مخالف نمودار ہوی
اور فریقین میں بڑے زور و شور سے جنگ ہونے لگی، سادات بارہہ
نے جو لشکر شاہی کے ہراول تھے خوب داد جرأت و مردانگی دی، بہت سے مخالفوں کو تلوار
سے گھاٹ اتارا اور خود زخم کاری اٹھائے، منجملہ اُن کے سید جلال الدین وغیرہ ساٹھ نفر سادات
جانستان زخموں سے دین و دنیا میں سرخرو ہوئے۔ اس وقت سید کمال بخاری نے
جو ہراول اور سردار فوج کے درمیان تھے اپنے بھائیوں کے ساتھ فوج ہراول کی کمک کو
پہنچ کر حق نمک ادا کیا، فوج میمنہ کے بہادروں نے بھی گھوڑے بڑھا کر اقبال بادشاہی کی
مدد سے بہت سے مخالفوں کو صاف کر دیا، اکثر باغی مقابلہ کی تاب نہ لاکر روبفرار ہوئے
اور تقریباً چارسو سوار قبائل بدخشاں کے تیغ انتقام کی نذر ہو کر گھوڑوں کے سموں سے

خسرو کی ناکامی اور فرار

پامال ہوئے۔ خسرو حسن بیگ کے ساتھ فرار ہو کر ناکام و بدنام ہوا، شیخ
فرید کے حسن انتظام سے میدان قتال میں فاتحانہ مسرتوں کے نعرے
بلند ہوئے، خسرو کا صندوقچہ جواہر جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا
اس کے سکھپال سواری کے ساتھ بہادران لشکر کے تصرف میں آیا، شیخ فرید نے اس کو حضرت
شاہنشاہی کی خدمت میں بھیجدیا، قریب شام خلافت پناہ کو مژدۂ فتح سنایا گیا۔ خلافت پناہ
یہ سن کر بعجلت تمام میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے اور چونکہ یہ معلوم نہ تھا کہ خسرو کس طرف
اور کہاں ہے اس لئے راجہ باسو کو جو کوہستان شمالی کے معتبر زمینداروں میں سے تھا روانہ
کیا کہ جہاں اس سرگشتہ و گمراہ کی اطلاع پائے فوراً گرفتار کرے۔
ادھر شیخ میدان جنگ سے ایک میدان راہ قبل ٹھہر گئے تھے، رات کی دو تین ساعتیں
گزرنے پر موکب مبارک لشکر منصور میں پہنچا، شیخ نے خیمہ سے نکل کر اسپ سواری کے سموں سے

آنکھیں ملیں، جہاں پناہ بھی گھوڑے سے اتر کر شیخ سے بغلگیر ہوئے اور ایسی عنایت و توجہ سے پیش آئے کہ شیخ کے خیال میں بھی نہ تھی، رات شیخ کے خیمہ میں گزار کر دن کو دار السلطنت لاہور کی طرف التفات فرمایا۔ چونکہ حرماں نصیب خسرو رزم گاہ سے نکل کر بحال تباہ سرگشتہ و آوارہ

شکست کے بعد کی تدبیریں

پھر رہا تھا اس لئے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے چند افغانوں نے جو بغاوت و سرکشی میں اس کے رفیق تھے رائے دی کہ دو آبہ اور ان پرگنات کو جو اس سمت واقع ہیں تاخت و تاراج کر کے اکبر آباد چلنا چاہئے اگر یہہ چال کچھ چل جائے تو فبہا ورنہ ولایت شرقیہ کی حدود میں نکل جانا چاہئے ممکن ہے کہ راجہ مان سنگھ سے بھی کچھ امداد ملے ایسی دور و دراز کی سیر و سیاحت میں بندگان حضرت میں اتنی تاب کہاں ہے کہ یہہ تمام رنج و محنت برداشت کر کے تمہاری طرف سے غافل نہ ہوں حسن بیگ نے کہا یہہ مشورہ غلط ہے تمہیں کابل جانا چاہئے کیونکہ وہاں گھوڑوں اور آدمیوں کی کمی نہیں ہے اور بالفعل میرا خزانہ قلعہ رہتاس میں موجود ہے حدود رہتاس میں پہنچتے ہی دس بارہ ہزار کار آزما سوار فراہم کرنا میرا کام ہوگا۔ اگر بادشاہ تعاقب کریں تو ہم جنگ پر آمادہ ہیں اور اگر یہہ حدود ہمیں کو بخشدیں تو کچھ دن زمانہ کی روش پر بسر کر کے فرصت و قدرت کے طالب رہیں گے تاکہ جو کچھ مقدر میں ہو ظاہر ہو جائے فردوس مکان بابر شاہ اور جنت آشیاں ہمایوں شاہ نے اسی کابل کی مدد سے ہندوستان فتح کیا جس کے پاس کابل ہو جتنے نوکر چاہے مہیا کر سکتا ہے اور باوجود اس کے ان کے پاس خزانہ نہ تھا میرے پاس رہتاس میں چار لاکھ روپیہ محفوظ ہے وہ نذر کرتا ہوں خسرو چونکہ عنان اختیار اس برگشتہ بخت کے قبضۂ اقتدار میں دے چکا تھا اس کے مشورہ کو صحیح اور قابل عمل سمجھا۔ یہ دیکھ کر افغان علیحدگی اختیار کر کے جانب ہندوستان روانہ ہوئے اور خسرو نے حسن بیگ کے ساتھ دریائے چناب سے گزر کر رہتاس پہونچنا چاہا مگر چونکہ اطراف ممالک میں فرمان پہنچ گئے تھے جاگیرداروں اور کروڑیوں کے گماشتے وغیرہ اپنے حدود سے خبردار رہیں اور جہاں کہیں اس کا پتہ چلے گرفتاری کی کوشش کریں اس لئے لامحالہ احتیاط و تاکید کا بہت لحاظ رکھا جاتا تھا۔

خسرو گرفتار ہوتا ہے

چنانچہ جب یہہ بغاوت پیشہ شاہپور کے راستہ پر پہنچے اور وہاں سے عبور کرنا چاہا تو ہر چند کوشش کی کشتی نہ ملی۔ مجبوراً سودھرہ کے راستہ سے چلے۔ رات ہو چکی تھی، اس کے آدمی بڑی تلاش و تردد کے بعد بغیر ملاح کے ایک

کشتی لائے، اور ایک کشتی لکڑی اور گھاس سے بھری ہوئی ملی۔ لکڑی والی کشتی کے ملاحوں کو بدشوازی تمام نرمی و درشتی سے راضی کرکے اس پر سوار ہوئے اور پانی سے گزرنا چاہا۔ ملاح ان کے اضطراب سے معاملہ کی حقیقت سمجھ گئے اور کشتی پانی میں ایسی جگہ لے گئے جہاں ریگ بہت تھی اور خود پانی میں کود کر تیرتے ہوئے نکل گئے اور یہ خبر ابل سودھرہ کو پہنچا دی اتفاقاً پرگنہ سودھرہ کا چودھری اس شور و غوغا سے آگاہ ہوکر دریا کے کنارہ آگیا اور ملاحوں کو گزرنے اور لیجانے سے منع کرنے لگا اس کے غل سے اس طرف کے لوگ اکھٹے ہوگئے اور انھوں نے میر ابوالقاسم تمکین کو جو پرگنہ گجرات میں تھا اطلاع دیدی اور وہ خواجہ خضری اور دوسرے منصبداروں کے ساتھ از راہ ملائمت و چاپلوسی ان کو اپنے مکان میں گجرات لے گیا۔ چونکہ خسرو اور حسن بیگ کے ساتھ پانچ چھ آدمی سے زیادہ نہ تھے لاعلاج ہوکر حکم قضا پر راضی تھے، دوشنبہ کے دن اسی عالم میں صبح ہوی اور دنیا باغیوں کی نظر میں تیرہ و تاریک ہوگئی میر ابوالقاسم تمکین، ہلال خاں خواجہ سرا اور ان حدود کے دوسرے منصبدار فراہم ہوکر خسرو کو حسن بیگ کے ساتھ کشتی سے لائے اور گجرات میں اسلحہ لیکر نظر بند کردیا۔

دوشنبہ کے دن سلخ ماہ محرم ۱۰۱۵ھ کو اس کی گرفتاری کی خبر میرزا کامران کے باغ میں حضرت خلافت پناہی کے گوش مبارک میں پہنچی حکم ہوا کہ امیر الامرا فوراً روانہ ہوکر خسرو، حسن بیگ اور عبدالرحیم مردود کو درگاہ والا میں حاضر کریں۔ بروز پنجشنبہ بتاریخ ۳ صفر خسرو کے ہاتھ پانوں میں زنجیریں ڈالکر تورۂ چنگیز خانی میں بائیں جانب سے پیشگاہ جلال میں لائے، حسن بیگ داہنی طرف عبدالرحیم بائیں جانب اور دونوں کے درمیان خسرو کھڑا ہوا لرز رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے حسن بیگ نفع موہوم کے گمان میں بیہودہ گوئی کرنے لگا مگر جب اس کی عرض حضور میں پہنچی حکم فرمایا کہ

باغیوں کی سزا

خسرو کو مقید اور پابہ زنجیر رکھیں اور حسن بیگ کو پوست گاو اور عبدالرحیم کو پوست خر میں سی کر دراز گوش پر اوندھا بٹھائیں اور تمام شہر میں تشہیر کریں۔ چونکہ پوست گاو پوست خر سے جلد خشک ہوگیا اس لئے حسن بیگ چار پہر سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ اور عبدالرحیم جس کو پوست خر میں سیا گیا تھا نہایت بے ترمی کے ساتھ منہ رکتے کی کھال ڈالے ہر کوچہ و بازار میں لکڑی وغیرہ کی قسم کی جو ترچیزیں ہاتھ آئیں کھاتا تشہیر ہوتا رہا، اس رات اور دن کو زندہ رہا دوسرے روز حکم ہوا کہ اس کو کھال سے نکالیں، ایک دن ایک رات

میں کھال میں بہت سے کیڑے پڑ گئے تھے، بہرحال اس تبہ حالی میں اسکی جان نکلی۔ پرگنہ بہیروں جو شیخ نے فتح کیا تھا اس میں شیخ کی خواہش کے مطابق ایک پرگنہ آباد کرکے اس کا نام فتح آباد رکھا گیا اور شیخ کو عنایت کردیا گیا، شیخ نے مرتضیٰ خاں کے خطاب سے سربلندی پائی۔ سیاست وعبرت کے لئے حکم ہوا کہ باغ کامران سے قلعہ کے دروازہ تک دورویہ سولیاں نصب کرکے بدبخت مفسد ونکو جو خسرو کے رفیق بغاوت تھے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کر ہلاک کردیا جائے۔

سابقہ اوراق میں ذکر کیا گیا ہے کہ شاہزادہ پرویز بہادروں کی ایک فوج کے ساتھ ملک رانا کی تسخیر پر متعین ہوا تھا، جب خسرو کا فتنہ پیدا ہوا تو ارشاد ہوا کہ خدام دولت کی ایک جماعت اس مہم پر روانہ کرکے خود شاہزادہ پرویز آصف خاں کے ساتھ دارالخلافت اکبرآباد کی جانب رخ کرے۔ اس وقت کہ برکات اقبال کی بدولت بغیر کسی نقصان کے فتنۂ خسرو کی آگ بجھ چکی تھی حکم ہوا کہ اس عزم کو فسخ کرکے درگاہِ والا کا قصد کرے۔

روز چہارشنبہ نویں صفر کو برکت وسعادت کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور خسرو کو ہاتھی پر بٹھا کر سولیوں کے درمیان سے لے گئے تاکہ اپنے ہمراہیوں کو اس عذاب میں دیکھ کر اپنی بداعمالی سے عبرت حاصل کرے۔ اس اثنا میں سمع مبارک میں خبر پہنچی کہ حسین خاں شاملو

حاکم ہرات کی قندھار پر چڑھائی

حاکم ہرات نے حضرت عرش آشیانی کے وفات پانے اور خسرو کی شورش کی خبر سنکر حاکم فرات وملک سیستان کے ہمراہ خراسانی لشکر کے ساتھ قندھار پر چڑھائی کردی ہے اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا ہے اور شاہ بیگ خاں باقبال شاہی برج وفصیل کے استحکام اور مصالح قلعہ داری کے انتظام میں مشغول ہوکر مردانہ ثابت قدمی وہمت وری کے ساتھ قلعہ پر ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں غنیم بیرون مجلس سے اس کو دیکھ سکیں، مدت محاصرہ میں اس نے کبھی کمر نہیں باندھی، سربرہنہ شراب پیتا ہے اور غرور کے مارے بانکی ٹوپی لگاتا ہے گویا غنیم کو سرے سے موجود ہی تصور نہیں کرتا، ہمیشہ عیش وطرب میں مشغول رہتا ہے اور تمام دن افواج کی ترتیب کا حکم دے کر مقابلہ ومقاتلہ کے لئے بھیجتا رہتا ہے غلبہ وتسلط کی علامات ظاہر ہیں حضرت شاہنشاہی نے یہ خبر سننے کے بعد امرا ومنصبداروں کی ایک جماعت جس میں قراخاں ترکمان اور بخشتہ بیگ کابلی مخاطب بہ سردار خاں بھی تھے مرزا غازی ولد میرزا جانی ترخان

کی سرداری میں شاہ بیگ خاں کی کمک کے لئے تعینات کی گئی۔ اتفاقاً شاہ عباس نے
میران سرحد کا قندھار پر جانے اور قلعہ کے محاصرہ کا حال سنا اور ایک خط ان کے نام
حسین بیگ کے ساتھ بھیجا کہ قلعہ سے ہاتھ اٹھا کر ہر شخص اپنی جگہ واپس جائے اور حکم ہوا کہ
حسین بیگ لشکر قلعہ سے اٹھا کر خود بندگان جہانگیری کی خدمت میں جائے اور ایک مراسلہ
اس جرأت و گستاخی کے عذر میں لکھکر عفو طلب ہو۔ افواج جہانگیری کے قندھار پہنچنے سے
پہلے لشکر قزلباش بادشاہ کے حکم سے محاصرہ ترک کر کے واپس ہو گیا اور حسین بیگ مذکور
درگاہ والا میں آکر زمین بوس ہوا سردار خاں حکم والا کے مطابق قندھار کا حاکم مقرر ہوا۔
شاہ بیگ خاں درگاہ والا کی سمت رواں ہوا کچھ مدت کے بعد سردار خاں کو معزول
کر کے قندھار کی حکومت میرزا غازی کو عطا ہوئی (اور وہ جہاں پناہ کی عنایت سے ملک
ٹھٹھہ پر بھی حاکم رہا اور قندھار پر بھی نہایت عالی ہمتی و عزت کے ساتھ بسر کرتا رہا) اس
تاریخ شاہزادہ پرویز رانا کی مہم سے آکر اہل کومک کے ساتھ باریاب ہوا، میرزا علی اکبر
شاہی کو کشمیر کی حکومت سے سرفرازی ملی، مقرب خاں بھی جو شاہزادہ دانیال کے فرزندوں
اور ملازموں کے لانے کے لئے گیا ہوا تھا، شاہزادہ کے بچوں کو دکن سے لاکر حاضر
خدمت ہوا، شاہزادہ مرحوم کے تین لڑکے چار لڑکیاں تھیں بڑا لڑکا طہمورث منجھلا بایسنغر
چھوٹا ہوشنگ۔ اس زمانہ میں پیرا پسر دولت خاں لودھی جو عبدالرحیم خانخاناں کا خوش
اطوار نوکر تھا اور آخر میں شاہزادہ دانیال نے اپنے یہاں نوکر رکھ لیا تھا اور اس کے
بیٹے پیرا پر بہت عنایت کرتے تھے اور گفتگو میں فرزند کہکر مخاطب فرماتے تھے
شاہزادہ مرحوم کے فوت ہونے کے بعد حسب الحکم درگاہ میں حاضر ہو کر منصب سہ ہزاری
وخطاب صلابت خانی سے مشرف ہوا (اسی سال مرتضیٰ خاں گجرات کا صاحب صوبہ مقرر ہوا
اور راجہ مان سنگھ کے تغیر کی وجہ سے قطب الدین خاں کوکلتاش بنگالہ کے صاحب صوبہ ہوئے
خلعت با کمر مرصع و اسپ قبچاق (ترکی) با زین مرصع مرحمت ہوا اور منصب بھی پنجہزاری
ذات و سوار مقرر ہوا، مزید برآں دو لاکھ روپیہ بصیغہ مدد خرچ ان کو اور تین لاکھ روپیہ
ان کے معاونین کو خزانہ عامرہ سے ادا کیا گیا۔ اسی تاریخ جہاں پناہ نے اپنے بھائی
شاہزادہ سلطان مراد کی لڑکی شاہزادہ پرویز سے منسوب کر کے ایک لاکھ تیس ہزار
روپیہ کا نقد و جنس بہ تقریب رسم منگنی ارسال فرمایا اور سامان شادی کے لئے ایک

لاکھ روپیہ از قسم نقد و جنس شاہزادہ کو عطا ہوا۔

خان اعظم کی حق ناشناسی و عرش آشیانی کی نسبت ہرزہ سرائی کا انکشاف

اس سال کے عجیب واقعات میں خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کی مراسلت کا انکشاف ہے جو راجہ علی خاں حاکم ولایت خاندیس کے نام حضرت عرش آشیانی کی غیبت و بدگوئی کے لئے کی گئی جہاں پناہ جتنی مہربانی خان اعظم کے ساتھ فرماتے تھے بہت ممکن ہے کہ حقیقی بیٹوں کے ساتھ بھی اتنی نہ کرتے ہوں لیکن چونکہ اس حق ناشناس کی طینت خباثت و نفاق سے خمیر ہوئی تھی اس لئے بدی و بداندیشی میں مجبور تھا خصائل کا یہ حال تھا اور کمالات کا یہ کہ ایک بے مثل و بے نظیر مصاحب تھا، مدعانویسی، مسلسل گوئی اور تاریخ دانی میں یکتائے زمانہ تھا نستعلیق بہت اچھی لکھتا بہرحال جو خط اس نے راجہ علیخاں کے نام لکھا تھا اس میں بدطینتی و بیہودہ گوئی سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا، جو کچھ زبان قلم پر آیا اس نے بے لحاظ و مروّت روئے کاغذ بلکہ روئے دل سیاہ کر ڈالا۔ چنانچہ حضرت قبلہ کو بدنامی سے متہم کر کے ایسے عیوب سے منسوب کیا جن کی نسبت ان کے کتوں کے ساتھ بھی بدذاتی و سگ نفسی معلوم ہوتی ہے۔ اتفاقاً یہ خط قلعہ اسیر فتح ہونے کے بعد راجہ علی خاں کے اموال میں برآمد ہوا اور خواجہ ابوالحسن کے ہاتھ پڑا۔ خواجہ نے سالہا اپنے پاس رکھا آخر ضبط نہ کر سکا۔ اس کے حوصلے بڑھ گئے اور اس نے وہ خط حضرت شاہنشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دیا، جہاں پناہ نے سر مجلس خان اعظم کو طلب فرما کر وہ خط اس کے ہاتھ میں دیا کہ پڑھے اس بے حیا نے بے جھجک پڑھکر سنایا۔ دربار میں جتنے لوگ حاضر تھے سب لعن طعن کرنے لگے، ہرچند انواع و اقسام سزا و ذلت کا مستحق تھا مگر وہی نسبت عنایت حضرت عرش آشیانی اس کی فریاد کو پہنچی اس کی جاگیر ضبط کر لی اور چند دن نظروں سے گرا کر نظربند رکھا۔

پرویز کی شادی کا جشن

اس نشاط انگیز موقع پر شاہزادہ پرویز کی شادی کا جشن منایا گیا اور اس کی مسرت نے خاص و عام کے دلوں کا زنگ دور کر دیا۔ جشن شادی سے فارغ ہونے کے بعد خاطر اقدس شکار پر مائل اور گرجہاک و نندانہ کی طرف جو صوبہ پنجاب کی مقررہ شکارگاہ ہے توجہ فرمائی۔ تین ماہ چھ روز شکار میں مصروف رہکر

لاہور کی طرف واپس ہوئے ۵۸۱ پانچ سو اکیاسی بزکوہی، قچکار کوہی، نیل گاؤ، گورخر اور ہرن جاندار شکار ہوئے۔ بزکوہی جو سب میں بڑی تھی تولی گئی تو ایک من چوبیس سیر نکلی اور قچکار کوہی دو من تین سیر جس کا وزن ستر من خراسانی کے برابر ہے اور نیل گاؤ چودہ من جو خراسان کے حساب سے ایک سو بارہ من ہوئے گورخر نو من سولہ سیر یعنی چھہتر من خراسانی وزن میں نکلے۔ اس درمیان میں صوبہ بہار کے واقعہ نویسوں کی عرضیوں سے معلوم ہوا کہ جہانگیر قلی خاں کی راجہ سنگرام سے جو اس ملک کے چیدہ عمدہ زمینداروں میں سے ہے لڑائی ہوگئی اور جہانگیر قلی خاں نے خدمات نمایاں انجام دیں اور فتح پائی۔ اور سنگرام بندوق کے زخم سے ہلاک ہوا۔

آغاز سال دوم جلوس مبارک و نہضت ہمایوں جانب کابل

بروز چہارشنبہ ۲۲ ذی قعدہ سنہ ۱۰۱۵ھ شرف آفتاب کے وقت جلوس اقدس کا سال دوم خوبی و خرمی کے ساتھ آغاز ہوا جشن نوروز آراستہ ہوا۔ اس جشن عظیم میں شاہزادۂ عالم و عالمیان سلطان خرم کو ہشت ہزاری منصب عنایت کر کے علم و نقارہ و تومان و طوغ مرحمت فرمایا گیا اور ساتویں ذی الحج کو مبارک ساعت میں کابل کی طرف کوچ ہوا۔ قلیچ خاں نے لاہور کی حکومت پائی۔ کوہ بے دولت میں شکار قمرغہ کا انتظام کیا گیا اس پہاڑ پر سبزہ بالکل نہیں اگتا بظاہر اسی سبب سے کوہ بیدولت کہتے ہیں اس سال کے اہم واقعات یہ ہیں کہ جب امیر الامرا کو ایک سخت بیماری ہوگئی اور رکاب ظفر انتساب میں نہ آسکا تو اسی تاریخ کو آصف خاں منصب وکالت پر فائز ہوا۔ خلعت خاصہ دوات و قلمدان مرصع عنایت کیا گیا اور اس نے ایک لعل جو چالیس ہزار روپیہ میں خریدا تھا بطریق پیشکش نذر گزرانا اور خواجہ ابو الحسن کے لئے التماس کی کہ سررشتہ دفتر و کاغذ کا انتظام اس کے سپرد کیا جائے۔

روز پنجشنبہ ۱۰ صفر سنہ ۱۰۱۵ھ کو کابل کا باغ شہر آرا قیامگاہ قرار پایا۔ پل مستان سے جو شہر کے کنارے واقع ہے باغ مذکور تک دائیں بائیں دو رویہ روپیہ بچھایا اور ہوتا رہا فقیروں اور محتاجوں کی تمنائیں بر آئیں۔ باغ شہر آرا کے پہلو میں ایک اور باغ کی بنا ڈالی گئی اور اس کا نام باغ جہاں آرا رکھا گیا۔ اور ارشاد ہوا کہ جو نہر گزرگاہ سے آتی ہے

اس باغ میں جاری کردیجائے۔ عین اس زمانہ میں جبکہ موکب خلافت پناہی کابل میں پرتو افگن تھا صوبۂ بنگالہ کے مخبروں نے اطلاع دی کہ علی قلی بیگ استجلو جس کا خطاب شیر افگن خاں تھا قطب الدین خاں کے قتل کا مرتکب ہوا آخر خود بھی بندگان شاہی کے ہاتھ سے جو قطب الدینخاں کے ہمراہ تھے مارا گیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ علی قلی مذکور شاہ اسمٰعیل پسر شاہ طہماسپ صفوی کا سفرچی تھا شاہ اسماعیل کی وفات کے بعد قندھار کے راستہ سے ہندوستان آیا اور ملتان میں خانخاناں کے ہاں رسائی پیدا کی جو اسوقت ٹھٹھہ جارہے تھے، خانخاناں نے غائبانہ اس کو بندگان شاہی کے زمرہ میں داخل کردیا، اس یورش میں علی قلی سے خدمات شائستہ وکارہائے پسندیدہ کا ظہور ہوا اور جب خانخانان نے فتحمندانہ مراجعت کی تو ان کی سفارش پر منصب لائق پر سرفراز ہوا۔ اسی زمانہ میں میرزا غیاث بیگ کی لڑکی اس سے منسوب کردیگئی۔ اور جب حضرت عرش آشیانی اکبرآباد سے عازم دکن ہوئے اور شاہزادہ ولیعہد کو رانا کے استیصال کی اجازت ملی تو علی قلی بیگ ان کی کمک کے لئے نامزد ہوا، پھر حضرت نے نوازش فرما کر اس کو شیر افگنخاں کے خطاب سے عزت بخشی۔

دور جہانگیری میں جلوس کے بعد اس کو صوبۂ بنگالہ میں جاگیر دے کر بنگالہ بھیجدیا گیا مگر جب معلوم ہوا کہ اس کی طبیعت کا خمیر فتنہ جوئی وشورش طلبی سے مرکب ہے تو قطب الدینخاں کو رخصت کے وقت ایما ہوا کہ اگر خیر خواہی وراست کرداری پر قائم رہے تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے ورنہ ہمارے پاس بھیجدیا جائے، اگر آنے میں تساہل کرے تو سزا دیجائے۔ اتفاقاً قطب الدینخاں اس کے طرز معاشرت سے بدگمان ہوگیا اور ہرچند اس کو اپنے پاس بلایا اس نے غیر معقول عذرات سے پہلوتہی کی اور دل میں خیالات فاسد کو جگہ دی مجبوراً قطب الدینخاں نے حقیقت حال لکھ کر بھیجدی درگاہ والا سے فرمان صادر ہوا کہ اس کو روانہ کردیں اور اگر اس کے اطوار سے بد اندیشی کا اندازہ کریں تو جس طرح حضور میں رخصت کے وقت حکم ہوا تھا اس ناہنجار کو اس کے افعال کی سزا دیں۔

قطب الدین خاں فرمان دیکھتے ہی بے تامل وتوقف تنہا بردوان کی سمت

روانہ ہوا تاکہ جاتے ہی گرفتار کرلے۔ وہ قطب الدین خاں کی آمد کی اطلاع سنکر دو جلوداروں کے ساتھ تنہا بطور استقبال حاضر ہوا، ملاقات کے وقت آدمیوں کے ہجوم نے گھیر لیا علی قلی چونکہ قطب الدینخاں کے طریق آمد سے بدظن ہوگیا تھا ازراہ فریب پوچھنے لگا کہ یہ کیا طریق وطرز سلوک ہے، خان نے لوگونکو منع کرکے تنہا باتیں کرنا شروع کیں مگر شیر افگن (علی قلی) نے خان کے حالات سے ارادۂ غدر معلوم کرلیا تھا اس لئے قبل اس کے کہ کوئی دوسری نوبت آئے پھرتی سے تلوار کھینچکر قطب الدینخاں کے پیٹ میں بھونکدی جس سے اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں۔

ابھی قطب الدین خاں بیحال نہ ہوا تھا اس نے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر باواز بلند کہا کہ حرام خور کو جانے نہ دینا، پیر خاں کشمیری جو شجاع وجوانمرد تھا اور مخلص خادموں میں سے تھا گھوڑا دوڑا کر بڑھا اور شیر افگن کے سر پر تلوار کا وار کیا، شیر افگن نے بچکر پیر خاں کے تلوار لگا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اب قطب الدین خاں کے ملازم اطراف وجوانب سے ٹوٹ پڑے اور آناً فاناً شیر افگن کو خاک وخون میں لٹا دیا، چونکہ قطب الدینخاں کوکلتاشی کی نسبت رکھتا تھا اور عالی مرتبہ امراء میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا مرنا خاطر حق شناس پر گراں ہوا۔ بہرحال اس کی جگہ پر جہانگیر قلیخاں صاحب صوبۂ بہار کا تقرر عمل میں آیا۔ اور بہار کی صاحب صوبگی اسلام خاں کو تفویض ہوئی۔

اسی زمانہ میں ایک عجیب واقعہ یہ ہوا کہ علی مسجد کے حوالی میں ایک گھر کے قریب حضرت اقدس واعلیٰ کو ایک مکڑی نظر آئی جو بڑائی میں کیکڑے کے برابر تھی اور ایک سانپ کا گلا گھونٹ رہی تھی جو درازی میں دو ہاتھ شرعی ہوگا۔ تھوڑی دیر توقف فرماکر تماشا دیکھتے رہے جب سانپ مرگیا تب آگے قدم بڑھایا۔

ایسا ہی ایک نادر واقعہ یہ ہے ملاحظہ میں پرچہ گزرا کہ ضحاک اور بامیاں میں جو کابل کی سرحد ہے ایک پہاڑ واقع ہے اس پہاڑ میں ایک زیارت گاہ بنائی ہے اور خواجہ تابوت نام ایک بزرگ کا مدفن ہے جن کی وفات کو سات آٹھ سو سال ہوچکے ہیں مگر ابھی تک نعش ویسی ہی رکھی ہے اعضا میں ذرا فتور نہیں آیا۔ لوگ آتے ہیں اور زیارت کرتے ہیں، ان کی گردن پر ایک زخم ہے جب روئی اس

زخم سے نکال لیتے ہیں خون ٹپکنے لگتا ہے اور جب تک وہی روئی نہیں رکھتے بند نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ بات بڑی تعجب خیز تھی اور دو مرتبہ اس کی اطلاع مل چکی تھی، راقم اقبال نامہ کے نام فرمان صادر ہوا کہ خود وہاں جا کر بنظر غور معائنہ کرے اور تحقیق و جستجو کی نہایت تاکید فرمادی اور زخم دیکھنے کے لئے ایک جرّاح بھی ساتھ کردیا کمترین چھ منزل طے کرکے اس مقام مقصود پر پہنچا اور رات موضع بامیان میں بسر کی جس میں سادات سبزوار کی ایک جماعت توطن گزیں ہے، دوسرے دن خواجہ تابوت کی زیارت کو گیا اس پہاڑ کے دامن میں ایک ایوان تقریباً ڈھائی ہاتھ زمین سے اونچا نظر آیا۔ میں نے ایک شخص کو اس پر چڑھادیا تاکہ وہ دوسروں کا ہاتھ پکڑ کے اوپر کھینچے اور خود بھی چڑھ گیا (اندر سے دالان تین ہاتھ طول اور نصف ہاتھ عرض کا محسوس ہوا) اس کے اندر چھت اور صحن کی پیمائش چار مربع ہاتھ تھی دیواریں وغیرہ پختہ نہایت سفید، وسط مکان میں ایک قبر کھدی ہوئی تھی اور اس پر ایک ایک تخت دروازہ رکھا ہوا ہے۔ جب اس دروازہ کا پردہ ہٹایا گیا تو ایک تابوت نظر آیا، تابوت سے تختہ جدا کیا گیا تو میت کو دیکھا کہ بطریقہ اسلام رو بقبلہ لیٹی ہوئی ہے، بایاں ہاتھ ستر عورت کے لئے دراز ہے نصف ہاتھ کے برابر شرمگاہ پر روئی بھی رکھی ہوئی ہے، اعضاء جو زمین پر ٹکے ہوئے ہیں ریختہ و بوسیدہ ہوگئے ہیں جو زمین سے علیحدہ ہیں درست ہیں، خاک نے ان پر کوئی تصرف نہیں کیا ہے، سر کے بال، پلکیں، بھویں سب گر گئیں، ناک اچھی حالت میں ہے آنکھیں پھیکی ہوئی، ہونٹوں کے درمیان سے دو دانت اوپر کے دو دانت نیچے کے نمایاں ہیں، جو گوشت زمین سے ملا ہوا ہے، تھوڑا مٹی نے کھالیا ہے، اور یہ جو زخم کی شہرت اڑی تھی سو زخم اور بینۂ زخم کی کوئی اصلیت نہیں، انگلیاں اور ہاتھ پاؤں کے ناخن درست ہیں، ہڈیوں پر خشک کھال چڑھی ہوئی ہے، اور کمر کے درمیان ایک پرکاری خط اس شکل کا کھچا ہوا ہے کہ بیچ کی انگلی اس کے درمیان ٹھیک بیٹھتی ہے، معلوم نہ ہوا کہ اس کا سبب کیا ہے، ایام وفات و شہادت کا بھی علم نہ ہوا، کسی گاؤں سے ایک بڈھا بلایا گیا جو عقل و شعور سے خالی نہ تھا اس سے صرف اتنا پتہ لگا کہ میں نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ چنگیز خاں اور جلال الدین منکبرنی کی جنگ میں یہ مرد شہید ہوا العلم عند اللہ۔

اس دوران میں، ارسلان نام ایک ازبک کہمرد کا حاکم زمین بوسی کی سعادت سے

مشرف ہوا اور علاقہ سیوستان اس کی جاگیر میں مرحمت ہوا اتنے میں خبر پہنچی کہ مالوہ میں میرزا شاہرخ کا انتقال ہو گیا حق تعالے غریق مغفرت کرے۔

میرزا شاہرخ کے چھ بیٹے تھے پہلے حسن وحسین جو توام پیدا ہوئے، بعد ازاں میرزا سلطان جس نے حضرت شاہنشاہی کی خدمت پائی، اس کے بعد میرزا بدیع الزمان میرزا شجاع اور میرزا مغل ہر ایک اپنی مناسبت وقابلیت کے اعتبار سے مختلف مناصب پر مفتخر وسربلند ہوئے (۱)

مراجعت مبارک از کابل جانب لاہور

روز جمعہ ساتویں جمادی الاول کو کابل سے کوچ کر کے متوجہ ہندوستان ہوئے اور طے پایا کہ شاہ بیگ خان کے کابل پہنچنے تک شہر ونواح کی خبرگیری قاش بیگ خاں کریں۔

اسی سلسلہ میں، ہوا داران خسرو کی بد اندیشی اور شامت اعمال میں ان کی گرفتاری وسزا کے سانحات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ ابتدا چند روز کیلئے خسرو کو امیر الامرا آصف خاں کے حوالہ فرما دیا تھا اور یہ حکم ہوا تھا کہ ایک روز امیر الامرا کے آدمی، ایک روز آصف خاں کے، پاسبانی کریں، آصف خاں کی باری کے دن نور الدین محمد اس کا چچازاد بھائی اس کے نوکروں کے ساتھ پاسبانی کرتا تھا اور جہاں خسرو رہتا تھا وہاں تنہائی میں اس کے پاس بیٹھتا اور باتیں کیا کرتا، رفتہ رفتہ اس میں یہ طے ہو گیا کہ جب قابو ملے اسباب شورش ترتیب دیکر قید کاٹ دیجائے۔

جب رایات سلطانی کابل روانہ ہوئے امیر الامرا نے بیماری کے سبب سے لاہور میں قیام کیا، آصف خاں کو اعتماد الدولہ وزیر الممالک کی تبدیلی کیوجہ سے منصب وزارت ووکالت پر عزت دی گئی اور خسرو اعتبار خاں خواجہ سرا کے حوالہ کر دیا گیا۔ (۱)

اسوقت کسی بات پر جہاں پناہ حکیم فتح اللہ ولد حکیم ابو الفتح سے ناراض ہوئے نور الدین محمد اور حکیم فتح اللہ کے درمیان بڑی دوستی تھی، دونوں کے دل میں آئی کہ خسرو کو قید سے آزاد کر کے تخت سلطنت پر بٹھا دیں۔ محمد شریف پسر اعتماد الدولہ بھی ان کا ہمنوا ہو گیا۔

اب ان لوگوں نے اعتبار خاں کے غلام کو جو اس کا سلیقہ شعار آدمی تھا اور خلوت میں خسرو کے پاس آمد و رفت رکھتا تھا اپنا ہمراز بنایا اور آپس میں طے کیا کہ جس

شخص کو اپنا پیرو وہمخیال بنائیں غلام مذکور اسے خلوت میں لیجا کر خسرو سے ملا دے اور خسرو اسکے لئے ایک نشان بھیجکر اپنے فدائیوں میں شامل کرلے۔

پانچ چھ ماہ تک یہ ہنگامہ گرم رہا اور باوجود اس کے کہ تقریباً چار سو شخص خسرو کے فدائیوں میں شامل ہو چکے تھے، دوتنخواہیونکو اس کی خبر نہ ہوی۔ مفسد بداندیشوں نے یہ تصفیہ کیا کہ اثنائے راہ میں جہاں پناہ پر زغہ کریں اور خسرو کو قید سے نکالکر علم فساد بلند کریں اتفاقاً ان میں سے ایک کسی بات پر اپنے رفیقوں سے ناراض ہوا اور اس نے بہ ہدایت توفیق خواجہ ویسی دیوان شاہزادہ خرم کو اس راز سے آگاہ کردیا، اس نے بے تحاشا شاہزادہ عالم کی خدمت میں پہنچ کر یہ ماجرا بیان کیا، شاہزادہ عالم فوراً سوار ہو کر پدر عالی وقار کی خدمت میں پہنچے اور جو کچھ سنا تھا بیان کیا۔

اتنے میں آصف خاں بھی خبر پا کر صلابت خاں کے گھر پہنچا اور یہی سرگزشت بیان کی شاہزادہ سے یہ حالات سنکر جہاں پناہ محل سے برآمد ہوئے اور صلابت خاں کو طلب فرمایا۔ اور شاہزادہ سے سنے ہوئے واقعات بیان کئے۔ صلابت خاں نے عرض کی کہ تھوڑی دیر پہلے آصف خاں میرے پاس آکر یہی واقعات کہہ چکا ہے۔

الغرض حضرت ظل اللہ نے تخت فرمانروائی پر اجلاس فرما کر ان خون گرفتوں کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک میرزا محمد ازبک تھا دوسرا بداغ ترکمان جو اسی زمانہ میں عراق سے آکر شاہزادہ پرویز کا ملازم ہوا تھا، صلابت خاں نے التماس کی کہ جب تک ان میں سے کسی کو نوید جان بخشی سے اطمینان نہ ہوجائے ممکن نہیں کہ قرار واقعی حقیقت عرض اشرف میں پہنچ سکے حکم ہوا کہ میرزا محمد کو قول دیکر باز پرس کریں اس نے اطمینان قلب کے بعد حقیقت حال مشرح و مفصل عرض کی، واقعات کے ثبوت کے بعد نورالدین محمد ولد آصف خاں مرحوم، محمد شریف پسر اعتماد الدولہ، غلام اعتبار خاں اور بداغ ترکمان کو سولی پر کھینچا گیا۔

پھر صلابت خاں نے دست بستہ گزارش کی کہ اگر حضرت کما حقہ تفحص و باز پرس پر ملتفت ہوں گے تو بڑی دشواری ہوگی بہتر ہے کہ اعتبار خاں کے غلام کا نوشتہ نظر میں نہ لائیں، بندہ حسب ارشاد سلطانی اس کو آگ تبائے دیتا ہے تاکہ خدام کا پردہ ناموس دریدہ نہ ہو۔ جہاں پناہ نے اس کی التماس قبول کر کے حکم دیا کہ صلابت خاں

کی تجویز کے مطابق عمل ہوا اور اس طرح بہت سے لوگوں کی جان بچی۔
اگر آصف خاں اس روز صلابت خاں کے پاس نہ پہونچتا تو یہ بات نہ ہوتی اور ظن غالب یہ ہے کہ اس کا سر بھی نذر دار ہوتا۔
حکیم فتح اللہ کی نسبت حکم ہوا کہ تشہیر کر کے گدھے پر الٹا بٹھائیں اور منزل بہ منزل اس رسوائی کے ساتھ سیر کرائیں۔
ایک نادر واقعہ یہ ہوا کہ قاسم خان لنگ نے جو دیانت خاں خطاب رکھتا تھا اور حکیم فتح اللہ کے ساتھ نفرت ظاہر کرتا تھا ایک دن اس کو بدخواہی سے منسوب کر کے عرض کی کہ جس زمانہ میں خسرو آوارۂ دشت ادبار ہوا فتح اللہ نے مجھ سے کہا کہ صلاح دولت اس میں ہے کہ ولایت پنجاب اس کو دیکر یہ بحث کوتاہ کر دیجائے۔
فتح اللہ نے اس سے انکار کیا آخر طرفین قسموں پر اُتر آئے اور مباہلہ کیا، دس پندرہ روز پورے نہ ہوئے تھے کہ فتح اللہ بدبخت پاداش عمل میں گرفتار ہوا جھوٹی قسم اپنا کام کر گئی۔
جب جلال آباد محل نزول قرار پایا۔ تو وہاں کے حاکم غیرت خاں نے حسب الحکم روز بہ کے جنگل میں شکار قمرغہ کی بنا ڈالی، ایک دن میں تین سو جانور قوچ کوہی وغیرہ شکار ہوئے۔
یہیں شاہ بیگ خاں قندھار سے آکر زمیں بوس ہوا، یہ حضرت عرش آشیانی کا تربیت یافتہ ہے اور اس عہد میں اس سے خدمات شائستہ رونما ہوئی ہیں۔ قوت بازو سے تلواریں چلا کر مناصب عالی و مراتب بلند پر فائز ہوا ہے۔ مدتوں قندھار پر حکمران رہا اور جبتک رہا نہایت شان و شوکت سے بسر کی۔ آج کل خان دوراں کا خطاب، کابل کی صاحب صوبگی، اور افغانستان کا انتظام اس کے لئے طغرائے امتیاز ہے۔
کمر خنجر مرصع، فیل مست اور اسپ خاصہ مرحمت کر کے مقام حسن ابدال سے رخصت کا حکم ہوا۔
پیر خاں پسر دولت خاں لودی جو سہ ہزاری منصب و صلابت خانی خطاب کی عزت رکھتا تھا خان جہاں کے خطاب عالی سے سرفراز ہوا۔
۱۲ ویں (بارھویں) شعبان کو دارالسلطنت لاہور میں نزول اجلال فرمایا۔ یہاں میر خلیل اللہ ولد غیاث الدین محمد میر میران از اولاد شاہ نعمت اللہ ولی جن کا سلسلہ غایت شہرت سے تعریف و توصیف کا محتاج نہیں اور عراق و خراسان میں بزرگی و مرتبہ میں کوئی ان کا

ہمسر نہیں عراق سے آکر حاضر آستانہ ہوئے، منصب یکہزاری ذات و دوسو سوار مع جاگیر بطور
تنخواہ مقرر ہوا اور فی الوقت بارہ ہزار روپیہ مدد خرچ عنایت ہوا۔

اس زمانہ میں آصف خاں نے دعوت کی التجا کی، مع اہل محل کے اس کے مکان
پر تشریف ارزانی فرما کر عزت افزائی فرمائی، آصف خاں نے دولاکھ روپے کے جواہر نادر
و نفیس لباس و فغفوری و خطائی چینی برتن بطور پیشکش نذر کئے۔ ان میں سے جو اشیا پسند ہوئیں قبول
فرمائیں باقی واپس کردیں۔

مرتضیٰ خاں نے گجرات سے لعل بدخشانی کی انگوٹھی جس کا نگین نگین خانہ اور حلقہ
ایک پارچہ لعل سے تراشا ہوا تھا اور وزن میں ایک مثقال پندرہ سرخ حد درجہ خوش رنگ
و خوش آب نذر بھیجی جو مقبول ہوئی۔ درحقیقت اب تک ایسا تحفہ دیکھنے میں نہ آیا ایک
دوسرا لعل قطبی شش پہلو تراشیدہ وزن میں دو مثقال پندرہ سرخ نہایت عمدہ و لطیف
اس کے ساتھ اور تھا ان میں سے ہر ایک کی قیمت پچیس ہزار روپیہ تجویز ہوئی۔

اسی عرصہ میں شریف مکہ کا فرستادہ ایک محبت آمیز خط اور پردۂ خانہ کعبہ لے کر پہنچا۔
آٹھ ہزار روپیہ فرستادہ شریف کو عطا فرمایا اور تحویلداران محلات عالی کو ایما ہوا کہ ایک
لاکھ روپے کی ہر جنس جو اس ملک کے مناسب ہو شریف کے لئے روانہ کریں۔

۱۱ معاودت لوائے سلطانی از لاہور بہ دار الخلافت

روز یکشنبہ نہم ماہ شوال کو سفر آگرہ کا قصد فرمایا قلیچ خاں دار السلطنت لاہور کی حکومت
پر اور میر قوام الدین بدایونی دیوانی پر مقرر ہوئے۔ پنجشنبہ اٹھارھویں ذیقعدہ کو دار الملک دہلی پہنچے
اور سلیم گڈھ کی منزل میں جو سلیم خاں افغان نے اپنے زمانہ حکومت میں دریائے جمن کے
کنارے آباد کی تھی چار روز قیام کیا۔

چونکہ دار الخلافت میں پہنچنے کا وقت قریب تھا دہلی سے کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے
راجہ مان سنگھ قلعہ رہتاس سے آکر باریاب ہوا اور ایک سو ہاتھی بطور نذر پیش کئے۔

آغاز سال سوم جلوس مسعود

روز پنجشنبہ دوم ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۶ھ کو آفتاب عالم تاب برج حمل میں آیا جلوس جہانگیری کا

تیسرا سال شروع ہوا، موضع رنگتہ میں جو دار الخلافت اکبر آباد سے پانچ کوس پر واقع ہے
جشن نوروزی آراستہ ہوا۔

اس جشن میں خانخاناں کو منصب پنجہزاری ذات و پنجہزاری سوار اور خواجہ جہاں خوافی کو خدمت بخشی گری مرحمت ہوئی۔ دوشنبہ کے دن ماہ مذکور کی پانچویں کو ساعت نیک میں قلعہ اکبر آباد میں داخل ہوئے۔ راجہ نرسنگھ دیو نے یوز تولیغون۔ نذر کیا (تمام جاندار حیوان و انسان میں تولیغون خوب ہوتا ہے لیکن حیوانات میں خوشنما ہے اور ان کی قدر بڑھاتا ہے اور انسان ناطق میں بخلاف اس کے بدنما اور مکروہ سمجھا جاتا ہے) تولیغون کے باز، جرہ شکرا کوے، کنجشک، تیتر، بندر، طاؤس ہرن اور چکارے بھی دیکھے گئے۔

اس سال جلال الدین مسعود پسر میر گیسو کا انتقال ہوا اس کی والدہ اس سے بہت محبت رکھتی تھی مادرانہ تعلق و قلبی دلبستگی کی وجہ سے بیٹے کی موت نہ دیکھ سکی، بیٹے کو عالم سکرات میں دیکھ کر افیون اس کے ہاتھ میں دی اور اسی ہاتھ سے اپنے منھ میں رکھ لی، ادھر بیٹے کا دم نکلا ادھر یہ ایک دو ساعت کے بعد رخصت ہوئی۔

اسی واقعہ سے متصل لعل خاں کلاونت کی موت ہوئی حضرت عرش آشیانی اس پر بہت عنایت فرماتے تھے اس کی ایک لونڈی تھی جو لعل خاں سے دلی محبت رکھتی تھی اور اس کے ہاتھ سے افیون کھایا کرتی تھی۔ لعل خاں کے انتقال کے بعد خود بھی افیون کھا کر عازم عدم ہوئی ہندوستان میں قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ ہندو عورتیں شوہر کے مرنے کے بعد زندہ آگ میں بیٹھ کر محبت پر جان فدا کر دیتی ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ دس دس بیس بیس عورتیں اور لونڈیاں باستقلال تمام اپنی جانیں آگ کے سپرد کر دیتی ہیں لیکن ماں کی طرف سے بیٹے کے لئے جان دینا سننے میں نہیں آیا۔

اس عیش انجام زمانہ میں صالحہ بانو دختر قاسم خاں پسر مقیم خاں کو اپنے نکاح میں لا کر بادشاہ محل خطاب مرحمت فرمایا۔

جہانگیر قلی خاں حاکم بنگالہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو اسلام خاں کو اس کے بجائے بنگالہ کا صاحب صوبہ اور شاہزادہ جہاندار کا اتالیق کر کے صوبہ بہار و پٹنہ کی حکومت افضل خاں پسر شیخ ابو الفضل کو تفویض فرمائی۔

جہانگیر قلی خاں میرزا محمد حکیم کے غلام زادوں سے تھا، پہلے لوگ لالہ بیگ کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔ میرزا کی وفات کے بعد حضرت عرش آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا،

جہاں پناہ نے اپنے فرزند بلند اقبال حضرت شاہنشاہ (جہانگیر) کو عطا کر دیا۔ صاحب نظر، قوی ہیکل اور مسلمانی و حق پرستی میں کافی رسوخ رکھتا تھا عمدہ و پسندیدہ کام اس سے انجام پاتے تھے۔

اسی زمانہ میں مہابت خاں کو منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار و پانصد سوار و خلعت، اسپ و فیل و کمر مرصع عطا فرما کر رانائے مردود کے استیصال کے لئے رخصت دی اور بارہ ہزار سوار موجودہ سرداران کار آزمودہ کو کمک کے لئے مقرر فرمائے، پانچ سو نفر احدی، دو ہزار توپچی پیادہ، ستر توپ، اور گجنال وغیرہ اور ساٹھ زنجیر فیل و بیس لاکھ روپیہ کا خزانہ ساتھ کیا گیا۔

میر خلیل اللہ پسر میر میراں یزدی جنکا مجمل حال اوراق سابق میں لکھا جا چکا ہے۔ بمرض اسہال جان بحق تسلیم ہوئے اور چوتھی ربیع الآخر کو راقم اقبال نامہ معتمد خاں کے خطاب سے ممتاز ہوا، اسی تاریخ کو خانخاناں سپہ سالار مطابق حکم اشرف دکن سے آکر آستان بوس ہوا اور دو تسبیحیں مروارید کی اور چند قطعہ لعل و زمرد پیشکش لایا جنکی قیمت تین لاکھ روپیہ جانچی گئی سوائے جواہر کے اور بھی بہت سی نفیس چیزیں ملاحظہ میں پیش کیں۔

راجہ مان سنگھ کو اجازت ملی کہ اپنے وطن جا کر یورش دکن کا سامان کر کے اوس جانب روانہ ہو۔ چونکہ خانخاناں ولایت دکن کے صاف کرنے کا عہد کر چکا تھا جس میں حضرت عرش آشیانی کی وفات سے فتور عظیم پیدا ہو گیا تھا اس لئے راجہ کو نوشتہ دیا کہ دو سال کی مدت میں اس خدمت کو انجام دے اس شرط کے ساتھ کہ اس صوبہ میں متعینہ لشکر کے علاوہ بارہ ہزار سوار اور دس لاکھ خزانہ کے ساتھ امداد میں دئے جائیں گے۔ دیوانان عظام کو حکم ہوا کہ جلد سامان کر کے روانہ کر دیں۔

انھیں ایام میں حضرت عرش آشیانی کی زیارت کے لئے دولت خانہ سے بہشت آباد تک جو تین کوس کے قریب فاصلہ پر ہوگا، پیا پیادہ تشریف لے گئے امرائے عظام، ارکان دولت اور تمام ملازم عتبہ خلافت موکب اقبال کے ہمرکاب تھے۔ زیارت سے فارغ ہو کر مقبرہ کی عمارت کو بغور ملاحظہ فرمایا اور بڑی بڑی رقمیں بطور خیرات اہل حاجت کو عنایت ہوئیں۔ جہاں پناہ کے مقبرہ کی عمارت میں پندرہ لاکھ روپیہ جس کے پچاس ہزار تومان رائج عراق اور چھیتر لاکھ خانی رائج توران آجکل کے نرخ کے مطابق ہوتے ہیں

خرچ ہوا۔
حکیم علی نقی کے حوض کا واقعہ غرائبات میں سے ہے جو انھوں نے اپنے گھر میں تعمیر کیا تھا، اس میں نئی بات یہ تھی کہ کنج حوض میں ایک گھر پانی کے نیچے بنایا تھا نہایت روشن اور صاف، اس گھر میں کچھ سامان کی بچھی اور چند کتابیں رکھی ہوئی تھیں، ہوا کا ایسا انتظام تھا کہ پانی کا ایک قطرہ اس گھر میں نہ آسکتا تھا جو شخص اس کی سیر کرنا چاہتا اس کنج میں غوطہ لگاتا۔ دو تین زینے ملتے ان کو طے کر کے گھر کے اندر داخل ہو جاتا، وہاں تر لنگی اتار دیجاتی بجائے اس کے خشک لنگی تیار ملتی اس کو باندھ کر گھر کی سیر کیجاتی۔
اس مکان میں دس بارہ آدمیوں کی جگہ تھی باہم بیٹھ کر تفریح کرتے تھے اعلیٰحضرت حوض مذکور کی سیر کیلئے حکیم کے یہاں گئے اور پانی میں گھس کر اس گھر کی سیر کی اور حکیم کو دو ہزاری منصب سے سرفرازی بخشی۔
اس تاریخ کو فتح ولایت دکن کیلئے خانخاناں کو اجازت ملی، خلعت باکمر و شمشیر مرصع اور اسپ وفیل عنایت ہوا۔
چونکہ برادران مرتضیٰ خاں کے سلوک و طرز معیشت سے گجرات کے لوگ بدظن اور نالاں تھے اس لئے اس کو درگاہ والا میں طلب کر کے ولایت گجرات خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کی نگرانی میں دی گئی اور حکم ہوا کہ خود تو بدولت کی خدمت میں رہے اور اس کا بڑا بیٹا جہانگیر قلی خاں باپ کی نیابت میں اس ملک پر نگرانی و حکومت کرے۔

آغاز سنہ چہارم جلوس اقدس

شب پنجشنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۱۷ھ کو نیر اعظم برج حمل میں تحویل ہوا اور اس کے ساتھ ہی جلوس مبارک کے چوتھے سال کی ابتدا ہوئی۔
اس سال میرزا برخوردار خلف عبد الرحمن دولدی خان عالم کے خطاب سے ممتاز ہوا اعلیٰحضرت صاحب قران کے زمانہ سے ابتک کہ حضرت شاہنشاہی کی نوبت ہے ہمیشہ اس کے اجداد اس خاندان رفیع الشان میں حقوق خدمت ثابت کرتے رہے ہیں۔ اور نسلاً بعد نسل ریاست و امارت ان کے حصہ میں منتقل ہوتی آئی ہے۔ اس کا جد کلاں میر شاہ ملک امرائے صاحبقرانی میں سب سے بڑا امیر تھا، اور جب تک زندہ رہا دولت خواہی وحق شناسی کے سوا کوئی قابل شکایت بات نہ کی۔ چونکہ مورخوں نے اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اس لئے اب طول دینا غیر ضروری ہے۔

جب رانا کی مہم جیسی چاہئے مہابت خاں سے سر نہ ہوئی اس کو حضور میں طلب فرما کر اس کے بجائے عبداللہ خاں کو اس لشکر کا سردار مقرر کیا۔

اس سال شاہزادہ پرویز کو حکومت صوبۂ دکن کی اجازت عطا ہوئی اور بیس لاکھ روپیہ خزانہ لشکر دکن کی مدخرچ کیلئے ہمراہ کیا، آصف خاں کو شرف اتالیقی بخشا گیا، امیرالامرا اور دوسرے افسران سپاہ شاہزادہ کی کومک کیلئے مقرر ہوئے۔

ایک موقع پر ایک قلندر نے شیر پیش کیا، نہایت تناور، قوی و عظیم الجثہ بچپن سے اس کو پالا، لعل خان نام رکھا تھا اور اتنا مطیع کر لیا کہ آدمی کو آزار نہ پہنچاتا تھا ایک دن حضور میں طلب کیا گیا کہ بیل کے ساتھ مقابلہ کرے۔ بہت سی مخلوق تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئی، بہت سے جوگی بھی ایک جانب کھڑے محو تماشا تھے، شیر جوگیوں کی طرف لپکا اور ایک جوگی کو جو برہنہ تھا پکڑ کے ملاعبت کے طریقہ پر نہ غصہ سے جیسے اپنی مادہ کے ساتھ جفتی کرتا ہے اس کے ساتھ حرکت کرنے لگا اور انزال کے بعد چھوڑ دیا۔ جوگی کو اس کے ناخن و دندان وغیرہ سے کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اس بنا پر حکم ہوا کہ شیر کو قید و زنجیر سے نکال کر چھوڑ دیں کہ محل کی فضا میں دریا کی طرف اپنی حالت میں پھرتا رہے اور تین چار شیربان سونٹے ہاتھ میں لئے اس کے ساتھ رہیں۔ ایک مرتبہ اور ایسی ہی حرکت اس شیر سے ظاہر ہوئی۔

اب چونکہ خاطر اشرف شیروں کی نگاہداشت اور ان کے تماشہ پر متوجہ تھی بہت سے شیر بچے بطریق پیشکش نذر کئے گئے جو صحن میں دریا کی جانب بے زنجیر و طوق پھرا کرتے تھے، اور ہر شیر پر دو شیربان مقرر تھے جو کھانا دینے جاتے تھے رفتہ رفتہ کئی تنومند او رجسیم شیر جمع ہو گئے، ایک کا مردانہ، ایک کا فیل جنگ اور ایک کا شیر دل نام رکھا گیا اور ایک مرتبہ ان کی آپس میں جنگ کرائی گئی چونکہ شیر کی لڑائی شیر کیساتھ موزوں نہیں اس لئے مستی و زور جوانی میں کئی شیر لڑ کر ضائع ہو گئے۔

ایک مادہ شیر کسی نر شیر کے ساتھ جفت ہو کر حاملہ ہوئی۔ جب اس کے بچہ ہوا تو اس وقت تک دودھ پلاتی رہی جب تک کافی عمر کو پہونچ کر لقمہ کھانے کے قابل ہو گیا۔

یہ واقعہ نہایت عجیب ہے جو عہد جہانگیری میں ظاہر ہوا، کسی عہد کسی زمانہ میں ایسا نہیں ہوا کہ شیر بے بند و زنجیر آدمیوں میں پھرتے رہیں، چودہ پندرہ شیر میں نے بھی جھروکہ کے صحن میں دریا کی طرف پھرتے دیکھے، جن کے ساتھ حفاظت کے لئے شیربان رہتے تھے۔

اس سال صبیہ مظفر حسین میرزا پسر سلطان حسین میرزا ابن بہرام میرزا ابن شاہ اسمٰعیل صفوی کے ساتھ شاہزادہ عالم سلطان خرم کا پیام دیا گیا اور علاوہ جنس کے پانچ ہزار روپیہ نقد برسم ساچق ارسال فرمایا گیا

سیادت پناہ مرتضیٰ خاں کو پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے موافق جاگیر بطور تنخواہ عطا ہوئی۔ اسلام خاں صاحب صوبۂ بنگالہ کو منصب پنجہزاری ذات و سوار سے عزّت دی گئی۔ جب عرض مکرر سے معلوم ہوا کہ دکن کی مہم شاہزادہ کے ہمراہی لشکر سے طے نہیں ہوتی اور دکن والے روپیہ کے زور سے لشکر فراہم کر کے عنبر بد اختر کے ہمّت دلانے سے استقلال و تکبر کا دم بھر رہے ہیں تو خانخاناں کو دس بارہ ہزار سوار جنہیں سے سیف خاں بارہہ، حاجی بیگ اوزبک، سلام اللہ عرب برادر زادہ مبارک عرب بھی تھے جو جویزہ و سغول کا حاکم تھا شاہزادہ کی کمک و امداد کے لئے متعین ہوے۔ سلام اللہ شاہ عباس کے نزدیک نہایت عزیز تھا اور شجاعت و دلیری میں یکتا اتفاقاً شاہ سے متوہم ہوکر اس آستانہ پر مائل ہوا مگر شراب کی شامت سے یہاں بھی کچھ نہ کر سکا اور اپنی زندگی تباہ کر دی۔

خان جہاں کو خلعت صد زردوزی، کمر شمشیر مرصع، اور اسپ خاصہ مع زین مرصع و فیل خاصہ و سکہ و علم عنایت فرمایا اور راقم اقبالنامہ کو حکم ہوا کہ فوراً عبداللہ خاں کے پاس جا کر ان بارہ ہزار سواروں میں سے جو رانا کے استیصال کے لئے اس کے ساتھ ہیں چار ہزار سوار اپنے ساتھ لے اور اوجین و مندو کے اطراف میں خانجہاں کے پاس پہنچا کر واپس آئے، اور یہ بھی حکم ہوا کہ جن آدمیوں کو اپنے ساتھ لیجائے ان کو بطور امداد تقسیم کرنے کے لئے ایک لاکھ روپیہ اپنے ساتھ لیجائے، اس تاریخ کو پرگنہ باری کی طرف بارادۂ شکار توجہ فرمائی۔

سال پنجم جلوس مقدس

روز یکشنبہ ۲۴ ذیحجہ ۱۰۱۸ھ کو جس وقت آفتاب برج حمل میں آیا جلوس مبارک کا پانچواں سال فرخی و سعادت ہمرکاب لئے میدان ظہور میں جلوہ گر ہوا جشن نوروز شکارگاہ پرگنہ باری میں منایا گیا۔

شکارگاہ میں چونکہ ہوا گرم ہو گئی تھی اس لئے عنان معاودت جانب مستقر الخلافت معطوف فرمائی گئی۔ اس اثنا میں صاحب صوبہ و واقعہ نویس کابل کی عرائض سے اطلاع ملی کہ ولی محمد خاں والی توران شاہ عباس فرمانروائے ایران کے پاس امداد طلب کرنے گیا تھا۔

اس واقعہ کے تفصیلی اجزا یہ ہیں کہ جب ولی محمد خاں کو تخت و دولت میسر ہوا تو آغاز سلطنت سے چار سال تک تو معدلت پسندی، داد و دہش و حسن سلوک وغیرہ اطوار پسندیدہ سے حکومت کرتا رہا آخر میں نحوست ازلی جو اسکی قسمت میں ودیعت تھی ظاہر ہوئی۔ اور اس نے خوش اطواری چھوڑ کر ستمگاری و دل آزاری پر کمر باندھی، چند اوزبک سردار و لنگو جو اس کی سلطنت کے منتخب و ممتاز ارکان تھے

مثل دوستم ارغون، حاجی بی قوپچی علی سیدی منقبت، دیوان بیگی شاہ کوچک بی دیوان بیگی کو جنھیں خود تربیت کرکے مرتبۂ امارت تک پہنچایا تھا اس شبہ میں کہ امام قلیخاں و نذر محمد سلطان اس کے بھتیجوں کے ساتھ مراسلت رکھتے ہیں قتل کر ڈالا اور خاص و عام کے دل اپنے اطوار و کردار ناپسندیدہ سے نفرت سے بھر دیئے۔ اس اثنا میں امام قلی خاں و نذر محمد سلطان چند اوزبک امرا کی تحریک سے لشکر کشی کرکے اس کے بہت سے ملک پر متصرف ہو گیا، ولی محمد خاں نے ہر چند ہاتھ پانوں مارے کچھ نہ چلی اقبال نے منہ پھیر لیا، دولت روگرداں ہوئی جو کچھ اپنی بہبودی و اصلاح کے لئے سوچتا تھا اس کا نتیجہ برعکس نکلتا تھا۔ جب یہ جان لیا کہ قسمت برگشتہ ہے اور فلک مخالفت پر آمادہ مجبوراً ملک و دولت سے دل اٹھا کر دارای ایران شاہ عباس کے پاس پناہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا کہ شاید اس کی امداد و دستگیری سے کچھ کام چل جائے۔

شاہ عباس نے اس کا استقبال کیا اور حد درجہ مہربانی و دلجوئی سے جو ایسے اوقات میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہے پیش آیا اور کوئی موقع شکایت درمیان نہ آنے دیا۔ سنا گیا ہے کہ ایک دن شاہ نے اپنے باغ میں بڑے پیمانہ پر مجلس آرائی کرکے خانکو مدعو کیا، مجلس کے درمیان ایک نہر جاری تھی۔ اس کے اطراف میں چراغاں کا انتظام تھا، فرش اور چوبی تختے نہر پر بچھے ہوئے تھے کہ لوگ آمد و رفت جاری رکھ سکیں، اتفاقاً ولی محمد خاں کا ہاتھ پکڑ کے شاہ سیر فرمانے لگے اور چاہا کہ نہر سے گزر جائیں اثنائے عبور میں ولی محمد خاں جو نشہ میں مست تھا نہر میں گر پڑا، شاہ بھی خان کے غرق ہونے کے خیال سے کود پڑے اور خان کا ہاتھ پکڑ کے پانی سے نکال لائے۔ مختصر یہ کہ ولی محمد خاں پچپن روز اصفہان میں رہ کر شاہ سے اجازت خواہ ہوا اور چونکہ اوزبک پے در پے خطوط کے ذریعہ سے اس کو طلب کر رہے تھے اور وہ قزلباشوں کو اپنے مقصد کے خلاف سمجھتا تھا بغیر کمک و مدد حاصل کئے تنہا لوٹ آیا۔ بعد ازاں اپنی سرحد میں ہنگر سپاہ کی تیاری و جنگ کی فراہمی میں کوئی حصہ نہ لیا۔ جاتے ہی تخت پر بیٹھا اور امام قلی خاں کے ساتھ مقابلہ کرکے نواح سمرقند میں شکست کھائی اور اسیر ہو کر قتل ہوا۔ اس کی مدت سلطنت ۶ سال ہے۔

مجلس بہشت آئین میں ملا میر علی احمد مہرکن کا واقعۂ وفات غرائب اتفاقات سے ہے

ملا میر علی احمد صنعت مہر کنی میں یکتائے روزگار تھا اور مہر کن جو کچھ ہوے پر کندہ کرتے ہیں وہ کاغذ پر لکھ سکتا تھا، اس کا باپ ملا حسین بھی مہر کن تھا اور نقشی تخلص کرتا تھا، مرد درویش و مبارک نفس تھا حضرت شاہنشاہی کے مکتب میں باریابی حاصل تھی، اور ان کے ساتھ سبق کی تکرار کرتا تھا۔ اسی نسبت سے جہاں پناہ ملا کو خلیفہ فرمایا کرتے تھے۔

مختصراً اس سانحہ کی حقیقت یہ ہے کہ پنجشنبہ کی شب کو قوالوں کی ایک جماعت غزل سرائی میں مصروف تھی اور ایک مکار رسماً امیر خسرو کے اس شعر پر وجد کر رہا تھا۔

ہر قوم راست راہے، دینے و قبلہ گاہے — من قبلہ راست کردم بر سمت کجکلاہے

حضرت شاہنشاہ نے ملا علی احمد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "مُلا اس شعر کی کیا حقیقت ہے"؟ اس نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ میں نے اپنے والد سے ایسا سنا ہے کہ ایک دن سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سر پر ایک ٹوپی کج رکھے، دریائے جمن کے کنارے کوٹھے پر بیٹھے ہوئے ہنود کی عبادت و غسل کا تماشا دیکھ رہے تھے، اسوقت امیر خسرو حاضر ہوئے حضرت شیخ نے امیر کی جانب منھ کر کے فرمایا "ان لوگوں کی عبادت کا طریقہ دیکھتے ہو" اور پھر مصرعہ پڑھا۔ ہر قوم راست راہے، دینے، و قبلہ گاہے۔ امیر نے بے تامل شیخ کی جانب مڑ کر یہ مصرع کہا

من قبلہ راست کردم بر سمت کجکلاہے

ملا علی احمد نے مصرع ثانی ختم نہ کیا تھا کہ بیخود ہو کر گر پڑا اور سرد ہو گیا۔

اس سے زیادہ عجیب واقعہ پٹنہ میں خسرو جعلی کا ظہور ہے جس کی صورت یہ ہے کہ افضل خاں حاکم صوبۂ بہار گورکھپور کے قصد سے روانہ ہوا جو از سر نو اس کی جاگیر میں دیا گیا تھا اور پٹنہ سے ساٹھ کوس کی مسافت پر واقع ہے، اور پٹنہ میں شیخ حسام بنارسی، و غیاث بیگ کو جو اس صوبہ کے دیوان تھے منصبداروں کی ایک جماعت کے ساتھ انتظام کیلئے چھوڑ آیا تھا، اتفاقاً قطب نام ایک نامعلوم شخص درویشوں کی وضع و لباس میں اوجینیہ پہنچا جو نواح پٹنہ میں واقع ہے اور ان واقعہ طلب مفسدوں کے ساتھ ارتباط دوستی و یکجہتی پیدا کر کے ظاہر کرنے لگا کہ میں خسرو ہوں اور قید خانہ سے بھاگ کر ان حدود میں آگیا ہوں۔ اگر میری مدد کرو تو میری کامیابی و مقصدوری کے بعد اس دولت کے شریک ہو جاؤ گے۔ اس طرح ان سادہ لوح مفسدوں کو ابلہ فریب باتیں کر کے اپنے ساتھ

متفق کر لیا، اور ان کو یقین دلا دیا کہ میں خسرو ہوں۔ غرض کہ بہت سے سوار و پیادہ اس کے ساتھ ہو گئے اور وہ بعجلت تمام سکوے کر قلعہ پٹنہ کی طرف متوجہ ہوا۔

شیخ بنارسی گھبراہٹ اور خوف کے بارے استحکام قلعہ میں حصہ نہ لے سکا مفسد قلعہ کے دروازہ سے اندر گھس آئے، شیخ غیاث بیگ کے ساتھ دریا والی کھڑکی سے نکلکر کشتی کے ذریعہ سے بھاگ نکلا۔ اور افضل خاں کے پاس روانہ ہوا۔ مفسد و باغی لوگ افضل خاں کے اسباب و اموال اور خزانۂ شاہی پر قابض ہو کر گلچھرے اڑانے لگے۔ بہت سے مفلس و آوارہ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔

یہ وحشت ناک خبر گورکھپور میں افضل خاں کو پہنچی، اور شیخ بنارسی و غیاث بیگ بخشی نے بھی زبانی تمام واقعات بیان کئے کہ یہ خسرو نہیں ہے۔ افضل خاں یہ سنتے ہی باقبال شاہی اس بدکار گروہ کی بیخکنی کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ مفسد و نکو جب افضل خاں کے آنے کی اطلاع ملی تو قلعہ اپنے ایک معتمد کے سپرد کر کے سوار و پیادہ فوج لیکر دریائے پن پن کے کنارے میدان قتال آراستہ کیا۔

چونکہ اقبال روز افزوں ہر وقت اور ہر جگہ جاں نثار فدائیوں کے ساتھ رہتا ہے تھوڑی ہی دیر کے مقابلہ میں مخالفوں کی جمعیت درہم برہم کر دی یہ لوگ دوبارہ قلعہ میں داخل ہو جاتے تھے لیکن پریشانی میں دروازۂ قلعہ و برج و فصیل کا خیال نہ رکھ سکے۔ افضل خاں تعاقب کرتا ہوا قلعہ میں گھس آیا۔ وہ بد شعار افضل خاں کے گھر میں گھس کر دروازہ مضبوط بند کر کے تین پہر تک بیٹھا رہا اور وہیں سے قریب تیس آدمی زخم تیر سے ضائع کر دیئے اس کے بعد جب عاجز ہو گیا اور اس کے ہمراہی خوف جان کے مارے فرار ہو گئے تو اس گھر سے نکلا اور افضل خان کے مقابلہ پر آیا۔ افضل خاں نے دیکھتے ہی آتش فساد بجھانے کے لئے اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ خبریں متعاقب مسامع عزت وجلال میں پہنچیں فرمان ہوا کہ شیخ حسام بنارسی، غیاث بیگ اور دوسرے عہدہ داروں کو جنھوں نے شہر و قلعہ کی حفاظت میں کوتاہی کی سر اور داڑھی مونڈھ کر زنانہ لباس (معجر) پہنائیں اور گدھے پر الٹا بٹھا کر روانہ درگاہ کریں۔ اور شہر و قصبات میں جو سر راہ واقع ہیں تشہیر کریں تا کہ تمام کوتاہ اندیش نامردوں کی عبرت و بیداری کا سبب ہو۔

اعتضاد الخلافت الکبریٰ یعنی مرتضیٰ خاں کو پنجاب جو ممالک محروسہ کے بڑے صوبوں میں

سے ہے بعطائے عہدہ صاحب صوبگی عنایت ہوا تاج خاں کو جو صوبہ ملتان میں تھا حکومت کابل عطا ہوی ہے

اس سے قبل مہابت خاں کو خانخاناں کے بلانے کے لئے دکن بھیجا گیا تھا۔ اسوقت خانخاناں اسکو اطراف دار الخلافت میں چھوڑ کر خود پہلے آگیا اور سعادت آستاں بوسی حاصل کی۔ چونکہ پہلے مدّت معینہ کے اندر فتح دکن کا خط عہد سپرد کر دیا تھا۔ برہانپور پہونچکر ایسے وقت جبکہ نقل و حرکت کے لائق نہ تھا، سواری و آمد و رفت سپاہ گری و کار دانی کے منافی تھی، سلطان پرویز کو لشکر گراں کے ساتھ بالاگھاٹ پر لایا۔ اور سرداروں کی نا اتفاقی، امراکے نفاق و اختلاف رائے سے سر رشتۂ تدبیر ہاتھ سے نکل گیا اور یہانتک نوبت پہنچی کہ لوگ غلہ کی تنگی کی وجہ سے آشفتہ حال و پریشان ہوگئے، گھوڑے اور اونٹ بہت سے ضائع ہوگئے،، ادھر قضائے آسمانی سے بارش بےموقع جو حقیقتاً قہر الٰہی تھی نازل ہوئی، نیم جان جانور (چار دا ہیہ) جو لاغری و زبونی سے بےحال ہو رہے تھے، مر کے رہ گئے مجبوراً بدبخت مخالفوں کے ساتھ خلاف شان صلح کرکے تباہ حال برہانپور آیا

دولتخواہوں نے یہ بات خانخاناں کی منافقت و بداندیشی پر محمول کرکے درگاہ والا میں اطلاع بھیجدی اور خود علیحدہ ہوگئے۔ خصوصاً خان جہاں نے لکھا کہ جوکچھ ہوا، خانخاناں کے نفاق سے ہوا، یا اس خدمت کو مستقلاً اس کے سپرد فرما دیں یا آپنے اس نواختہ و پرداختہ کو تسخیر دکن کی خدمت پر مقرر فرمائیں۔ اور تیس ہزار خوش اسپہ سوار اس فدوی کی مدد کیلئے متعین کریں تاکہ اقبال روز افزوں کی برکت سے تمام ملک بادشاہی کو جو غنیم کے تصرف میں ہے آزاد کرکے قلعوں پر قابض ہو اور سرحدوں کا ضبط و انتظام کرے بلکہ ولایت بیجاپور کو بھی جو عادلخاں کے تصرف میں ہے قبضہ میں لے کر ممالک محروسہ میں شامل کردے اور اگر اس مدت میں یہ خدمت انجام نہ پائے تو سعادت کورنش سے محروم ہو کر بندگان خداوندی کو منہ نہ دکھائیگا۔

جب نوبت یہاں تک پہونچی اور خانخاناں کو وہاں رہنا صلاح دولت نہ معلوم ہوا، اس لشکر کی سرداری خانجہاں کو تفویض ہوئی اور خانخاناں کو درگاہ مبارک میں طلب کر لیا گیا۔

اس تاریخ کو جشن شادی شاہزادۂ بلند اقبال سلطان خرم دختر مظفر حسین میرزا صفوی کے ساتھ آراستہ ہوا اور حضرت شاہنشاہ نہایت مسرت اور بے پایاں خوشدلی کے ساتھ شاہزادہ عالی مقدار کے مکان میں تشریف لائے اور اس جشن کے شایان شان ایک مجلس مرتب فرمائی اکثر امرا کو خلعت عنایت ہوا۔ چونکہ دکن کی مہم امرا کی نا اتفاقی اور خانخاناں کے نفاق سے معرض توقف میں آگئی تھی اور عساکر سلطانی بحال تباہ برہانپور واپس آگئے تھے، اس لئے خان اعظم کو تازہ دم لشکر کے ساتھ اس جانب رخصت فرمایا خان عالم، فریدوں خاں برلاس، یوسف خاں ولد حسین خاں تکریہ، علی خاں نیازی، باز بہادر قلماق اور دوسرے منصبدار تقریباً دس ہزار سوار موجود اس کی کمک کے لئے مقرر ہوئے، علاوہ ان کے دو ہزار سوار احدی اور اضافہ کرکے کل امدادی فوج بارہ ہزار اس کی ہمراہی کیلئے متعین ہوئی تیس لاکھ روپیہ خزانہ مع چند حلقہ فیل ساتھ کیا گیا، خلعت فاخرہ کمر شمشیر مرصع اسپ و فیل خاصہ اور پانچ لاکھ روپیہ بصیغۂ امداد خان اعظم کو عنایت ہوا۔

خان اعظم کو دکن روانہ کرنے کے بعد طبع مبارک شکار پر مائل ہوئی اتفاقاً ایک دن انوپ رائے اثنائے شکار میں ایک درخت کے نزدیک پہونچا جس پر چند چیلیں بیٹھی ہوئی تھیں اور تیر و کمان لے کر ان کے مارنے کا قصد کیا۔ قضارا اس درخت کے پاس ایک نیم خوردہ بیل نظر آیا، ابھی وہ اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک تناور اور غضب ناک شیر اس طرف سے اٹھ کر روانہ ہوا، باوجودیکہ دو گھڑی دن سے زیادہ وقفہ غروب آفتاب میں نہ تھا، جہاں پناہ کا ذوق شیر شکاری یاد کرکے چند آدمیوں کے ساتھ متوجہ ہوا اور شیر کو فیل بند کرکے خبر کے لئے حضور شاہ میں آدمی بھیجا۔ جب یہ خبر شاہ فیل بند کے حضور میں پہونچی عنان عزم اس طرف پھیر دی، اسوقت شاہزادۂ والاقدر کرم اداس، اعتماد رائے اور حیات خاں مع دو تین اور آدمیوں کے ساتھ ہوئے شیر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا نظر آیا ارادہ ہوا کہ گھوڑے کی پیٹھ سے بندوق چلائیں لیکن چونکہ گھوڑا شوخی کرتا تھا اور ایک جگہ نہیں ٹھہرتا تھا مجبوراً پیادہ ہو کر بندوق چھتیائی اور شیر پر سر کردی مگر معلوم نہ ہوا کہ شیر تک گولی پہونچی یا نہیں، دوبارہ تیر مارا، شیر اپنی جگہ سے بپھر کر حملہ آور ہوا اور میر شکاری کو جو شاہین ہاتھ میں لئے کھڑا تھا زخم پہنچا کر پھر اپنی جگہ بیٹھ گیا، حضرت نے پھر بندوق بھر کر سہ پایہ (تپائی) پر رکھی، انوپ رائے تپائی کو مضبوط پکڑ کے بیٹھ گیا، کمر میں تلوار اور ہاتھ میں عصا کے چوبی لئے رہا

شاہزادہ عالم سلطان خرم حضرت کے بائیں جانب جو دل کی طرف ہے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے
تھے اور رامداس و دیگر خدام جہاں پناہ کے پیچھے۔

شیر غضب آلود اٹھا جہاں پناہ نے فوراً تبلیغی و بائی، گولی اور تیر اس کے دانت اور منھ
کے پاس سے نکل گیا آتش افروز بندوق کی آواز سے شیر اور بھڑک اٹھا جو لوگ نزدیک
کھڑے تھے حملہ کی تاب نہ لاکر پراگندہ ہوگئے۔ جہاں پناہ لوگوں کے پشت و پہلو لگنے سے
ایک دو قدم پیچھے گر پڑے فرماتے تھے کہ ان میں سے دو تین آدمی میرے سینہ پر پانوں
رکھ کر گذر گئے۔

پھر اعتماد رائے اور کمال قراول کی مدد سے خود کو سیدھا کیا، اسوقت شیر نے بائیں جانب
والے لوگوں کا قصد کیا۔ اب انوپ رائے تپائی کو چھوڑ کر شیر پر متوجہ ہوا، شیر بھی اسی کیطرف
لپکا، انوپ رائے نے اپنے ہاتھ والا ڈنڈا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کے دو مرتبہ
شیر کے رسید کیا، شیر نے اس کو پکڑ کے زمین پر ڈالدیا اور دونوں ہاتھ منھ میں لے کر چبانا شروع
کر دیا۔ لیکن انوپ رائے نے وہ ڈنڈا اور چند انگوٹھیاں جو اس کے ہاتھ میں تھیں نہ چھوڑیں
کہ ایسا نہ ہو کر اس کے ہاتھ بالکل بیکار ہو جائیں۔ اب انوپ رائے شیر کی پیٹھ پر اس کے
دونوں ہاتھوں کے درمیان ایک ہاتھ اس کے پانوں پر حائل کئے ہوئے تھا، اسوقت
شہزادہ شیر دل شیر شکار نے غلاف سے تلوار نکالی اور چاہا کہ شیر کی کمر پر وار کریں کہ انوپ رائے
کا ہاتھ نظر آیا اور احتیاط کے خیال سے تلوار ہاتھ سے پھینکدی پھر رامداس نے شیر کو کچھ زخمی
کیا اور حیات خاں نے بھی کئی ڈنڈے اس کے سر پر مارے۔ انوپ رائے پہلو پر لیٹ کر
زانو کے زور سے سیدھا کھڑا ہو گیا انوپ رائے کا سینہ بھی ناخن کے صدمہ سے زخمی ہو گیا
تھا۔ جب وہ شیر کے نیچے سے نکل آیا اور شیر روانہ ہوا تو اس نے شیر کے پیچھے سے تلوار علم کرکے
اس کے سر پر ماری اور جب منھ پھیرا تو دوسری تلوار اس کے چہرہ پر لگائی چنانچہ شیر کی دونوں
آنکھیں کٹ گئیں اور ابروؤں کی کھال جو تلوار سے کٹ گئی تھی اس کی آنکھوں پر لٹکنے
لگی۔ اسوقت صالح نام ایک مشعلچی گھبرایا ہوا آیا چونکہ رات اندھیری ہوگئی تھی تاریکی کی وجہ سے
شیر سے ٹکرایا شیر نے ایک طمانچہ مارکر اسے زمین پر گرادیا، گرتے ہی دم نکل گیا اتنے
میں چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے اور شیر کا کام تمام کردیا۔

انوپ رائے کو خطاب انیرائے سنگھدلن اور اضافہ منصب سے سرفرازی بخشی گئی

اسی حالت میں خانہ زاد شیروں میں سے ایک شیر مست و قوی ہیکل نظر آیا حکم ہوا کہ چار نیل گاؤ اس پر باندھ دیں جسکا وزن ہندوستانی ۴۴ من ہوگا شیر انکو لے کر روانہ ہوا پھر ارشاد ہوا کہ یک نیل گاؤ اور ان چار کے اوپر کس دیں اسوقت نہ اٹھ سکا بعد اس کے ارشاد ہوا کہ جب سیدھا کھڑا ہو تو اس کے اوپر یہ بھی ڈالدیں تب وہ پانچوں نیل گاؤ کو لے کر چل نکلا یقین ہے کہ ان کا وزن پچاس من سے زیادہ ہوگا۔

اسی زمانہ میں شاہزادہ خسرو کے محل میں دختر مظفر حسین میرزا کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی حضرت شاہنشاہی نے اس کا نام پرہیز بانو بیگم رکھا۔

سال ششم جلوس ہمایوں

چھٹی ماہ محرم ۱۰۲۰ھ کو جلوس کا چھٹا سال آغاز ہوا محفل جشن نوروز منعقد ہوئی اس جشن مبارک میں یادگار علی سلطان ایلچی شاہ ایران حضرت عرش آشیانی کی پرسش و تعزیت اور جلوس مقدس کی شادیانت کے لئے آیا تھا سعادت ملازمت سے بہرہ مند ہوا اور جو تحائف شاہ عباس نے بھیجے تھے گھوڑے قبچاق، ترکی، نفیس لباس اور کئی قسم کے تحفے ملاحظۂ اشرف میں پیش کئے، خلعت مناسب اور تیس ہزار روپیہ نقد جس کے ہزار تومان عراقی ہوتے ہیں ایلچی مذکور کو عطا ہوا، مضمون مکتوب شاہ عباس یہاں درج کیا جاتا ہے۔

رقیمہ محبت شاہ والاجاہ

"جب تک فیض ربانی کی بارش سے گلشن دنیا میں تازگی رہے ہمیشہ اعلیٰ حضرت خورشید منزلت بادشاہ جوان بخت شہریار نامدار جہانگیر کشور کشا مسند نشین بارگاہ عظمت و اقبال صاحب ملک دولت و جلال نزہت افزائے باغ کامرانی چمن آرائے گلشن صاحبقرانی، شارح رموز آسمانی زیور چہرۂ عقل و دانائی مجموعۂ کمالات انسانی آفتاب فلک قدرت سایۂ عاطفت پروردگار بادشاہ جم جاہ انجم سپاہ آسمان وقار صاحبقران خورشید کلاہ، عالم پناہ کا گلشن سلطنت اور باغ مراد رحمت الٰہی کے سرچشمہ سے سرسبز رہے اور خدا ذات اقدس کو نظر بد سے محفوظ رکھے شوق و محبت کی حقیقت اور دوستی و قلبی تعلق کی کیفیت اندازہ تحریر سے باہر ہے۔"

ع قلم را آں زباں نبود کہ راز عشق برگوید

اگرچہ ظاہری اعتبار سے دوری مانع ملاقات ہے، لیکن ہمت بلند کے نزدیک نسبت قرب باطنی قرب ظاہری سے مرجح ہے۔ الحمد للہ کہ نیازمند اور آں مخلص کے درمیان جو وحدت ذاتی قائم ہے اسکو دیکھتے ہوئے یہ حقیقت ثابت ہے کہ بعد مکانی اور دوری ظاہری قرب قلبی و وصال روحانی کے مانع نہیں ہے اور یکجہتی کا معاملہ ہے۔

اس لحاظ سے ضمیر منیر کے آئینہ پر گرد ملال نہیں پڑتی اور اس آئینہ پر اس مظہر کمال (یعنے آپ) کا عکس پرتوفگن ہوا، ہمیشہ مشام جان محبت و دوستی کی پاکیزہ و عطر بیز خوشبوؤں سے معطر رہ کر خاطر دوستی پسند کا زنگ دور کرتا رہتا ہے۔

ع ہم نشینم بخیال تو و آسودہ دلم
کیں وصالیست کہ در پئے غم ہجرانش نیست

خدا کا شکر ہے کہ دوستان حقیقی کا نہال آرزو ثمرۂ مراد سے بارور ہوا، اور جو شاہد مقصود سالہا پردۂ خفا میں مستور رہا اور بارگاہ الٰہی سے عجز و نیاز کے ساتھ اس کی دعائیں مانگی جاتی تھیں نہایت خوشنمائی کے ساتھ غیب سے رونما ہوا اور سلطنت کے مبارک تخت پر اس محفل آرائے بادشاہی و زینت افزائے تخت شاہنشاہی سے (یعنی آپ سے) ہم آغوش ہوا۔ اہل عالم کے سر پر عدل و رحمت اور جہانداری کی برکتیں سایہ فگن ہوئیں۔ امید کہ خدائے مراد بخش آں مبارک طالع کے جلوس میمنت مانوس کو سب کے لئے مبارک کر کے ہمیشہ اسباب سلطنت و حکمرانی اور سامان شوکت و کامرانی میں ترقی و اضافہ فرماتا رہیگا۔

طریق دوستی و اتحاد جو ہمارے آباو اجداد کے درمیان قائم ہو چکا ہے اور اس مخلص محبت گزین اور آں معدلت آئین کے درمیان اس کی تجدید ہوئی ہے مقتضی تھا کہ جب آں جانشین مسند گورگانی و وارث افسر صاحبقرانی (آپ کا) کا مژدہ جلوس اس ملک میں پہنچے تو ایک معتمد خاص کو بعجلت رسوم تہنیت ادا کرنے کے لئے روانہ کیا جائے لیکن آذربائیجان و تسخیر شروان کی مہم پیش تھی۔ اور جب تک خاطر محبت آگین ان مہموں سے مطمئن نہ ہو، مستقر سلطنت میں مراجعت ممکن نہ تھی اس لئے اس امر اہم کے انصرام میں تقصیر ہوئی۔

ہر چند رسوم و آداب ظاہری اہل عقل کے نزدیک چنداں معتبر نہیں ہیں لیکن بلحاظ ظاہر اُن کا ترک کرنا کوتاہ بینوں کی نظر میں جنکا مطمح نظر امور ظاہری کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ عین مراتب دوستی کا ترک کرنا ہے لامحالہ ان مبارک دنوں میں جبکہ ابد دولت کے خادموں کی برکت توجہ سے ولایت از دست رفتہ کی مہمات حسب مدعاے احباب سرہوگئیں اور اس طرف سے بالکل اطمینان ہو کر دار السلطنت اصفہان میں جو مستقر سلطنت ہے نزول ہوا، امارت شعار مخلص کامل معتقد خاص کمال الدین بن علی سلطان کو جو آبا و اجداد سے اس درگاہ کے بندگان یکجہت و خیرخواہان صاف دل کے زمرہ میں، اصل ہے درگاہ معلی کی جانب روانہ کیا کہ سعادت کورنش و تسلیم حاصل کرنے اور دست بوسی و بساط عزت چومنے کے بعد لوازم پرسش و تہنیت ادا کر کے رخصت مراجعت حاصل کرے اور ذات ملائک صفات کی سلامتی و مزاج مبارک کی صحت کا مژدہ سنا کر اس خیرخواہ مخلص کا دل خوش کرے توقع ہے کہ ہماری محبت و دوستی کا جو درخت، آبا و اجداد سے ہمارے ذاتی تعلقات کی آبپاشی سے ابتک ہرا ہوتا رہا ہے آں سلطنت پناہ (آپ) اسکو ہمیشہ مراسلت و باہمی پیغام رسانی کے پانی سے سینچنے اور سرسبز و شاداب رکھنے میں مدد دیتے رہیں گے تاکہ تعلقات یگانگی مضبوط اور خطرات بیگانگی مفقود رہیں۔ حق سبحانہ تعالی اس برگزیدہ خاندان جاہ و جلال کو غیبی و آسمانی امدادوں سے مضبوط و سربلند رکھے،

نامناسب واقعات جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئے یہ ہیں کہ اس نامبارک زمانہ میں جب خاندوراں سرداران فوج کے ساتھ ممن نیکنہار اور حدود بنگش میں ٹھہرا ہوا تھا اور معز الملک بخشی چند اپنے اور چند سرکاری ملازموں کے ساتھ کابل میں تھا۔ احداد بدسگال نے فرصت غنیمت جانکر اپنے بہت سے سوار و پیادہ سپاہیوں کے ساتھ خود کو حدود کابل میں پہنچایا معز الملک نے اپنی قدرت و قوت کے مطابق شہر کو کوچہ بند کر کے مخالفوں کی شورش دفع کرنے کی کوشش کی مگر جب افغان چند طرف کے اطراف سے کوچہ و بازار میں گھس آئے تو معز الملک تاب مقاومت نہ لا کر حصار بند ہو گیا کابلیوں نے ہمت باندھ کر اپنے مکانوں اور کوٹھوں سے ان تیرہ بخت مفسدوں کے بہت سے لوگ تیر و تفنگ سے ہلاک کرڈالے جس سے افغانی جان کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے حضرت شاہنشاہی کے اقبال بے زوال کی برکت سے قریب ایک سو نفر تہ تیغ ہوئے اور دو سو نفر گھوڑے

چھوڑ کر اس مہلکہ سے فرار ہوئے۔

نادعلی میدانی لوہ گڑھ میں تھا جب یہ وحشت اثر اطلاع اس کو پہونچی تو ممکن عجلت کے ساتھ مسافت طے کر کے آخروں کو شہر آیا اور وہاں سے اِن بدشعاروں کا تعاقب کیا۔ مگر چونکہ فاصلہ بہت ہو گیا تھا اس لئے کچھ نہ کر سکا اور واپس آیا۔

اسی واقعہ سے متصل قلیچ خاں لاہور سے آکر زمین بوس ہوا اس کو حکومت کابل و استیصال احداد، وضبط افغانستان پر متعین کر کے صوبۂ پنجاب مرتضیٰ خاں کی جاگیر میں عنایت کیا گیا۔ خانخاناں اور اس کی اولاد کی جاگیر علاقۂ قنوج و کالپی میں مقرر ہوئی اور طے پایا کہ خود محال جاگیر میں پہنچکر متمردان ملکوسہ اور ان تمام حدود کے مفسدوں کو تنبیہ معقول کر کے ان کی بنیاد اکھاڑ دے۔

خواستگاری دختر اعتماد الدولہ

جو واقعات اس زمانہ میں پردۂ تقدیر سے ظاہر ہوئے ان میں دختر اعتماد الدولہ کی خواستگاری زیادہ اہم ہے اگر شرح و بسط سے رقم کیجائے تو صرف اسی واقعہ پر دفتر تیار ہو جائیں۔ مجبوراً اس تقدیری کرشمہ کے مجمل واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

میرزا غیاث بیگ خواجہ محمد شریف طہرانی کا بیٹا ہے، خواجہ ابتداً محمد خان تکلو حاکم خراسان کا وزیر تھا، اس کے انتقال کے بعد شاہ جمجاہ طہماسپ صفوی کی خدمت میں حاضر ہوا، شاہ نے اپنی وزارت خواجہ کے سپرد کر دی۔

خواجہ کے دو بیٹے تھے، پہلا آقا طاہر دوسرا غیاث بیگ۔ خواجہ محمد شریف نے اپنے بیٹے مرزا غیاث بیگ کی شادی میرزا علاء الدولہ پسر آقا ملا کی لڑکی سے کی۔ باپ کی وفات کے بعد غیاث بیگ دو لڑکے اور ایک لڑکی کے ساتھ ہندوستان روانہ ہوا قندھار میں خدا نے ایک اور لڑکی عطا کی، جستجو میں حضرت عرش آشیانی کے آستانہ اقدس پر جبینِ اخلاص گھس کر پیشانی نورانی بنائی اور تھوڑے دنوں میں قابلیت و حسن خدمت کی سفارش سے دیوانی محلات کے منصب پر مامور ہو گیا۔

غیاث بیگ حسن انشا و معاملہ فہمی کے علاوہ نہایت نیک ذات و کارگزار تھا قدما کے طرز اشعار کا تتبع کرتا تھا، سخن سنجان روزگار سے تھا، خط شکستہ بہت عمدہ لکھتا تھا

اوقات ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد اس کا تمام وقت شعر و سخن میں صرف ہوتا تھا اہل حاجت کے ساتھ اس کا سلوک اتنا بڑھا ہوا تھا کہ کوئی صاحب غرض اس کے گھر سے آزردہ نہ گیا۔ لیکن رشوت لینے میں بہت سخت، دلیر اور بے باک تھا۔

جس زمانہ میں حضرت عرش آشیانی لاہور میں تشریف فرما تھے علی قلی بیگ استجلو جو شاہ اسمٰعیل ثانی کے تربیت کردہ لوگوں میں سے تھا عراق سے آکر بندگان درگاہ کے زمرہ میں داخل ہوا، حسب نوشتۂ تقدیر میرزا غیاث کی لڑکی جو قندھار میں پیدا ہوئی تھی اس سے منسوب کردی گئی۔

علی قلی آخر میں برکات خدمت جہانگیری کی بدولت "شیر افگن خاں" کے خطاب اور منصب مناسب سے مفتخر و سرخ رو ہوا، اور جلوس اشرف کے بعد بنگالہ میں بعطائے جاگیر اس طرف رخصت کر دیا گیا۔ اس بد انجام کا مآل اور قطب الدین خاں کے قتل کا واقعہ اوراق گذشتہ میں اپنے موقع پر لکھا جا چکا ہے۔

جب شیر افگن اپنے عمل کی مکافات میں گرفتار ہو کر عازم عدم ہوا، حکم اشرف کی بنا پر متصدیان صوبۂ بنگالہ نے میرزا غیاث بیگ کی لڑکی کو (جو جلوس کے بعد اعتماد الدولہ کا خطاب حاصل کر چکا تھا) درگاہ والا میں بھیجدیا۔ اور جہاں پناہ نے اس کو واقعہ قطب الدین کے ملال کی وجہ سے رقیہ سلطان بیگم اپنی والدہ نسبتی کی خدمت میں دیدیا ان کے پاس یہ لڑکی ایک مدت تک ناکامی و کس مپرسی کے ساتھ بسر کرتی رہی۔

جب اختر مراد کے طلوع اور کوکب بخت کی ضیا پاشی کا وقت آیا، اقبال نے استقبال کیا طالع خواب گراں سے بیدار ہوا، سعادت نے منھ دکھایا، دولت جلوہ آرا ہوئی زمانہ صرف مشاطگی ہوا، ہوس مچلنے لگی، امیدیں بڑھنے لگیں، آرزوئیں ہر طرف سے گھیرنے لگیں، در بائے بستہ کی کلید مل گئی، دلہائے خستہ نے دوا پائی، الحاصل کرشمہ ہائے آسمانی سے ایک دن جشن نوروز میں جہاں پناہ کی منظور نظر ہوئی اور پرستاران حرم سرائے کے گروہ میں شامل ہو کر آناً فاناً عزت و مراتب ارتقا میں عروج حاصل کرتی ہوئی علوئی منصب کی آخری منزل پر پہنچ گئی پہلے نور محل نام رکھا گیا اور چند روز کے بعد نور جہاں بیگم خطاب عنایت ہوا، اس کے تمام اعزہ و اقارب مختلف مراحم و نوازش سے سربلند ہوئے اپنایت کی نسبت اور انہوں کی کامرانی کی بدولت اعتماد الدولہ کے غلاموں اور خواجہ سراؤں میں سے ہر ایک نے خانی کا خطا

اور ترخانی کا منصب حاصل کیا۔ بیر کنیز دائی دلارام نام جس نے بیگم کو دودھ پلایا تھا حاجی کوکہ کی جگہ صدر اناث مقرر ہوئی۔ اور جو مدد معاش عورتوں کو مرحمت ہوتی تھی اس کے لئے صدر الصدور دلارام کی مہر معتبر سمجھتا تھا

ے کنند خویش و تبار تو ناز و می زیبد بہ حسن یک تن اگر یک قبیلہ ناز کند

سوائے خطبہ کے جتنی باتیں لوازم سلطنت و فرمانروائی سمجھی جاتی ہیں سب بیگم سے متعلق ہو گئیں تھوڑی دیر جھروکہ میں بیٹھتی تھی تو سب لوگ کورنش کو حاضر ہو کر احکام پر کان لگائے رہتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد سکہ بھی بیگم کے نام کا چلایا گیا سکہ پر یہ شعر کندہ تھا

ے بہ حکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور بنام نورجہاں بادشاہ بیگم زر

فرمانوں پر یہ الفاظ بطور طغرا ثبت ہوتے تھے وو حکم علیہ عالیہ مہد علیا نورجہاں بادشاہ بیگم" رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آئی کہ بادشاہی کا صرف نام رہ گیا۔ اکثر فرماتے تھے میں نے سلطنت نورجہاں بیگم کو بخشدی مجھے ایک سیر شراب نیم سیر گوشت کے سوا کچھ نہیں چاہئے۔

بیگم کی نیک ذاتی اور خوبیاں کیا بیان کروں، جہاں کسی قابل اعانت شخص کو کوئی مشکل پیش آتی اور اس کی خدمت میں التجا لاتا اس کی مشکل حل ہوتی اور مدعا بر آتا، جو شخص اس کی درگاہ میں پناہ لاتا ظلم و ستم سے محفوظ رہتا جب کوئی یتیم و بیکس لڑکی نظر آتی بہ نیت ثواب اسکی شادی کر کے اس کی حالت کے مناسب جہیز عنایت ہوتا۔ (کوئی عجب نہیں جو نورجہاں بیگم نے اپنے عہد دولت میں پانچسو لڑکیوں کی شادی ثواب کی نیت سے خود کی ہو)

ان ایام میں عبداللہ خاں گجرات کا صاحب صوبہ مقرر ہوا، چار لاکھ روپیہ سامان اور امدادی لشکر کی تیاری کے لئے عنایت کیا، اور بجائے اس کے راجہ باسو رانا کی مہم پر روانہ کیا گیا۔

اس روز ایک شاہی غلام جو فن خاتم بندی و نجاری میں اپنی مثل نہیں رکھتا اپنی صنعت کا ایک نادر نمونہ ملاحظہ میں لایا۔ جیسا اہل دانش و بینش کی چشم جہان بیں نے کسی زمانہ میں نہ دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے ویسا یا اس کے قریب سنا ہوگا۔ وہ یہ تھا کہ ایک فندق کے پوست میں ہاتھی دانت کی چار مجلسیں ترتیب دی تھیں، پہلی مجلس کشتی گیروں کی ہے، کہ دو شخص باہم کشتی لڑ رہے ہیں، ایک کے ہاتھ میں نیزہ ہے دوسرا ہاتھ میں رسّی اور پتھر زمین پر رکھے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے ایک ڈنڈا اور ایک کمان

اور ایک برتن رکھا ہوا ہے۔

دوسری مجلس، ایک تخت بنا کر اس کے اوپر شامیانہ نصب کیا اور اس پر ایک صاحب دولت کو بٹھایا، جو اپنا ایک پانوں دوسرے پانوں پر رکھے ہوے ہے، تکیہ پیچھے لگا ہوا ہے، پانچ نفر خدمت گار اس کے گرد و پیش کھڑے ہیں اور ایک شاخ کسی درخت کی اس تخت پر سایہ فگن ہے۔

تیسری مجلس نٹوں کا تماشا ہے۔ ایک لکڑی بیچ میں کھڑی ہے، تین رسیاں اس میں بندھی ہوئی ہیں ایک نٹ اس کے اوپر اپنے سیدھے پانوں کو سر کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں لئے ہے اور ایک بکری کو لکڑی پر تھامے ہوے ہے ایک شخص گردن میں ڈھول ڈالے بجا رہا ہے اور دوسرا نٹ کو دیکھ رہا ہے، پانچ شخص اور تماشا دیکھ رہے ہیں جنہیں سے ایک کے ہاتھ میں لکڑی ہے۔

چوتھی مجلس ایک درخت ہے اس درخت کے نیچے حضرت کی صورت بنا کر بٹھائی ہے اور ایک شخص ان کے پانوں پر سر رکھے ہوے ہے، اور ایک پیر مرد جہاں پناہ سے باتیں کر رہا ہے۔

اتنے میں فرمان ہوا کہ عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ گجرات سے آ کر ناسک و تریبک کے راستہ سے ولایت دکن میں پہنچے، اور راداس کچھواہہ کو جو حضرت عرش آشیانی کے معتمد خدمت گاروں سے تھا خطاب راجگی و عنایت نقارہ و اسپ و فیل و خلعت سے سرفراز کر کے خان مذکور کی کمک کے لئے رخصت فرمایا کہ وقت پر دلیری و مردانگی کے ساتھ مدد پہنچائے اور خبردار رہے۔ اور قلعۂ رنتھنبور بھی جو ہندوستان کے بڑے قلعوں میں سے ہے مشار الیہ کو مرحمت ہوا۔

پانچ چار لاکھ روپیہ عبداللہ خاں کے امدادی لشکر کے خرچ کے لئے روپ خواص و شیخ انبیا کے ساتھ خان موصوف کے پاس بھیجا گیا، اور خواجہ ابوالحسن بھی اس مہم پر متعین ہوے۔

اسی زمانہ میں موضع سمو کر جو حوالی اکبر آباد کی شکارگاہ ہے شکار قمرغہ کیلئے تشریف لے گئے۔ ایک وسیع میدان میں سراپردے لگا کر اس میں ہرنوں کا ہانکا کیا۔ سات روز تک اہل محل کے ساتھ شکار سے دل خوش کرتے رہے نو سو سترہ ہرن نر و مادہ شکار ہوے

چھ سو اکتالیس ہرن زندہ گرفتار ہوئے، ان سب میں سے چار سو اس نتیجہ پر بھیجے گئے کہ چراگاہ کے میدان میں ان کے آب و علف کی خبر رکھی جائے۔ قریب ایک سو نوں کی ناک میں چاندی کی کڑیاں ڈالکر اسی جنگل میں چھوڑ دیئے گئے۔ باقی جو تیر و تفنگ سے شکار کئے تھے امراء اور تمام بندگان درگاہ کو تقسیم فرمادئے۔

بعض امرائے سرحد کی نسبت چند باتوں کی اطلاع ملی جو ان کے لئے نامناسب تھیں تو فرمان صادر ہوا کہ اس کے بعد سے جو امور ضمن فرمان میں تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں اور سلاطین کے ساتھ مخصوص ہیں ان سے سروکار نہ رکھا جائے اول یہ کہ جھروکہ میں نہ بیٹھیں اور بندگان شاہی کو چوکی و تسلیم کی تکلیف نہ دیں ہاتھیوں کی جنگ نہ کرائیں سزاؤں میں آدمیوں کو اندھا نہ کریں نہ ناک کان کاٹیں، اپنے ملازموں کو خطاب نہ دیں، بندگان بادشاہ کو سلام و مجرا نہ کریں نکلتے وقت نقارہ نہ بجوائیں۔ جب ہاتھی گھوڑا ملازمان شاہی اور اپنے نوکروں کو دیں تو اس کا شاہانہ اہتمام نہ کریں۔ بندگان شاہی کو پیادہ اپنی سواری کے ساتھ نہ لیجائیں اور جو کچھ ان کو لکھیں کاغذ پر مہر نہ کریں۔

سال ہفتم جلوس شاہنشاہی

روز شنبہ ۱۶ محرم الحرام ۱۰۲۱ھ کو جشن جلوس سال ہفتم آراستہ ہوا اس جشن میں خسرو اوزبک کو جو اوزبکوں میں خسرو قرقچی کے نام سے مشہور تھا اور اس دولت کے عمدہ فدا کاروں سے تھا عتبۂ اقدس پر باریابی ملی۔

اسلام خاں کی عرضداشت پیش ہوئی جس میں عثمان بوہانی کے قتل اور اس سرزمین کے افغانیوں سے پاک ہونے کی کیفیت لکھی تھی۔ عثمان بوہانی بنگالہ کی سرحد میں ایک بڑا زبردست سرکش دشمن تھا۔ اب کچھ بیان تازگی سخن کے لئے بنگالہ کی خصوصیات کا کرکے اصل مدعا کی طرف رجوع ہوگا۔

بنگالہ اقلیم دوم کا ایک وسیع ملک ہے، اس کا طول بندرگاہ چاٹگام سے گڈھی تک چار سو پچاس کوس اور عرض کوہستان شمالی سے علاقہ مدارن تک دو سو بیس کوس اور جمع (آمدنی) اس کی تخمیناً ساٹھ کروڑ دام ہے جس کے ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے

ہوتے ہیں۔

زمانہ سابق میں وہاں کے حکام ہمیشہ بیس ہزار سوار، ایک لاکھ پیادہ، ایک ہزار فیل اور چار پانچ ہزار کشتیاں (بحری بیڑی کی) اور توپخانہ رکھا کئے۔

شیر خاں اور اس کے بیٹے سلیم خاں کے زمانہ سے یہ ملک افغانوں کے تصرف میں آگیا۔ سلیم خاں کے بعد سلیمان خان کرانی متصرف ہوا، اس کے بعد اس کا بیٹا داؤد قابض رہا۔ اور جب تخت سلطنت وجہانبانی حضرت عرش آشیانی کے جلوس جہاں افروز سے آراستہ ہوا، عساکر اقبال اس ملک کی تسخیر کیلئے متعین ہوئے۔ امرائے عظام مدتوں تردد و تلاش کرکے افغانوں کا استیصال کرتے رہے (اور حضرت عرش آشیانی کے عہد سے ولایت بنگالہ اولیائے ابد قرین کے تحت میں رہی) لیکن ان بدبخت افغانوں کی ایک جماعت بچ گئی تھی جنکا سرکردہ و افسر عثمان تھا۔ جہاں پناہ کے زمانہ میں کئی بار عساکر شاہی کے مقابلہ میں آیا خصوصاً راجہ مان سنگھ کی حکومت کے زمانہ میں نمایاں مقابلے کئے اور اس کے استیصال کی نوبت نہ آئی آخر جس زمانہ میں اسلام خاں بنگالہ کا صاحب صوبہ ہوا ایک فوج زیر کمان شجاعت خاں ترتیب دیکر عثمان خاں کی مہم پر مقرر ہوئی اس صوبہ کے اکثر نامور امراء مثل کشور خاں پسر قطب الدین خاں کوکہ، افتخار خاں سید آدم بارہہ شیخ اچھہ معتمد خاں (در نسخہ دیگر معتقد) پسران معظم خاں، اہتمام خاں اور دوسرے ملازمان شاہی اسکی کمک کے لئے مقرر کیگئے جب یہ لوگ اس کی حدود میں پہنچے تو پہلے ایک زبان داں سخن فہم ایلچی بھیجکر عقلمندانہ نصیحتیں کیں مگر چونکہ نخوت وغرور کا دھواں اس کے دماغ میں گھس گیا تھا اور خیالات خام و افکار کا بے شمار شکار ہوکر اپنے آپ کو بے فائدہ رنجیدہ رکھتا تھا جواب پر توجہ نہ کی اور ایک نالہ کے کنارے جسمیں کیچڑ اور دلدل تھی لڑائی کے ارادہ سے میدان جنگ آراستہ کیا

خیرخواہان دولت یہ جراءت وتہوّر دیکھکر زرہ پہنکر آمادہ قتال ہوئے۔ جب عثمان کو خبر ہوئی کہ بہادران رزم دوست بغایت ہمّت و دلیری مستعد کارزار ہیں اس نے بھی صفیں ترتیب دیکر سامنا کیا اور ہر فوج اپنی مقابل فوج کے ساتھ نہایت سختی سے لڑنے میں مصروف ہوگئی۔ عثمان فیل مست جنگی جنگجو وہ اپنا قوت بازو سمجھتا تھا آگے بڑھاکر فوج ہراول پر حملہ آور ہوا، اور اسی حملہ میں سید آدم بارہہ اور شیخ اچھہ مدافعت کرتے ہوئے بندگان شاہ پر قربان ہوگئے۔ اور افتخار خاں سردار فوج میسرہ بھی داد شجاعت دیکر شہید ہوا اسکے قدیم نوکروں کی ایک جماعت بھی جان بحق تسلیم ہوئی۔ اسی طرح کشور خاں

سردار فوج میمنہ بھی مردانہ لڑتے ہوئے رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اتنے میں مخالفوں کی بہت سی فوج نذر تیغ ہو کر زمین پر ڈھیر ہو چکی تھی۔

جب عثمان نے دیکھا کہ بہت سے افسران فوج شاہی راہ اخلاص میں نثار ہو چکے ہیں تو اپنے کشتوں کا شمار کئے بغیر بخت نام مست ہاتھی کو سامنے رکھکر خود فوج ہراول پر جھپٹا، چونکہ بہت فربہ اور کلاں شکم تھا اس روز، حوضہ دار ہاتھی پر سوار تھا، شجاعت خاں کے بیٹے بھائی اور اقربا غنیم کے مقابلہ میں جوش جراءت و بہادری کے ساتھ بعض شہید ہو گئے اور بعض سخت زخم کھا کر بیکار ہو گئے۔ شجاعت خاں کے پاس جب وہ ہاتھی پہنچا تو اس نے ہاتھی پر برچھے کا وار کیا اس کے بعد قبضۂ شمشیر پر ہاتھ جا کر پے در پے زخم لگائے، پھر جمدھر کھینچکر دو ہاتھ لگائے تو ہاتھی نہایت ستی و دلیری کے ساتھ غصہ میں بڑھا اور شجاعت خانکو گھوڑے کے ساتھ زیر کر لیا۔ وہ شیر دل فیل افگن برق لامع کی طرح گھوڑے سے اتر کر، جہانگیر بادشاہ کا نام زبان پر لا کر سیدھا کھڑا ہو گیا، اسوقت اس کا جلودار تلوار کھینچکر ہاتھی پر دو دستی وار کرنے لگا جس کی ضرب سے ہاتھی بیٹھ گیا، شجاعت خاں نے جلودار کی مدد سے فیلبان کو ہاتھی سے کھینچ لیا اور ہاتھی کی سونڈ پر جمدھر کا ایک اور زخم لگایا، ہاتھی اس زخم سے فریاد کرتا ہوا چند قدموں پر تیورا کر گرا، شجاعت خاں کا گھوڑا بے ضرر و آزار محفوظ رہا۔

اس حال میں مخالفوں نے دوسرا ہاتھی شجاعت خاں کے علمدار پر دوڑا کر علمدار کو مع گھوڑے کے زیر کر لیا۔ شجاعت خاں کی نکوزئی نے علمدار کو یہ کہکر ہوشیار کیا۔ مردانہ باش میں زندہ ہوں، ادھر دوسرے گروہ نے جو علم کے آگے تھا تیر و شمشیر ہاتھ میں لے کر بہت سے آدمی قتل کر ڈالے اور علمدار کو سوار کر دیا۔

اب شجاعت خاں علم کے نیچے کھڑا ہو کر اپنے پیر و مرشد کے باطنی توجہات کا طالب ہوا یہ وقت بہت نازک تھا، اکثر سرداران سپاہ اپنی جانیں نثار کر چکے تھے، جو باقی تھے سخت زخموں کی بدولت بیکار ہو کر امداد غیبی کے منتظر تھے کہ بادشاہ جوان بخت کا اقبال ظاہر ہوا، اور ایک بندوق اس بد سرشت کی پیشانی پر لگی، کسی کو نہ معلوم ہوا کہ یہ زخم کس کے ہاتھ کا تھا عثمان نے جان لیا کہ اس زخم سے جان بچنے والی نہیں۔ باوصف اس کے جب تک تھوڑی جان بھی باقی رہی لشکر کو جنگ کی ترغیب و تحریص دیتا رہا۔ جب اپنے اور لشکر کے اندر ضعف و عاجزی کے آثار نمایاں دیکھے باگ موڑ کر خود کو نیم جان پڑاؤ تک پہنچایا۔

عساکر منصورہ بھی لشکر گاہ تک تعاقب کر کے اپنے خیموں میں آئے۔

دو پہر رات گزرے عثمان کا انتقال ہو گیا۔ عثمان کا بھائی ولی اور اس کا لڑکا ممریز بر خاک ڈالے آدھی رات میں اس کی نعش لے کر اپنی جگہ پہنچے۔ لشکر بادشاہی کے قراولوں نے اس سانحہ سے آگاہ ہو کر شجاعت خاں کو اطلاع دی۔ خیر خواہوں نے تعاقب کا مشورہ دیا لیکن تردد و تکان اور بیماروں کی خبر گیری، و شہداء کی تجہیز و تکفین کے انتظام کیوجہ سے اس روز تعاقب میں توقف ہوا۔ حسن اتفاق سے معتمد خاں (معتقد) جو آخر میں بہ فرمان شاہی لشکر خاں ہو گیا تھا اور عبد السلام پسر معظم خاں اور دوسرے ملازم تین سو سوار اور چار سو توپچی کے ساتھ تازہ دم آپہنچے۔ شجاعت خاں نے ان لوگوں کو ساتھ کر کے اس گروہ کے تعاقب میں بھیجا۔

جب ولی برادر عثمان کو شجاعت خاں کا عزم معلوم ہوا تو اسی میں اپنی نجات دیکھکر دولتخواہوں کے پاس پیام بھیجا کہ عثمان جو اس تمام شورش و فساد کا باعث تھا بار وجود سے ہلکا ہوا اور حق تعالی نے اس کے شر کو ہماری طرف سے پورا کر دیا۔ ہم سب فرماں بردار بندے ہیں۔ اگر شجاعت خاں قول دیں تو درگاہ کی غلامی اور بندگی کو سرمایہ سعادت جاودانی جان کر آستانہ مقدس پر حاضر ہوں اور عثمان کے ہاتھی نذر میں پیش کریں۔

شجاعت خاں، معتمد خاں اور دوسرے وابستگان دولت نے اس کو تسلی دیکر قول دیا۔ دوسرے روز ولی اور ممریز اپنے دوسرے بھائیوں اور عزیزوں کے ساتھ آکر شجاعت خاں سے ملے اور انچاس ہاتھی برسم پیشکش ساتھ لائے۔ شجاعت خاں ان لوگونکو ہمراہ لے کر جہانگیر نگر میں اسلام خاں کے پاس پہنچا۔

جب اکبر آباد میں اس فتح کی بشارت بندگان اعلیٰ کو ہوئی اسلام خانکو شش ہزاری ذات منصب دیکر امتیاز عطا فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ان تمام لوگونکو جن سے استیصال عثمان میں کارہائے نمایاں ظاہر ہوئے تھے اضافہ منصب سے سرفرازی بخشی اور شجاعت خانکو "رستم زماں"، خطاب مرحمت ہوا۔

عبد اللہ خاں کے گجرات سے دکن جانے اور ناکام واپس ہونے کے واقعات یہ ہیں کہ خلافت پناہ کی رائے ہوئی کہ راجہ مان سنگھ، خانجہاں اور امیر الامراء مرزا رستم برہانپور کے لشکر کے ساتھ برار کے راستہ سے دکن آئیں۔ عبد اللہ خان، خان عالم

علی مردان خاں بہادر، سیف خاں اور راجہ رامداس گجرات کے لشکر کے ساتھ ناسک ترنبک کی راہ سے متوجہ دکن ہوں اور یہ فوجیں ایک دوسرے کی خبر رکھکر تاریخ معینہ پر دونوں جانب سے غنیم کو گھیر لیں۔ اس تدبیر سے ظن غالب یہی ہے کہ دشمن کا استیصال ہو جائیگا۔

عبد اللہ خاں گھاٹیوں سے گزر کر غنیم کے ملک میں آیا تو دس ہزار سوار مستعد خوش اسپ و آراستہ اس کے ساتھ تھے غرور و نخوت کے مارے دوسری فوج کی پروا نہ کر کے اپنی قدرت و قوت پر اعتماد کر بیٹھا اور بڑے زور شور سے مصروف قتال ہوا چونکہ عنبر کو اس کا بڑا خطرہ تھا اس لئے اسنے اپنا تمام لشکر اور کار آزمودہ آدمی بہت سی آتشبازی اور بان دیکر مقابلہ میں بھیجے۔ دنکو لشکر کے دور پر پھر کر لوٹ مار کرتے تھے اور رات کو صبح تک بان لگاتے تھے

جتنا عبد اللہ خاں کا لشکر دولت آباد سے نزدیک ہوتا گیا اتنی ہی غنیم کی جمعیت بڑھتی گئی۔ اس پر طرّہ یہ کہ عنبر پے درپے کومک بھیجے جاتا تھا جب فوج دوم کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا اور دشمن ہر روز قوی تر ہوتا گیا خیرسگالوں نے بہتری اس میں دیکھی کہ "یہاں سے احمد آباد چلنا چاہیئے اور ایک دوسرے رنگ سے کارروائی کرنا چاہیئے" اس ارادہ دولت آباد سے نکلے، راستہ میں غنیم لگا ہوا منتظر تھا، مجبوراً مقابلہ کرنا پڑا۔ علی مردان خاں بہادر نے جان دینے کی ٹھان کر اپنے مقابل کی فوج سے معرکہ آرائی کی اور دلیرانہ و مردانہ کاری زخم کھا کر زمین پر گرا مرہٹہ سپاہی (برگی) اس کو اٹھا کر عنبر بدبخت کے پاس لیگئے عنبر نے اس کو قلعہ دولت آباد میں قید کر دیا اور علاج کے لئے جرّاح مقرر کیا مگر وہ جانبر ہوا اور چند روز کے بعد انہیں زخموں سے اس کی جان نکل گئی۔ یہ بات اس کی مشہور ہے کہ کسی شخص نے کسی تقریب میں کہا "فتح آسمانی ہے" اس نے جواب دیا "بیشک فتح آسمانی ہے مگر میدان ہمارا ہے"

اس معرکہ میں ذوالفقار بیگ بھی بان کے زخم سے ضائع ہوا، جب لشکر ولایت بالا گھاٹ میں آیا مخالف اپنی سرحد سے واپس ہو گئے اور عبد اللہ خاں گجرات گیا جب راجہ مان سنگھ، خانجہاں، امیر الامرا اور میرزا رستم نے جو برار کے راستہ سے آتے تھے یہ متوحش خبر سنی وہ بھی لوٹ کر عادل آباد میں شاہزادہ پرویز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ دونوں فوجیں سمجھ بوجھ کر قدم بڑھاتیں تو حسب مدعا نتیجہ برآمد ہونے میں کوئی شک نہ تھا۔ نفاق و ناحق شناسی نے آقا کا کام بھی خراب کیا

اور خود بھی مطعون ہوئے۔

جب یہ خبر اکبر آباد میں بندگان حضور کو پہنچی تو سخت ناراض ہوئے اور اس مہم کا انتظام خانخاناں کے بھیجنے پر منحصر سمجھکر اس کو خواجہ ابوالحسن کے ساتھ رخصت فرمایا۔

اس اثنا میں آصف خاں کے انتقال کی خبر آئی جو خاطر حق شناس کو سخت گراں گزری راقم کتاب نے اس کی تاریخ وفات "حیف ز آصف خاں" سے فی البدیہہ نکال کر عرض اشرف میں پہنچائی پسند فرمائی (آصف خاں کا حرم خانہ بہت بڑا تھا اور مباشرت کا سخت حریص تھا آخر اسی میں اس کی جان گئی)

اسی زمانہ میں میرزا غازی کی خبر وفات پہنچی وہ میرزا جانی[15] ترخاں حاکم ٹھٹھہ کا لڑکا تھا دنیا میں اس کی تقدیر خوب چمکی یہاں تک کہ قندھار مع مضافات اور ٹھٹھہ اطراف و مضافات کے ساتھ اس کی جاگیر میں دیدیا گیا۔ جب تک زندہ رہا اندور وند کے ساتھ اچھے سلوک کرتا رہا۔ نیک نامی میں مشہور تھا، جوان نیک نہاد قابل اور مستعد تھا اہل سخن اور طبیعت دار لوگوں سے صحبت رکھتا تھا خود بھی موزون طبع تھا شعر کہتا تھا اور وقاری تخلص رکھتا تھا، لیکن شراب پر فریفتہ تھا آخر اسی میں جان سے گیا۔ اس کے مرنے کے بعد ابوالغنی ازبک بہادر خانی خطاب و قندھار کی حکومت سے معزز ہوا

اس واقعہ کے متصل شاہزادہ والاشکوہ سلطان خرم کی شادی کا جشن منعقد ہوا (جس کی منگنی اعتقاد خاں پسر اعتماد الدولہ کی لڑکی سے ہو گئی تھی) اور شاہزادہ جوان بخت نے شاہانہ مجلس مرتب کر کے پدر عالی گہر کے حضور میں نذر گزرانی جہاں پناہ کے بیگمات عفت مآب پردہ نشینوں کے لئے رسم کے مطابق مناسب قسم کے زیور تیار کرائے، امرائے عظام کو خلعت فاخرہ عطا کیا اور میرزا رستم صفوی کو ملک ٹھٹھہ کی حکومت سے عزت بخشی اور پنجہزاری ذات و سوار کے منصب کے موافق اس صوبہ میں جاگیر بھی عنایت کی۔ اور حکم ہوا کہ میر عبدالرزاق ٹھٹھہ کی آبادی کی جمعبندی کر کے محاصل میرزا کی جاگیر اور

[15] مرزا جانی کے حالات تفصیلی حضرت عرش آشیانی کے حالات میں لکھے جا چکے ہیں میرزا غازی کو حضرت شاہنشاہی نے تربیت کیا تھا اور ٹھٹھہ بدستور عنایت کر کے قندھار کی حکومت مستقلاً مرحمت فرمادی تھی۔ اور ملک قندھار اور اس کا محاصل تمغا انعام میں بخشا۔

اس کے ملحقات کو ادا کرے۔

اسی زمانہ میں خاطر قدسی مائل شکار تھی کہ باغ دہرہ میں سلیمہ سلطان بیگم کے انتقال کی خبر آئی جس سے دل صفا منزل سخت متاثر ہوا۔

سلیمہ سلطان کی والدہ گلرخ بیگم فردوس مکانی کی صاحبزادی تھیں اور ان کے باپ میرزا نورالدین محمد نقشبندی خواجہ زادوں سے تھے۔

سلیمہ سلطان ان تمام خوبیوں کے ساتھ متصف تھیں جو عصمت و پاکیزہ دلی کے ہوتے ہوئے سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہیں، طبیعت بلند رکھتی تھیں۔ کبھی ایک مصرع اور کبھی ایک شعر نظم فرماتی تھیں مخفی تخلص تھا۔ یہ شعر ان کا ہے۔

کاکلت را من ز مستی رشتۂ جان گفتہ ام
مست بودم زین سبب حرفی پریشان گفتہ ام

حضرت جنت آشیانی نے بیرام خاں کو منسوب کر دیا تھا، ان کے انتقال کے بعد حضرت عرش آشیانی اپنے عقد میں لے آئے۔ بلا مبالغہ سلیمہ سلطان بہت اچھی بیگم تھی۔ خدا مغفرت کرے۔

سال ہشتم جلوس ہمایوں

شب پنجشنبہ ۲ محرم ۱۰۲۲ھ کو خسرو آفتاب نے تخت حمل پر اجلاس کیا اور جلوس مبارک کا آٹھواں سال آغاز ہوا۔

ہوشنگ پسر اسلام خاں بنگالہ سے آکر زمین بوسی کی دولت سے مشرف ہوا اور رکھنگ کے بہت سے آدمی جو جنگ میں گرفتار ہوئے تھے ملاحظہ میں پیش کئے۔ ان لوگوں کا ملک پیگو و رخنگ ہے۔ چند حیوان ہیں جو آدمی کی صورت میں ظاہر ہو کر بری و بحری حیوانوں میں سے جو ملتا ہے کھا لیتے ہیں، کسی جاندار کو ان کے ہاتھ سے نجات نہیں۔ اپنی علاتی بہن کو عقد و تصرف میں لے لیتے ہیں۔ ان کا چہرہ قراقلماقوں سے مشابہ ہے اور لہجہ اہل تبت کی زبان سے ملتا جلتا ہے ترکی سے مشابہ نہیں ہے۔ ان کا مذہب و آئین درست نہیں، دین اسلام و کیش سنیہ سے بہت بعید ہیں (عید کے دن مجلس عالی مرتب تھی حاضران بساط قرب کو درکچہ کا پیالہ عطا ہوا۔ ایک مہر ہزار تولہ جس کے دو ہزار پانچسو مثقال ہوتے ہیں

یادگار علی سلطان ایلچی دارائے ایران کو مرحمت ہوئی) چیتنے کا مادہ کے ساتھ جفت ہونا
اور بچہ دینا اس سال کے عجیب واقعات میں شامل ہے،

حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ عنفوان شباب سلطنت میں یوز (چیتے) اور
اس کے شکار پر بہت توجہ فرماتے تھے۔ تقریباً نو ہزار چیتے جہاں پناہ کی سرکار میں فراہم ہوے
بہت لوگ اس کے خواہاں تھے کہ یہ باہم جفت ہو کر بچہ دیں۔ ہر چند توجہ کی ممکن نہ ہوا کبھی نر
و مادہ چیتوں کی گردن سے طوق نکال کر ان کو باغات میں چھوڑ دیا کہ آزادی سے بیفکر شکار کریں
اور جفت ہوں تب بھی مدعا نہ نکلا۔ اسوقت ایک نر چیتا زنجیر و طوق توڑ کر مادہ کے پاس
پہنچا اور جفت ہوا، اس سے ڈھائی مہینہ کے بعد تین بچے پیدا ہوے اور جوان ہوے۔

اس سے زیادہ عجیب شیر کا بچہ دینا ہے۔ اوراق سابق میں لکھا جا چکا ہے کہ اس دولت
علیہ میں شیر بے قید و زنجیر غول کے غول آدمیوں میں پھرتے ہیں۔ نہ آدمیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں
نہ وحشت و غصہ ان کی طبیعت پر غالب ہے۔ اتفاقاً ایک مادہ شیر حاملہ ہوئی تین مہینے کے
بعد بچہ جنی حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ شیر جنگلی گرفتار ہونے کے بعد مادہ سے جفت ہو۔ چونکہ
حکما کا قول ہے کہ شیر کا دودھ روشنی چشم کے لئے نہایت مفید ہے۔ بہت کوشش کی گئی
کہ شیرنی کی پستاں سے ایک قطرہ دودھ نکل آئے میسر نہ ہوا بلکہ اس کی پستان پر نمی بھی ظاہر
نہیں ہوئی۔ ظن غالب یہ ہے کہ یہ بات اس کے قہر و غضب کے غلبہ کی وجہ سے ہوگی۔

انھیں دنوں دیوانے کتے کا ایک عجیب واقعہ مشاہدہ ہوا۔ ایک رات کو ایک دیوانے
کتے نے جس جگہ فیل خاصۂ بادشاہی بندھا ہوا تھا اس جگہ آکر ہتھنی کے پانوں پر کاٹ لیا
اس نے عجیب قسم کی غیر معروف فریادیں کرنا شروع کردیں، جب تک فیلبان خبردار ہو کر خبر کو
پہنچیں کتا بھاگ کر زقوم کے درختوں میں چھپ گیا تھوڑی دیر کے بعد پھر نکلا اور اب کی
ہاتھی کے ہاتھ پر کاٹا۔ ہاتھی نے اس کو ہاتھ پانوں کے نیچے مسل کر مار ڈالا اس واقعہ کو ایک ماہ
پانچ روز گزرے تھے کہ ایک دن ابر ادر ہوا اور رعد و برق کی شورش میں ہتھنی بے اختیار
چلائی اور اس کے تمام اعضا میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ زمین پر گر کر بہ ہزار محنت و درد اٹھی، سات
روز تک پیہم اس کے منھ سے پانی آتا رہا۔ دانہ پانی چھوڑ کر بحال تباہ روز و شب گزارتی
تھی، ساتویں دن اٹھی اور گر کر مر گئی

ایک ماہ کے بعد فیل کلاں بھی جس دن ابر و باد و رعد و برق کا دور تھا عین مستی میں

زمین پر گر پڑا، تمام اعضا کانپنے لگے، اور جب تک جیتا رہا برابر منہ سے پانی جاتا رہا۔ حق تعالیٰ نے تمام درد و بیماری کی دوا پیدا کی ہے سوائے کنچۂ بارو سگ دیوانہ جس کا کوئی علاج نہیں۔ بادشاہوں نے ہر چند تفحص کیا اس کے لئے کوئی افسوں یا دوا میسر نہ ہوئی۔ (اسوقت یادگار علی سلطان ایلچی شاہ عباس کو اسپ با زین مرصع، کمر شمشیر مرصع چارقب زرد وزی، قلم کلغی مرصع اور تیس ہزار روپیہ نقد عنایت فرما کر رخصت واپسی مرحمت فرمائی اور خان عالم کو سفارت ایران پر نامزد کر کے خلعت خاصہ و کیسو با جاگیر اور کٹا گراں بہا جس میں مروارید کا طرہ تھا عطا فرمایا اور روانگی کی اجازت دی)

دارالبرکۃ اجمیر کی طرف موکب شاہنشاہی کی روانگی

چونکہ رانائے مقہور کے استیصال کیلئے ہمیشہ عساکر بادشاہی پیشگاہ عزت و جلال سے متعین ہوتے رہے ہیں اور اس وجہ سے کہ تمام کام وقت پر موقوف ہیں اس مہم کا انتظام شائستہ و پسندیدہ طور پر نہ ہو سکا تھا اب رائے بندگان والا کا اقتضا ہوا کہ خود اس تیرہ بخت کی بیخکنی پر توجہ فرمائیں۔ اور چند روز اجمیر میں قیام کریں۔

اس عزم صائب کے ساتھ ۲ شعبان ۱۰۲۲ھ مطابق شہریور ماہ سال ہشتم جلوس مبارک کو رایات دولت بقصد سفر مذکور بلند ہوئے۔ جب دارالبرکۃ اجمیر میں داخل ہوئے روضۂ منورہ کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد ایک نو تعمیر عمارت میں نزول اجلال فرمایا ششم دے کی ساعت نیک میں حسب پسند ستارہ شناسان یونانی و ہندی نواب قدسی القاب بادشاہزادہ عالم و عالمیان سلطان خرم کو لشکر آراستہ و گراں تعداد کے ساتھ فتح و ظفر کی حمایت میں روانگی کی اجازت دی۔ رخصت عطا فرماتے وقت قبائے زر دوز گلہائے مرصع سے جڑی ہوئی جس کے پھولوں کے دو ریں موتی ٹکے تھے اور دستار زر دوزی، طرۂ مروارید، خوطہ زربفت مسلسل و مروارید دو اسپ خاصہ عراقی و ترکی، فتح گنج نام فیل خاصہ مع مادہ فیل و کمر شمشیر مرصع و خنجر مرصع مع تیول کنارہ گراں بہا عنایت ہوا۔ اور سوائے اس فوج کے جو سابق میں خان اعظم کی سرکردگی میں اس مہم کے لئے منسوب تھی بارہ ہزار سوار خوش اسپہ اور جو اس قرۃ العین خلافت نے خود انتخاب فرمائے تھے ہمراہ کر دیے گئے۔ اور دوسرے افسران فوج بھی حسب لیاقت و شائستگی خلعت فاخرہ، اسپان قبچاق و فیلان خاصہ اور انواع

مراحم و نوازش سے بہرہ یاب ہو کر معزز و ممتاز ہوئے۔ فدائی خاں اس لشکر کی بخشی گری پر مامور ہوا۔

اسی زمانہ میں اسلام خاں حاکم بنگالہ کے انتقال کا حال معلوم ہوا، اس کی جگہ اسکا بھائی قاسم بنگالہ کا صاحب صوبہ مقرر فرمایا گیا۔ خواجہ ابوالحسن بخشی کل کے منصب والا پر فائز ہوئے چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ خان اعظم صلاح و بہبود کے راستہ سے ہٹکر شاہزادہ والاتبار کی خدمت میں اسلوک ناپسندیدہ اختیار کر کے خود کو بے فائدہ رنجیدہ رکھتا ہے اس لئے خواجہ ابراہیم حسین کو اس کے پاس بھیجکر ترغیب و خوف آمیز احکام مشارٌ الیہ کی زبانی اسکو پہنچائے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ جسوقت وہ برہانپور میں تھا ہمیشہ ہر مجلس و محفل میں کہا کرتا تھا کہ اگر میں اس لڑائی میں کام آیا تو شہید ہونگا اور غالب ہوا تو غازی۔ اور اس مصلحت کے لئے وہ جو کچھ کومک و امداد و توپخانہ وغیرہ کی درخواست کرتا تھا منظور ہوتی تھی۔ جب کام کا وقت آیا عرضداشت بھیجی کہ بغیر توجہ رایات سلطانی اس عقدہ کا حل دشوار و محال معلوم ہوتا ہے۔ جب موکب ہمایوں دارالبرکت اجمیر میں پہنچا تو اس کے التماس پر شاہزادہ کو عساکر نصرت قرین کے ساتھ اس جانب روانہ فرمادیا اور اس مہم کا مدار اس رکن سلطنت کی کاروائی کے حوالہ ہوا۔

منظور نظر اشرف یہ تھا کہ ایک چشم زدن بھی خان اعظم شاہزادہ کی خدمت سے غافل نہ ہو اور طریقۂ خیر خواہی و نیک اندیشی ہاتھ سے نہ دیکر اپنے آپ کو دین و دنیا میں نیک نام کرے۔ اگر ان احکام کے خلاف عمل کریگا۔ اپنی بدنیتی سے نقصان اٹھائیگا۔

جب خواجہ ابراہیم حسین نے فرض رسالت انجام دیا فرط خودرائی و زیاں کاری سے اس پر ملتفت نہ ہوا۔ اس لئے اس نسبت کی بنا پر جو اسے خسرو کے ساتھ تھی حضرت شاہنشاہ نے ان اطراف میں اس کی موجودگی مصلحت نہ سمجھکر حکم دیا کہ مہابت خاں جاکر اودے پور سے اس کو درگاہ والا میں لائے اور محمد تقی دیوان محلات کو اجازت ملی کہ مندسور پہنچ کر اس کے فرزندوں اور متعلقین کو اجمیر پہنچائے۔ اسوقت شاہزادہ جہاں کی عرضداشت پہنچی کہ عالم گمان ہاتھی جس پر رانا کو بہت ناز تھا سترہ زنجیر ہاتھیوں کے ساتھ جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں پنہاں کر دئے گئے تھے بہادران لشکر کے ہاتھ گرفتار ہوا امید ہے کہ وہ بھی اتنی ہی عجلت کے ساتھ گرفتار ہو جائیگا۔

آغاز سالِ نہم جلوسِ معلّٰی

شب جمعہ نویں صفر ۱۰۲۳ھ کو جب آفتاب برج حمل میں آیا جلوس میمنت مانوس کا نواں سال شروع ہوا۔ ابو الحسن پسر اعتماد الدولہ جسے "اعتقاد خاں" خطاب مل چکا تھا اب آصف خاں خطاب پاکر ہمچشموں میں سرخرو ہوا پنجہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب سے اعتماد الدولہ کی عزت بڑھائی گئی۔ ابراہیم خان کو جو ہفت صدی و بیست صد سوار تھا ایک ہزار و پانصدی منصب اور چھ سو سوار دیگر سے فرازی بخشی اور بخشی گری کی خدمت سپرد فرمائی۔ یہ مناصب و عنایات نور جہاں بیگم کی نسبت کے اعتبار سے کیا چیز ہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ کے غلام و خانہ زاد اور منسوبین سے کوئی متنفس ایسا نہ رہا جس کو منصب و جاگیر سے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی ہو بے مبالغہ ہندوستان کے وسیع و منتخب ملک ملازمان و منسوبان (بیگم) "مہد علیائی" جاگیر میں

اسی تاریخ کو مہابت خاں، خان اعظم اور اس کے بیٹے عبد اللہ خاں کو اودیپور سے لے کر درگاہ والا میں حاضر ہوا ارشاد ہوا کہ آصف خاں کے حوالے کرکے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا جائے اس سے کچھ مدت پہلے شاہزادہ خسرو کو اس کی والدہ اور بہنوئی الحاح وزاری پر کورنش کو آنے کی اجازت عطا ہوئی تھی۔

چونکہ آثار نیک و عروج و دولت مندی اس کی پیشانی سے ظاہر نہ تھے اور ہمیشہ ملول ورنجیدہ حضور اشرف میں آتا تھا حکم ہوا کہ بدستور سابق گوشۂ گمنامی میں زمانہ بسر کرے اور سعادت کورنش و خدمت حضور سے محروم رہے۔

اس مبارک سال کی ابتدا میں شاہزادۂ بلند اقبال سلطان خرم کے شبستان میں آصف خاں کی بیٹی سے ایک زہرہ جبین لڑکی پیدا ہوئی حضرت شاہنشاہی نے اس کا نام جہاں آرا بیگم رکھا

میرزا رستم صفوی جو ٹھٹھہ کی حکومت و نگرانی سے کلاہ گوشۂ نخوت کج کرکے باغی ہو گیا تھا اور پھر یہاں لایا گیا اس کی تفصیلی کیفیت یہ ہے کہ جب مرزا غازی ترخان فوت ہوا تو خاقان ستودہ خصال نے میرزا رستم کو پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کی بلند پایہ خدمت تفویض فرما کر دو لاکھ روپیہ بصیغۂ مدد خرچ عطا کیا اور حکیمانہ و دلپسند نصیحتیں کرکے مستقر کی جانب روانگی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ توقع تھی کہ اس ملک کی بہبود اور متوطنوں کے

ساتھ اچھی طرح بسر کرکے لوگوں کو اپنے حسن سلوک سے خورسند و راضی رکھے گا۔ اس نے برخلاف اس کے خود رائی اختیار کی جو آئین مروت و مردمی کے خلاف تھی اور لوگ اس کے ظلم و تعدی سے نالاں ہونے لگے۔ جب زبانیں اس کے شکوہ میں چاروں طرف سے گویا ہوئیں اور اس ملک کی حکومت سے اس کی معزولی عدالت آئین کے ذمہ لازم ہوئی اور وہ درگاہ میں حاضر ہوا تو ایک مخلوق اس کے مظالم کی داد خواہ ہوئی جس کی بنا پر اس کی بازپرس شریعت و عدالت کے موافق ناگزیر معلوم ہوئی تو لامحالہ انیرائے سنگھ دلن کے حوالے فرماکر حکم دیا کہ جب تک مستغیثوں کی تسلی نہ کرے سعادت ملازمت سے محروم رہے۔

اسی سال نقیب خاں نے سفر آخرت اختیار کیا، ان کا نام میرزا غیاث الدین علی تھا ان کے باپ میرزا عبداللطیف سیفی قزوینی حضرت عرش آشیانی کے ابتدائے جلوس میں اولاد و احفاد کے ساتھ ہندوستان آکر ملازمان خلافت کے رشتہ میں منسلک ہوئے۔ میرزا اہل سعادت و ارباب عزت سے تھے اور نقیب خاں علم حدیث و سیر اور اسمائے رجال و تاریخ دانی میں یکتائے روزگار تھے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فنون تاریخ دانی میں نقیب خاں کا مثل کوئی نہیں گزرا۔ نقیب خاں حضرت عرش آشیانی کی خدمت میں نسبت قوی رکھتے تھے جہاں پناہ نے سکینہ بانو بیگم ہمشیرۂ میرزا محمد حکیم کو شاہ غازی نقیب خاں کے چچیرے بھائی کے ساتھ منسوب کردیا تھا۔ حکم اشرف کے مطابق خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے گنبد کے متصل اس خیر انجام کا مرقد بنایا گیا میرزا نقیب خاں اور انکی منکوحہ جو زندگی میں ایک جان دو قالب تھیں ایک ساتھ جان سے درگزریں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس زمانہ میں میرزا رستم کو جو دلن سنگھ انیرائے کے حوالہ تھا حضور میں طلب کرکے حوالات سے نکالا اور خلعت خاصہ عنایت کیا۔ جب اطلاع ملی کہ فدائی خاں بخشی لشکر شاہزادہ گیتی ستاں فوت ہوگیا تو راقم اقبالنامہ کو اس لشکر کی بخشی گری پر سرفراز کرکے رخصت فرمایا۔

رانا امر سنگھ کا دولت خواہان بارگاہ سلطانی میں شامل ہونا اس سال کا اہم واقعہ ہے۔ جب حضرت شاہزادہ بلند اقبال نے اودیپور میں جو اس ملک کا جائے حکومت ہے

رایت اقبال بلند کرکے تھانے مقرر کئے اور جہاں کہیں اس آوارہ و گمراہ کا اثر و نشان ملتا یلغار کرکے ہمہ تن اس کے استیصال پر متوجہ ہو جاتے تھے باوجود اس کے کہ اس طرف کے اکثر پہاڑ آب و ہوا مسموم اور جانگداز رکھتے تھے اور بہت سی فوج تلف ہو چکی تھی ہمت نہ ہارے اور بنائے عزم زیادہ مضبوط کرکے اس پر زندگی تنگ کر دی زمانہ بعسرت و دشواری بسر ہونے لگا۔ ہمراہی جدا ہو گئے، چند جو رہ گئے شدت بیماری و ضعف سے نقل و حرکت کی قدرت نہ رہی ناچار اپنے خالو سبھ کرن کو ہراس جھالہ نامی خیر خواہ ملازم کے ساتھ شاہزادہ بلند اقبال کی خدمت میں بھیجا اور عجز و انکسار کو شفیع بنا کر بندگی و فرماں پذیری اختیار کی اور مقام گوگنڈہ میں اپنے چند نیم جان ہمراہیوں کے ساتھ دولت کورنش حاصل کی لعل گراں بہا جو قدیم سے اس کے پاس تھا سات زنجیر فیل کے ساتھ پیشکش کیا جس جگہ سے نظر آیا وہاں سے تخت تک ہر قدم پر تسلیمات اور سجدے کرتا آیا۔ جب تخت دولت پر جبیں سائی کے لئے جھکا تو شاہزادہ والاقدر نے دونوں ہاتھوں سے اس کا سر زمین سے اٹھا کر سینۂ مبارک سے لگا لیا اور ہر طرح دلجوئی و دلداری خاطر سے اس کی وحشت دور کرکے اسے اطمینان دلایا۔ جب وہ تسلیم و بندگی کی رسموں سے فارغ ہوا تو بیٹھنے کا حکم دیا اور تھوڑی دیر کے بعد خلعت، شمشیر مرصع، خنجر مرصع، اسپ قبچاق با زین مرصع، فیل خاصہ مع یراق نقرہ، پچاس راس گھوڑے اور ایک سو بیس مکمل خلعت اس کے مخصوص آدمیوں کو مرحمت کرکے رخصت فرمایا۔

جب رانا مطمئن ہو کر منزل پر پہنچا تو اس نے اپنے جانشین بیٹے کرن کو بھی خدمت میں بھیجا وہ بھی زمین بوسی کی دولت اور شاہانہ نوازشوں سے مفتخر ہوا۔ پھر طے پایا کہ قصد سفر کرکے جہاں پناہ کی خدمت میں متوجہ درگاہ ہو۔

جس تاریخ سے ہندوستان جیسا عظیم الشان ملک نور اسلام سے منور ہوا ہے ان لوگوں کے اجداد میں سے کسی نے شاہان دہلی کی دربارداری نہیں کی۔ اور یہ ارادہ کہ وہ دربارداری کریں شاہان دہلی کے دل میں بھی پیدا نہیں ہوا۔ ہمیشہ حضرت عرش آشیانی کے عساکر منصورہ رانا کی بیخکنی کے لئے متعین ہوتے تھے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوتا تھا۔

حضرت شاہنشاہی آغاز جلوس سے اس شغل خطیر پر ہمہ تن صرف ہمت فرما کر بار بار لشکر پے در پے بھیجتے رہے۔ چونکہ اس عقدۂ دشوار کی کشائش شہزادہ گیتی ستان شاہجہاں کی

تیغ جہاں کشا پر لکھی ہوئی تھی ان بے سود کوششوں سے کچھ نہ ہوا۔ جب شاہد مراد کی جلوہ گری کا وقت آیا تو کریم کارساز کے کرم اور خداوند بے نیاز کی عنایت سے دولت خواہان نیازمند کی خواہشوں کے مطابق معاملہ آسان ہوگیا اور شاہزادہ والاقدر کرن کو ساتھ لے کر والد بزرگوار کی قدمبوسی کو روانہ ہوئے

چونکہ بیرون اجمیر قیام کا اتفاق ہوا اس لئے بحکم اشرف تمام امرائے دولت استقبال سے سعادت پذیر ہوئے، ہر ایک نے حسب حیثیت نذریں گزرانیں۔

بروز یکشنبہ ۱۱ اسفندار سال نہم جلوس مطابق ۲۰ محرم ۱۰۲۴ھ کو شہزادۂ فلک شکوہ توسن جہاں نورد پر سوار ہو کر بیرون شہر سے شاہ جہم پناہ کی ملازمت کے لئے چلے۔ امرائے عالیقدر، تمام منصبدار و احدی اور برق انداز ہمرکاب تھے۔ دو پہر دو گھڑی دن گزرنے کے بعد شہزادہ والاقدر پدر عالی گہر کی خدمت میں باریاب ہوئے ہزار مہر، دو ہزار روپیہ بصیغہ نذر اور ہزار مہر دو ہزار روپیہ برسم تصدق نذر دیا۔ جہاں پناہ نے فرزند اقبال مند کو آغوش عزت میں لے کر عنایات خاص سے سرفراز فرمایا۔

بعد ادائے مراسم زمین بوسی بخشبان عظام نے کرن کو پیشگاہ اقبال میں لا کر اس کی جبین اخلاص کو سجدوں کے فروغ سے نورانی کیا۔ اسوقت حکم ہوا کہ تنق داران بارگاہ عزت و تواچیان بہرام صولت اس کو دست چپ کے جھروکے پر سامنے کھڑا رکھیں، پھر شاہزادہ بلند اقبال کو خلعت خاص مشتمل بر چارقب مرصع و تسبیح مروارید گراں بہا و اسب قبچاق با زین مرصع و فیل کوہ شکوہ مع ساز طلا عنایت ہوا اس کے بعد کرن نے خلعت فاخرہ و شمشیر مرصع سے سرفرازی پائی۔ امرائے عظام و تمام منصبداران خدام پذیرہ خدمت بھی حسب رتبہ مراحم و نوازش سے کامیاب ہوئے چونکہ وحشی نژادان صحرا نورد کی خاطرداری و دلشکاری لازمۂ فرمانروائی تھی اس لئے کرن کو روزانہ اسپان قبچاق و رہوار و فیلان مست صف شکن از اقسام تحائف و لطائف از قسم جواہر آلات مرصع عنایت کئے جاتے تھے بلا مبالغہ نفیس و نادر اشیا میں سے کم چیزیں ایسی ہوں گی جو اسے مرحمت نہ ہوئی ہوں۔

آغاز سال دہم جلوس اشرف

آٹھویں صفر ۱۰۲۴ھ کو آفتاب کے برج حمل میں آنے پر جلوس شاہنشاہی کے دسویں سال کی

ابتدا ہوئی۔ اس جشن مسعود میں اعتماد الدولہ منصب ششش ہزاری ذات و سہ ہزار سوار سے مشرف ہوا اور علم و نقارہ بھی بمراسم شاہی حاصل کیا۔ حکم ہوا کہ پائے تخت میں بھی نقارہ بجا کرے اور یہ اکسی کے ساتھ مخصوص عنایت تھی زبان قلم نور جہاں بیگم کے علو مرتبت اور ان کے منسوبان دولت کی ترقی منصب کے بیان سے قاصر ہے اگر اس مضمون کی شرح میں دفتر تیار کئے جائیں تو بھی ہزار میں سے ایک اور بہت میں سے تھوڑا اظہار واقعہ ممکن نہیں میری فرصت اس شغل کے لئے کہاں کافی ہو سکتی ہے دوسرے آصف خاں نے بڑے اہتمام کے ساتھ نذر پیش کی۔ قریب ایک لاکھ روپیہ کے نفائس و نوادر انتخاب ہوئے اور اس کا منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار مقرر ہوا۔ کرن پسر رانا امر سنگھ منصب پنجہزاری ذات، و سوار سے سرفراز ہو کر امرائے والا قدر کے سلسلہ میں منسلک ہوا۔ اس مدت میں اس سلسلہ کے کسی شخص نے سلاطین دہلی کی نوکری نہیں کی تھی بلکہ ملازمت کا قصد بھی نہیں کیا تھا۔ خود آزادانہ و خود سرانہ بسر کرتے رہے کسی کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کی۔ ایزد تعالیٰ نے شاہزادہ بلند اقبال کو عجیب توفیق عطا کی۔ دار الملک قضا کے منشی نے اس فتح کا طغرا شاہزادہ جوان بخت کے نام نامی پر صفحۂ تقدیر پر لکھ دیا تھا۔

ایں ہا تو کنی و از تو آید

(اس تاریخ کو آصف خاں کی دختر بلند اختر سے پسر والا گہر پیدا ہوا اور اس فروغ بخش دودمان خلافت کے جد بزرگوار نے اس کا نام سلطان دارا شکوہ رکھا)۔

ان دنوں مخبران صوبۂ کشمیر کی عرضی سے ایک عجیب واقعہ کی اطلاع عرض مبارک میں پیش ہوئی۔ جس کی مختصر شرح یہ ہے کہ حافظ نام ایک درویش کشمیر کی ایک خانقاہ میں چالیس سال سے گوشہ نشین تھا۔ مرنے سے دو سال پہلے اس خانقاہ کے وارثوں سے ملتجی ہوا کہ جب رحلت کا وقت آجائے تو مجھے اسی خانقاہ کے ایک گوشہ میں دفن کر دیں اور ان لوگوں نے بطیب خاطر منظور کیا۔ جب مدت موعودہ پوری ہونے کو آئی اور وقت وفات نزدیک پہنچا درویش نے اپنے دوستوں اور عزیزوں سے کہا اس خیمہ رو زمیں ایک امانت جو میرے پاس ہے سپرد کرکے سفر واپسیں پر متوجہ ہوتا ہوں پھر اپنے ایک مخصوص معتقد سے جو کشمیر کے قاضی زادوں سے تھا ملتفت ہو کر کہا کہ میرے مصحف کو

بسات سو تنکہ میں ہدیہ کر کے اس رقم کو میری تجہیز و تکفین میں صرف کرنا کل روز جمعہ ہے ۸۱
جب نماز کی اذان سننا تو میری خبر لینا۔ اور دوسری جزوی اشیا جو اس کے پاس تھیں
اپنے جان پہچان والوں کو تقسیم کر دیں پنجشنبہ کو آخر روز حمام میں آکر غسل کیا۔ دوسرے
دن نماز سے پہلے قاضی زادہ نے خانقاہ میں آکر حافظ کا حال پوچھا حجرے کا دروازہ
بند اور اس پر ایک خادم بیٹھا ہوا پایا خادم سے کیفیت دریافت کی۔ کہا فرمایا ہے کہ جب تک
حجرہ خود بخود نہ کھل جائے میری حالت کی جستجو نہ کرنا، قاضی زادہ نے تھوڑا توقف کیا
حجرہ کھلا اور خادم کے ساتھ قاضی زادہ اندر آیا اور دیکھا کہ قبلہ رو دو زانو بیٹھے ہوئے
جان خدا کو سپرد کر چکے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس دن شہر میں عجیب شورش
تھی وضیع و شریف، آشنا و بیگانہ غرض کوئی ایسا نہ رہا جو اس بزرگوار کے جنازہ پر
حاضر نہ ہوا۔

غرائب واقعات کے اسی سلسلہ میں مستقر خلافت میں کشن سنگھ و گوبنداس کا قتل ہے۔
جس کے اجمالی واقعات یہ ہیں کہ کشن سنگھ برادر حقیقی راجہ سورج سنگھ نبیرۂ راو مالدیو مشہور کی
بہن سے شاہزادۂ عالم سلطان خرم پیدا ہوئے۔ راجہ سورج سنگھ کا ایک وکیل تھا گوبنداس
نہایت معتبر، اس نے راجہ کے بھتیجے گوپال داس کو کسی جھگڑے میں قتل کر ڈالا تھا۔ کشن سنگھ کو
توقع تھی کہ راجہ اپنے بھتیجے کے انتقام میں گوبنداس کو مار ڈالے گا مگر راجہ بہت مہربانی کرتا تھا
اور اس کی دولت کا دار و مدار یہی تھا اس لئے بازپرس سے غفلت کی، کشن سنگھ کو راجہ کے اغماض
سے بڑی الجھن تھی، دل ہی دل میں بھتیجے کے انتقام کا کینہ پرورش کرتا رہا، اور موقع کا
منتظر رہا۔

اسی اثنا میں حضرت شاہنشاہی موضع پوکھر کے تالاب کی سیر کو تشریف لے گئے اور رات وہیں توقف
فرمایا کشن سنگھ نے قابو پا کر اپنے برادر زادہ کرن اور دوسرے دوستوں و ملازموں کے
ساتھ بارادۂ قتل گوبنداس صبح صادق سے پہلے سوار ہو کر جس میدان میں کہ راجہ اور
اس کے ملازم اترے ہوئے تھے پہنچا۔ اور اپنے چند آزمودہ آدمیوں کو پیادہ کر کے
گوبنداس کے گھر جو راجہ کے محل سے قریب تھا بھیجا اور خود سوار کھڑا رہا جو لوگ پیادہ
ہو گئے تھے گھر کے اندر داخل ہوئے اور گوبنداس کے چند محافظ و نگران راجپوتوں کو
تہ تیغ کرنے لگے۔ اس جدال و قتال اور شور و شغب میں گوبنداس بیدار ہو کر بغیر سابقہ

۸۲ خبر و آگاہی کے مضطربانہ تلوار اٹھائے گھر کے ایک جانب سے نکلا تاکہ خود آگے آدمیوں کے پاس پہنچ کر کیفیت حال سے واقف ہو۔ اسی پریشانی و فتنہ و فساد کے عالم میں کشن سنگھ کے آدمیوں کو نظر آ گیا جو اس کی تلاش میں سرگرداں تھے اور ان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

ابھی کشن سنگھ کو اس کے مارے جانے کی خبر نہ تھی نہایت اضطراب و غصہ کی حالت میں گھوڑے سے اتر کر کرن کے ساتھ گوبند اس کی حویلی میں گھس آیا۔ ہر چند لوگوں نے پیادہ ہونے سے منع کیا۔ ان کی بات پر کان نہ رکھے اتنی دیر میں راجہ بھی بیدار ہو گیا۔ اور تلوار کھینچے گھر سے باہر آیا۔ راجہ کے لوگ اطراف و جوانب سے ہجوم کر کے راجہ کے پاس پہنچے۔ راجہ نے ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے جو لشکر میں یا پیادہ آ گئے تھے تیاری کا حکم دیا۔ چونکہ راجہ کے آدمی تعداد میں بہت تھے ان میں سے ہر ایک نے دس دس بیس بیس آدمی مار ڈالے مختصر یہ کہ کشن سنگھ اور اس کا بھتیجا کرن علی الترتیب سات اور نو زخم کھا کر اس ہجوم میں قتل ہوئے کشن سنگھ، کرن اور گوبند اس کے قتل ہونے کے بعد باقی لوگ گھوڑوں تک پہنچ کر سوار ہوئے۔ اسی طرح ایک جماعت راجہ کے آدمیوں کی بھی ان کے قتل کے ارادہ سے سوار ہوئی اور لڑتی ہوئی جھروکہ بادشاہی تک پہنچی۔ اس پر آشوب فتنہ میں اٹھاسٹھ راجپوت طرفین سے قتل ہوئے تیس نفر راجہ کے آدمی اور چھتیس کشن سنگھ کے کشتہ ہوئے۔

اس سال کے بڑے اور نمایاں واقعات میں صفی میرزا کا واقعہ قتل بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔ جو شاہ عباس صفوی کا بڑا بیٹا تھا اور پدر نامہربان کی تیغ ستم سے نذر فنا ہوا۔ اس کی مختصر حقیقت یہ ہے کہ شاہ عباس مدتوں اپنے جانشین سے بدگمان و متوہم رہا۔ آخر شہر رشت میں جو گیلان کے مشہور شہروں سے ہے بہبود نام ایک ترکی غلام کو اشارہ کیا کہ صفی میرزا کو مار ڈالے۔ اس سفاک و بیباک نے موقع پا کر محرم سنہ ۱۰۲۴ھ کی ایک صبح کو جب کہ میرزا حمام سے نکل کر گھر جا رہا تھا، ایک سنجک کے زخم سے اس کا کام تمام کر دیا۔ بہت دن تک اس کی لاش آب و گل میں پڑی رہی کسی کو اس کی ہمت نہ تھی کہ اجازت لے کر تجہیز و تکفین کرے۔ شیخ بہاء الدین محمد جو اس ملک کے مقتدا تھے اور شاہ ان پر بہت اعتقاد رکھتا تھا خبر پا کر شاہ کے پاس پہنچے اور نہایت عقلمندانہ اور پر لطف انداز بیان کے ساتھ کہنے لگے کہ آج کل ایک نہر کے کنارے

ایک مقتول سید زادہ کی لاش پڑی ہوئی ملی ہے اگر ایما فرمائیں تو تجہیز و تکفین کرکے کسی مناسب جگہ دفن کر دیجائے۔ شاہ نے اجازت دی۔ شیخ نے اس کی لاش کو تجہیز و تکفین کے بعد اردبیل جہاں ان کے آباؤ اجداد کا مدفن ہے بھجدیا۔

انھیں ایام میں میر میراں پسر خلیل اللہ یزدی جو قبل ازیں درگاہ گیتی پناہ پر حاضر ہو چکے تھے وطن مالوف سے آکر زمین بوس دولت ہوئے اور ہزاری ذات و چار سو سوار کا منصب پایا۔

جلوس کے آخر سال دہم میں شاہ نواز خاں خلف خانخاناں کی فتح اور بد اختر کی شکست کا مژدہ خیر خواہان دولت کی مسرت و انبساط خاطر کا باعث ہوا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سپاہ دکن کے چند سردار مثل آدم خاں، یاقوت خاں بابو جیو کانتھ اور دوسرے برگی ایک دفعہ عنبر سے رنجیدہ ہو گئے اور جسوقت شاہ نواز خاں بالاپور میں تھا قول و قرار کرکے شاہ نواز خاں سے ملے شاہ نواز خاں نے ان میں سے رتبہ اور اہلیت کے مطابق ہر ایک کی نقد و جنس، اسپ و فیل وغیرہ تکلفات کے ساتھ دلجوئی و حوصلہ افزائی کی اور ان کے مشورہ کے مطابق بالاپور سے کوچ کرکے بارادہ مقابلہ لشکر عنبر کا رخ کیا۔

عنبر تک پہنچنے سے پہلے محلدار خاں، دلاور خاں، آتش خاں اور چند دوسرے سرداران نظام الملک مقابلہ پر آئے اور اقبال روز افزوں کی برکت سے شاہ نواز خاں ان کو شکست دیکر بعجلت تمام عنبر پر چڑھائی کے خیال سے روانہ ہوا، نام بردہ لوگ بحال تباہ شکست خوردہ عنبر کے پاس پہنچے وہ بدبخت کثرت لشکر، و آلات جنگ کے انتظام، توپ خانہ اور مست و جنگی ہاتھیوں کی زیادتی پر مغرور ہو کر عادلخاں و قطب الملکی فوج کی موافقت و رفاقت کے ساتھ رزم طلب ہوا۔

اب دونوں فوجوں میں پانچ چھ کوس سے زیادہ فاصلہ نہ تھا، یعقوب خاں بدخشی نے جو رزم آزما قدیم و تجربہ کار سپاہی تھا اور خانخاناں نے شاہ نواز خاں کی باگ اس کے قبضۂ اختیار میں دیدی تھی پہلے سوار ہو کر میدان جنگ ایسی جگہ ترتیب دیا جس کے سامنے ایک پانی کا نالہ تھا اور نالہ کے اطراف ارغدان تھے اور تیرانداز جوانوں کی ایک جماعت نالہ کے کنارے مقرر کی کہ قدم ہمت جما کر لشکر مخالف کو تیروں کی

۸۵ بارش سے موت کے گھاٹ اتاریں۔

دوسرے روز دونوں لشکر صف آرائی میں مشغول ہوئے۔ سہ پہر کے بعد فوجیں نمایاں ہوئیں اور غنیم کی طرف سے بان کاری و توپ اندازی کا آغاز ہوا۔ جب روئے ہوا دھوئیں غبار سے صاف ہو گیا لشکر حبش اور عنبر کے خورد سال جوان جو اس کے اصطبل کے گھوڑوں پر سوار تھے اور تمام لشکر سے انتخاب کر کے ہراول قرار دیئے گئے تھے آگے بڑھے۔ جب نالہ کے کنارے پہنچے نالہ سے اترنے اور پار ہونے کیلئے ہجوم ہوا۔ اس طرف سے مسلح جوانوں نے تیر باری پر رکھ لیا بہت سے سوار زخم سے ہلاک ہوئے، جو تیر گھوڑے پر لگتا تھا، وہ گھوڑا کچھی یا تازی ہونے کی وجہ سے چراغپا ہو کر اپنے سوار کو زمین پر گرا دیتا تھا۔ الحاصل اس طرف کوئی اور کام نہ دیتا تھا اور اس طرف سے تیروں کی بارش لوگوں کو فنا کئے دیتی تھی، مخالفین کے جو لوگ پیچھے تھے آگے والوں کا حال دیکھ کر اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے۔

اتنے میں داراب خاں بہادران فوج ہراول کے ساتھ نالہ سے گزر کر مقتولوں کے سر و سینہ پر گھوڑا دوڑاتا حملہ آور ہوا، اور دوسری فوجوں سے بھی شیران بیشہ ہمت اور بہادران عالی حوصلہ تلواریں کھینچے فوج مقابل پر جھپٹ پڑے اور افواج کو پراگندہ کر کے فوج غول تک پہنچے۔

چونکہ عنبر خود فوج غول کے حلقہ میں پائے ادبار جمائے ہوئے تھا عرصہ تک آتش قتال و جدال بھڑکتی رہی۔ بہادران رزم دوست نے وہ وہ ہاتھ دکھائے کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے کشتوں کے پشتے لگ گئے عنبر تیرہ بخت مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ اٹھا، اگر رات کی تاریکی ان سیاہ دلوں کی فریاد کو نہ پہنچتی تو ان میں سے ایک بھی جانبر نہ ہوتا۔ باوصف اس کے نہنگان دریائے ہمت سونے کے وقت تک جو ان کے ادبار کا وقت تھا تین کوس تک ان کا تعاقب کر کے مغروروں کو قتل کرتے رہے جب آدمیوں اور گھوڑوں میں مجال حرکت نہ رہی اور باقی ماندہ لوگ اطراف و نواح میں روپوش ہو گئے لشکر بھاگ کر اپنے مقام پر واپس آئے۔ ایک بڑا توپ خانہ تین سو شتر بانوں، مست و جنگی ہاتھیوں اور تازی گھوڑوں کے ساتھ مع ساز و اسلحہ بے حد و بے شمار بندگان دولت کے ہاتھ آیا سرداران فوج مخالف کے بہت سے لوگ زندہ گرفتار ہوئے اور مقتولوں کا تو حساب و شمار ہی نہیں۔

دوسرے دن اس منزل سے کوچ کرکے کرکی کی طرف جو اس سیاہ بخت کے رہنے ۸۰
کی جگہ تھی بتقریب یلغار روانہ ہوئے مگر جب ان تیرہ بختوں کا کوئی نشان نہ ملا تو وہیں چند روز توقف کرکے اس آبادی کی عمارات و منازل خلا کے خاک سیاہ کردیں پھر بعض امور کے رونما ہونے کیوجہ سے جن کی تفصیل طول کلام کا باعث ہے عزم مراجعت کرکے ردہن گرہ کی گھاٹی سے نکل آئے۔

حضرت شاہنشاہی نے اس فتح نمایاں کے صلہ میں شاہ نواز خاں، داراب خاں و دیگر امرائے رفیع الشان کے منصب بڑھاکر انواع عنایات و نوازش سے سربلندی بخشی۔

سال یازدہم از جلوس جہانگیری

روز یکشنبہ غرۂ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو نیر اعظم برج حوت سے دولت سرائے حمل میں پرتو انداز ہوا تھا کہ جلوس کا گیارھواں سال شروع ہوا، ایام جشن میں امرائے عظام نے رسم مقررہ کے مطابق نذریں پیش کیں۔ ان میں سے میر جمال الدین حسین انجو ایک خنجر مرصع جو بیجاپور میں کسی طرح مہیا کیا تھا نظر مبارک میں لایا۔ اس خنجر کے دستہ پر ایک زرد یاقوت جڑا ہوا تھا۔ نہایت صاف و لطیف نصف بیضۂ مرغ کے برابر اس کے علاوہ اور تمام یاقوت فرنگ پسند اور زمردہائے کہنہ و خوش آب و خوش رنگ جڑے ہوئے تھے جوہریوں نے پچاس ہزار روپیہ قیمت جانچی۔ آصف خاں جو چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار کی منصب پر سرفراز تھا ہزاری ذات و دو ہزار سوار کے اور علم و نقارہ کی عنایت سے مفتخر ہوا، اسی طرح اور بھی حسب رتبہ مناسب اضافہ و ترقی سے مسرور ہوئے۔

اس روز شاہزادۂ عالم و عالمیاں سلطان خرم نے ایک لعل برسم پیشکش نذر دیا نہایت عمدہ اور صاف اور لطیف اس کی قیمت اسی ہزار تجویز ہوئی۔ اس روز شہزادہ کا منصب پہلے پانزدہ ہزاری خاصہ و ہشت ہزار سوار تھا بیست ہزاری و دہ ہزار سوار مقرر ہوا میر جمال الدین حسین انجو کو عضد الدولہ کے خطاب سے عزت دیگئی۔

ماہ ربیع الثانی میں خبر آئی کہ شیخ فرید بخاری المخاطب بہ میر تقی خاں انتقال کرگئے (روز یکشنبہ چودھویں جمادی الاول سنہ مذکور کو خدائے کریم و دانا نے آصف خاں کی بیٹی کے بطن سے شاہزادہ خرم کو ایک بیٹا عنایت فرمایا۔ حضرت شہنشاہی نے اس والا گہر کو

شاہ شجاع کے نام سے موسوم کیا۔ ۹۸

اس سال ہندوستان کے بعض پرگنوں میں وبا کا اثر ظاہر ہوا۔ رفتہ رفتہ بہت شدت ہوگئی بکثرت موتیں ہوئیں۔ اس بلا کی ابتدا پنجاب کے پرگنوں سے ہوئی، پھر لاہور اس سے ماؤف ہوا، ہندو مسلمانوں کے گھر کے گھر اس مرض میں ضائع ہوئے پھر سرہند و اور دوآبے کے درمیان دہلی تک اور اس کے اطراف میں پہنچکر بہت سے گانوں اور قصبے معدوم کردئے ابتدا میں چوہے ظاہر ہوئے جو سوراخ سے نکلکر مدہوشانہ در و دیوار سے ٹکرا کے مرجاتے تھے۔ اگر فوراً اس گھر سے نکلکر صحرا و جنگل میں پناہ لیجاتی تو جان بچ جاتی ورنہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس گاؤں کے تمام آدمی روانہ عدم ہوجاتے (اور بالفرض اگر کوئی شخص وبا زدہ میت یا اس کے اسباب کو ہاتھ لگاتا تو زندہ نہ رہتا)۔ یہ بلا ہندؤں میں زیادہ سرایت کرگئی تھی، لاہور کے گھروں میں بہت سے ایسے تھے کہ جن میں سے دس دس اور بیس بیس آدمی مرگئے، اور ان کے تعفن سے ہمسایہ عاجز ہوگئے، اور محلے چھوڑ کر بھاگ گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھر مردوں سے بھرے ہوئے مقفل پڑے رہتے تھے، جان کے خوف سے کوئی شخص ان کے پاس نہ پھٹکتا۔ کشمیر میں اس سے بھی زیادہ سخت وبا ہوئی اور یہانتک نوبت پہنچی کہ اگر کسی وبا زدہ میت کو کسی فقیر نے گھاس پر غسل دیا تو دوسرے روز وہ فقیر بھی مرگیا جس چارہ پر اس کو نہلایا گیا تھا ایک بیل نے کھالیا وہ بھی مرگیا۔ جن کتوں نے اس بیل کا گوشت کھایا وہ بھی ختم ہوگئے پھر وبا اس کثرت سے پھیلی کہ ہندوستان میں آٹھ سال تک اس وبا سے کوئی جگہ خالی نہ رہی۔

اس زمانہ میں محمد رضا بیگ ایلچی جو شاہ عباس کے محرم و قدیم رازداروں میں سے تھا ایک محبت آمیز خط کے ساتھ بہ تقریب ایلچی گری از جانب شاہ باریاب ہوا۔ ایک دن اس سے باتوں کے سلسلہ میں پوچھا کہ صفی میرزا کے قتل کا سبب معلوم نہوا کہ ایک مدت سے یہ عقدہ دل میں گرہ ہو رہا ہے۔ محمد رضا نے عرض کی چونکہ کئی وجوہ سے یہ بات شاہ کے دل میں جگہ کرگئی تھی کہ عدم سعادت و فرط گمراہی کی وجہ سے وہ میرے قصد میں ہے، اس کے ساتھ ہی کچھ اور آثار و علامات بھی اس قسم کی ظاہر ہوئیں اور شاہ کی زندگی تنگ و دشوار ہوگئی اور یہانتک اثر پڑا کہ ایک رات میں دو تین بار

خوابگاہ تبدیل فرماتے تھے اس لئے بخیال پیشدستی قتل کا حکم ہوا۔

شاہزادہ عالم شاہ خرّم کا تسخیر دکن کی رخصت پانا اور موکب حضرت شاہنشاہی کا جانب مالوہ روانہ ہونا

جب شاہزادہ پرویز سے مہم دکن سر نہ ہوئی، اور باوجود امرائے صاحب اقتدار و کثرت لشکر و خزائن وفور مصالح ملک گیری و مرور زمانہ امر عقدہ کی کشائش اسکی کلید عزم و ہمت سے نہ ہوسکی تو شاہزادہ جوان بخت و جہانبخشا سلطان خرم کو جنھوں نے حال ہی میں رانا کی مہم فتح کرکے ایسے دیو خصلت درندہ کو دام اقبال میں اسیر کیا تھا فتح دکن پر نامزد کرکے شاہی کے گرانقدر خطاب سے مفتخر فرمایا۔ جو حضرت صاحبقران گیتی ستاں کے زمانہ سے ابتک کسی شاہزادہ کے لئے تجویز نہیں ہوا تھا اور منصب بھی بست ہزاری ذات دہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوا اور چارقب مرصع دور دامن و گریبان و سر آستیں پر مروارید ٹنکے ہوئے اور دو گھوڑے خاصہ کے ایک عراقی با زین مرصع و دوسرا ترکی مع ساز طلا، فیل خاصہ با مادہ فیل، شمشیر و خنجر مرصع با پرتلہ گراں قیمتی ایک لاکھ روپیہ مرحمت فرمایا۔

چند خوان جواہر اور آلات مرصع سے بھرے ہوئے فرزند اقبال مند کے سامنے لائے گئے اور حکم ہوا کہ جس چیز پر طبیعت راغب ہو کے لیں۔ بر بنائے مرضی اشرف ایک ہار مروارید کا لے لیا، حضرت شاہنشاہی نے اس ہار کو ایک دوسرے ہار کیساتھ جو جشن کے روز پہنا کرتے تھے اور جس میں قیمتی لعل و نفیس زمرد لگے ہوئے تھے، اور ایک لاکھ قیمت تھی عطا فرمایا۔

دوشنبہ کے دن ۹ ارشوال مطابق ۹ آبان کو دعائے نصرت و کامیابی کے ساتھ جانب دکن رخصت فرمایا۔ عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ اور دوسرے مراسم نوازش یافتہ مخصوص وقعت و شان کے امرا و سردار شاہزادۂ والاقدر کی خدمت میں متعین ہوئے راقم اقبال نامہ خدمت بخشی گری و منصب ہزاری و خلعت و فیل سے مشرف ہوا۔ اور حکم ہوا کہ مہابت خاں سزاولی کرکے شاہزادہ پرویز کو برہانپور سے الہ آباد روانہ کرے۔

اور دیوانان عظام شاہزادہ کی جاگیر اسی صوبہ میں منتقل کردیں۔

روز شنبہ غرۂ ذیقعدہ ۱۰۲۵ھ مطابق ۲۱ آبان ۱۱ جلوس کو جانب مالوہ سفر کا اتفاق ہوا اس راستہ میں عجیب سانحہ پیش آیا خواجہ سرایان بادشاہی میں سے کسی نے سارس کے دو بچے راستہ سے پکڑ لئے۔ سارس کلنگ کی طرز کا ایک جانور ہے اگر کلنگ سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کا سر سرخ ہوتا ہے۔ جب حضرت شاہنشاہی شکارگاہ سے واپس ہوکر منزل پر تشریف لائے دو بڑے سارس فریاد کرتے خلوت خانۂ بادشاہی کے سامنے بے وحشت و اضطراب آکر بیٹھ گئے اور مظلوموں کی طرح فریاد و فغاں کرنے لگے سبب معلوم ہونے کے بعد وہ خواجہ سرا دونوں بچوں کو حضور اشرف میں لایا۔ بچوں کو دیکھتے ہی بے تابانہ نزدیک جا کر اس گمان میں کہ شاید چارہ نہ ملا ہو کوئی چیز اپنے منہ سے نکالکر بچوں کے منہ میں رکھدی اور بچوں کو درمیان میں لے کر شوق کے پر و بازو سے اڑتے ہوئے اپنے آشیانہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ سارس کا اپنی مادہ کے ساتھ محبت و انس رکھنا عام طور سے مشہور ہے۔ ایک واقعہ قیام پسر شاہ محمد قندھاری قراول بیگی حضرت جنت مکانی جہاں پناہ کی خدمت میں بیان کرتا تھا کہ میں ایک دن شکار کو گیا ایک سارس کو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے دیکھا میں نے بندوق سے شکار کرنا چاہا اور اس ارادہ سے چند قدم بڑھا کر جب کھڑا ہوا تو بندوق سے شکار کروں اس نے کوئی حرکت ہی نہ کی میں جتنا قریب ہوا اتنا ہی وہ مطمئن و ساکت نظر آیا، وحشت کے کوئی آثار اس پر نہ معلوم ہوئے میں نے اپنے آپ سے کہا کہ شاید بیمار ہے۔ جب اس کے سر پر پہنچ کر اس کا پاؤں پکڑا اور کھڑا کیا تو اتنا ہلکا معلوم ہوا کہ گویا ایک مثقال گوشت بھی اس کے تمام اعضا میں نہیں۔ وہ تین قدم لنگڑاتا ہوا چلا تھا کہ مر کے گر پڑا۔ جب بغور دیکھا تو اس کے سینہ میں کیڑے پڑ کے گوشت و پوست تحلیل ہو چکا تھا۔ اور جہاں وہ بیٹھا تھا وہاں چند ہڈیاں ایک مردہ سارس کی پڑی ہوئی تھیں جو اس کے بال و پر میں چھپی تھیں معلوم ہوا کہ اپنی مادہ کی ہڈیاں سینے کے نیچے لئے بیٹھا تھا۔ اس قسم کی حکایتیں بہ کثرت زبان زد خاص و عام ہیں۔

راقم اقبال نامہ کو ایک عجیب بات محسوس ہوئی جس سفر میں حضرت شاہنشاہی اجمیر سے کشمیر کو جا رہے تھے ایک دن جوالی تھانیسر میں ایک حقیر خواجہ سرا ایک کنجشک صحرائی کا بچہ ہاتھ میں لئے آیا۔ اس کی بھی ماں فریاد کرتی ہمراہ تھی۔ اسی خواجہ سرا نے بچہ کنجشک کو

۹۲ پنجرہ میں رکھکر پنجرہ اپنے پاس سے دور کردیا۔ ماں اس کی ہر دم جنگل کی طرف جاتی اور چند دانہ منہ میں لیکر آتی اور اس بچہ کو کھلاتی تھی اور پھر جنگل کو چلی جاتی تھی یہ روز اسی طرح گذر گیا۔ دوسرے روز جب کوچ ہوا اس کی ماں اڑتی ہوئی ساتھ چلی اور پہلے دن کی طرح اپنے بچہ کو چارہ پہنچاتی رہی جب یہ خبر مجھے پہنچی میں نے طلب کر کے حکم دیا کہ بچہ کو ہاتھ میں رکھے دیکھیں چڑیا ہاتھ پر بیٹھتی ہے یا نہیں۔ وہ پہلے فریاد کرتی ہوئی اس بچے کے گرد و پیش اڑنے لگی اور آخر کو بے تابانہ اس خواجہ سرا کے ہاتھ پر بچہ کے پہلو میں بیٹھ گئی اور اسی طرح چار منزل تک لشکر کے ساتھ چلتی رہی یہانتک کہ بچہ میں قوت پرواز پیدا ہوئی اور وہ اس کو اڑا کر اپنے ساتھ لے گئی۔

جب بادشاہزادہ عالم شاہ خرم رانا کی حدود متعلقہ میں پہنچے تو رانا بغایت اخلاص وسعادت مندی منزل اودے پور میں تقدیم شرائط بندگی وادائی مراسم زمین بوسی سے سعادت یاب ہوا، اور پانچ زنجیر ہاتھی، ستائیس راس گھوڑے اور جواہر و مرصع آلات کا ایک خوان بطور پیشکش نذر کیا۔ شاہزادہ عالم پناہ نے تین گھوڑے قبول فرما کر بقیہ چیزیں اس کو بخشدیں اور خلعت چارقب شمشیر مرصع، خنجر مرصع، اسپ عراقی و ترکی و فیل عنایت فرما کر رخصت کی اجازت دی۔ اس کے فرزندوں اور مخصوص معتمدوں کو بھی خلعت عطا ہوا اور قرار پایا کہ رانا کا پوتا ڈیڑھ ہزار سوار کے ساتھ اس یورش میں ملازم رکاب رہے

اٹھارویں محرم سنہ ۱۰۲۶ھ موافق سال دہم جلوس جہانگیری کو موکب اقبال کے گھاٹی چاندا سے گزرنیکا اتفاق ہوا۔ یہ منزل داخل ولایت مالوہ ہے مالوہ اقلیم دوم سے ہے۔ اس ملک کا طول ولایت گڈھ سے بانسوالا تک دو سو پینتالیس کوس ہے۔ اور مالوہ کا کوس بادشاہی کوس سے ذرا کم نہیں، اور عرض پرگنہ چندیری سے پرگنہ ندربار تک دو سو تیس کوس۔ شرقی ولایت ماندھو جو اولاد راجہ رامچندر مشہور سے متعلق ہے شمالی قلعہ نرور جنوبی ولایت بگلانہ اور غربی ملک گجرات ہے۔ مالوہ نہایت اچھی آب و ہوا کا ملک ہے اس میں نہریں اور بہتی ہوئی ندیاں بہت ہیں۔ اس کی ہوا قریب بہ اعتدال ہے قصبہ دھار میں راجہ بھوج نے ایک قلعہ پتھر کا نہایت معقول و مطبوع بنایا ہے گویا، ایک پتھر سے تراشا ہے۔ یہاں ایک سال میں دو مرتبہ انگور پھلتا ہے ایک ابتدائے حوت میں دوسرے ابتدائے اسد میں

لیکن حوت میں زیادہ شیروں میں ہوتا ہے۔ چوبیس کرور ساٹ لاکھ دام اس ولایت کی مالگزاری ہے۔ پادشاہان مالوہ بیس ہزار سوار تک رکھتے ہیں قلعہ مانڈو ان کا پایۂ تخت تھا۔ ان کی حقیقت حال ان آثار سے جو ابتک قایم ہیں ظاہر ہوتی ہے۔

دوسری اسفندارمذ کو بلدہ اوجین میں پڑاؤ ہوا چونکہ متواتر آنے جانے والوں سے ایک مرتاض سنیاسی کی تعریف عرض اقدس میں پہنچی تھی اس لیے خاطر حق جو اس کی ملاقات پر راغب ہوئی

اس سنیاسی کا نام (اجہدروپ اشرم) ہے۔ شہر اوجین کے نزدیک ایک جنگل کے گوشہ میں آبادی سے دور ایک پشتہ واقع ہے، اس پشتہ میں ایک سوراخ بنا لیا ہے وہی اس کا مسکن و مامن ہے، اس سوراخ میں آنے جانے کا راستہ ساڑھے پانچ گرہ لمبا اور ساڑھے تین گرہ چوڑا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنے تنگ راستہ سے باوجود ضعف جثہ کے آتا جاتا ہے، پہلے اپنے دونوں ہاتھ دراز کرکے اندر آتا جاتا ہے پھر سر بعد ازاں بعینہ سانپ کی طرح خود کو داخل کرتا ہے نکلتے وقت بھی یہی صورت اختیار کرتا ہے اس سے دیکھنے والے کو سخت حیرت ہوتی ہے۔ اس کے پاس نہ بوریا ہے نہ پیال کہ جاڑے میں اور ٹھنڈی ہوا میں نیچے بچھائے۔ البتہ ایک آدھے ہاتھ کا ٹاٹ کا ٹکڑا رکھتا ہے جس سے اپنے بدن کے اگلے اور پچھلے اعضا کی پوشش کرتا ہے۔ نہ سردی میں آگ نہ گرمی میں ہوا، روزانہ دو مرتبہ دریا میں آکر غسل کرتا ہے۔ ایک تانبے کا برتن پانی پینے کا ہاتھ میں رکھتا ہے۔ تمام شہر میں برہمنوں کے سات گھر جو بیوی بچے والے ہیں اور اس کی درویشی و قناعت کے معتقد ہیں انتخاب کرکے دن میں ایک مرتبہ اجین آتا ہے اور بےخبری کے عالم میں ان سات میں سے تین کے گھر آکر فقیروں کی طرح کھڑا ہوتا ہے وہ لوگ پانچ لقمے کھانے کے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں وہ بغیر چبائے اور مزہ معلوم کیے نگل لیتا ہے۔ بشرطیکہ اس گھر میں شادی، مصیبت یا ولادت واقع نہ ہوئی ہو اور اس گھر میں حائضہ عورت نہ ہو۔ مردوں کے ساتھ بھی اسے کوئی ایسی رغبت نہیں۔ اس سنیاسی نے علم بیدانت جس سے آج کل تصوف مراد ہے خوب حاصل کیا ہے سمجھ تیز اور عقل بلند رکھتا ہے۔ حکیم سنائی کے یہ دو تین شعر اس کے حال کے مطابق ہیں۔ مثنوی:

دانشت لقمان یکے سراچہ تنگ — راست چوں حلق نائے و سینہ چنگ

۹۵ بوالفضولے سوال کرد از وے چیست ایں خانہ یک بدست و سپے
بادم سرد و چشم گریاں پیر گفت ہذا لمن یموت کثیر

راقم نے یہ چند اشعار اس کی نسبت نظم کئے ہیں ۔

زاہدے دیدم از جہاں رستہ در بروے جہانیاں بستہ
نہ از و بر دلِ زمیں بارے نہ ولش را ز چرخ آزارے
دار داز بہر ایں دو روزہ درنگ خانۂ چوں دوات تیرہ و تنگ
درش از حلقہ تنگ تر بینی وز دروں عالمی دگر بینی
عالمے آرمیدہ از شر و شور کردہ جا در درونِ خانۂ مور
در بہار و تموز و صیف و شتا سر و تن فارغ از کلاہ و قبا
پوششش زیر پرتوِ خورشید پیرہن از حریرِ سایۂ بید
نہ پسند در یں جہان دژم خرقہ و لقمہ بارِ پشت و شکم

حضرت شاہنشاہی اس کے ویرانہ پر جو حقیقت سے معمور تھا تشریف لیگئے اور دیر تک قیام فرمایا۔ اس نے مصطلحات تصوف اسلام کو اپنے طریق تصوف سے مطابق کر کے بیان کیا۔ اور کہا کہ اس مقام والے کو سرب ناسی یعنے تارک کل کہتے ہیں

۲۳ اسفندار کو قلعہ مانڈو لشکر گیہاں شکوہ کی فرودگاہ بنا۔ میر عبدالکریم معموری نے حکم اشرف کے مطابق نامی بادشاہوں کی عمارتیں مرمت کر کے از سر نو عمدہ نشیمن اور دلکش عمارتیں جھروکے و غسلخانے وغیرہ تیار کرائے جو پسند ہوے۔ قریب تین لاکھ روپیہ صرف ہوا قلعہ مانڈو ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کا دور دس کوس کا پیمائش میں آیا ہے۔ ایام برشگال میں خوش ہوا اور روح افزا مقام ہے، در و دشت شہر و دیہات گل و ریاحین سے مالامال ہیں خصوصاً گل مہندی بغیر مشاطۂ بہار کی منت کے عروس ملک کی ہاتھ پانوں رنگین رکھتا ہے۔ راتیں اسقدر سرد ہوتی ہیں کہ بغیر لحاف کے گزر نہیں ہوتی۔ دن کو پنکھے کی حاجت نہیں ہوتی۔ سلاطین ماضی کے آثار مانڈو میں بہت ہیں۔ جنمیں سے سلطان ہوشنگ کا مدفن نہایت شاندار اور بادشاہانہ عمارت ہے۔ دوسری ایک بڑی مسجد ہے اور ایک سلاطین خلجیہ کا مدفن ہے اور ایک پتھر کا مینار ہے نہایت مضبوط و موزوں خان جہاں نے

گنبد کے پاس جو ہوشنگ کا وزیر تھا۔

خان جہاں کا ایک بیٹا محمود بے حد عقلمند و بہادر و دلیر اور بلند خیال تھا" ہوشنگ کی وفات کے بعد محمود ہوشنگ کے بیٹے کو جو صغر سنی میں باپ کا جانشین ہوگیا تھا۔ تیغ بیداد سے معدوم کر کے خود سلطنت پر متصرف ہوگیا۔ اور اپنے عہد حکومت میں کار ہائے نمایاں انجام دیئے اپنی حدود متعلقہ کو جیسا کہ چاہئے قید ضبط میں لاکر ایک مرتبہ دکن پر لشکر کشی کی اور رایت فتح و فیروزی بلند کر کے گلبرگہ پر قابض ہوگیا۔ تھوڑے دن وہیں رہا مگر جب محمود بیگڑہ والی گجرات حاکم دکن کی امداد کے لئے آیا تو اس کے پایۂ ثبات کو لغزش ہوئی مجبوراً اپنے ملک و دولت کی نگہداشت ملک گیری کے عزم پر مقدم رکھکر پایۂ تخت کا رخ کیا۔ جب محمود بیگڑہ مرگیا تو گجرات پر چڑھائی کی اور بیرون احمد آباد والی گجرات سے جنگ کر کے فتح پائی۔ اور بہت سا مال غنیمت لے کر مانڈو واپس ہوا۔ دوسری مرتبہ ملتان پر لشکر کشی کی اس ملک کو تاخت و تاراج کر کے خواجہ معین الدین چشتی کے روضہ کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ آج کل روضہ جس حالت میں ہے اسی کے آثار دولت کی بہ دولت ہیں مختصر یہ کہ سلطان محمود خلجی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان غیاث الدین اڑتالیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اور اپنے امرا و وزرا سے بیان کیا کہ تیس سال سے لشکر کشی کر کے باپ کی خدمت میں طرح طرح کی تکلیفیں اور جانفشانیاں برداشت کرچکا ہوں اب کہ سلطنت مجھے ملی ہے ملک گیری کا ارادہ نہیں رکھتا اور چاہتا ہوں کہ بقیہ عمر عیش و عشرت میں گزاروں۔ مشہور ہے کہ پندرہ ہزار عورتیں اس کے حرم میں تھیں اور اپنی عورتوں کا ایک شہر بنایا تھا۔ جس میں حاکم قاضی کوتوال اہل حرفہ وغیرہ سب عورتوں ہی میں سے مقرر کئے گئے تھے، اور سارا انتظام وہی تھا جو نظام شہر کے لئے ضروری ہے۔ جب کسی حسین عورت کی خبر پاتا تو جب تک حاصل نہ کرلیتا چین سے نہ بیٹھتا۔ اس نے کنیزوں کو دستکاریاں سکھائی تھیں اور جن کو ادراک عالی و فہم بلند سے موصوف دیکھتا تھا ان کو تعلیم دلا کر امتیاز عطا کرتا تھا سواری و شکار پر بہت مائل تھا ایک شاندار آہو خانہ بنایا تھا، اس میں شکاری جانور جمع رہتے تھے، ہمیشہ عورتوں اور اپنے حرموں کے ساتھ سیر و شکار میں وقت گزارتا تھا۔ القصہ تیس سال کی حکومت میں نہ وہ کسی دشمن پر حملہ آور ہوا نہ اس کے ملک پر کسی نے جرأت کی

اس کی مجلس میں کبھی کوئی وحشت افزا بات نہیں کی گئی۔ جب اس کی عمر اسی سال کی ہوئی تو مشہور ہے کہ اس کے ناخلف بیٹے نصیر الدین نے اس کو دو بار زہر دیا اس نے ہر بار اپنے بازو پر بندھے ہوئے زہر مہرہ سے اس کا اثر دفعہ کر دیا۔ تیسری بار نصیر الدین نے شربت کے پیالے میں زہر ملا کر خود باپ کو دیا کہ پی لیں۔ باپ نے جب اس کام میں اس کا اتنا اہتمام دیکھا تو پہلے زہر مہرہ اپنے بازو سے کھول کر اس کے آگے پھینک دیا۔ پھر درگاہ بے نیاز میں سربسجود ہو کر کہنے لگا کہ "میری عمر اسی کو پہنچی، اس مدت میں میں عیش و عشرت سے بسر کرتا رہا، کوئی آرزو میرے دل میں باقی نہیں۔ اب میں امیدوار ہوں کہ نصیر الدین کو گناہ میں ماخوذ نہ کر اور روز جزا اس سے بازپرس نہ فرما"۔ پھر وہ پیالہ اس بدخصلت ناخلف کے ہاتھ سے لے کر پی لیا اور جان خدا کو سپرد کی۔ گنبد مذکور میں، جہاں اس کے بیٹے سلطان محمود، سلطان غیاث الدین پسر محمود، سلطان ناصر الدین پسر سلطان غیاث الدین و محمود ثانی پسر غیاث الدین کی قبریں بنی ہوئی ہیں، اصلی قبر اس کی سنگ مرمر کی ہے اس پر نگین چینی پتھر تراش کر نصب کر دئے ہیں اور اس طرح وصل کر دئے ہیں کہ درز معلوم نہیں ہوتی۔

حکم ہوا نصیر الدین پدرکش کی قبر کھود ڈالیں۔ اور اس کی استخوان دریائے نربدہ میں ڈال دیں۔ قبر کھودی گئی تو چند بوسیدہ ہڈیوں کے ساتھ مٹھی بھر خاک برآمد ہوئی۔

جب شاہزادہ جواں بخت کے موکب اقبال نے دریائے نربدہ سے عبور کیا تمام امرائے عظام، منصبدار اور بندگان درگاہ جو دکن میں تھے باریاب ہوئے۔

دوشنبہ کے دن پنجم ربیع الاول سنہ ۱۰۲۶ھ کو شہزادہ جواں بخت شاہ خرم کی سواری برہانپور پہنچی۔ یہاں علامی فہامی افضل خاں اور عمدۃ الدولہ راجہ بکرماجیت کی عرضیاں پہنچیں کہ عادل خاں فرمان گیتی مطاع و نشان عالیشان جہانگیری کے استقبال کے لئے سات کوس تک آیا اور آداب تسلیم و زمین بوسی بجا لا کر بندگی و فرماں پذیری کا اظہار کرتے ہوئے اس نے وعدہ کیا کہ جو محال عنبر نے اولیائے دولت کی حد و دسے نکال لئے تھے وہ پھر بندگان شاہی کے تصرف میں دیدونگا اور جو پیشکش میرے اور دوسرے مالداران دکن کی حیثیت کے لائق ہوگی مہیا کر کے روانہ درگاہ والا کرونگا۔ پھر انھی دو تین دنوں میں عنبر کے پاس سمجھدار آدمی بھیج کر جو مناسب معلوم ہوا کہلا بھیجا۔

قیام برہانپور ہی کے زمانہ میں حضرت شاہنشاہی کی تجویز کے مطابق شاہزادہ نے

۱۰۰ شانواز خاں خلف عبدالرحیم خانخاں کی لڑکی سے نکاح کر کے اس دولت خواہ کے مرتبہ کو اس نسبت سے سربلندی بخشی اور وہ عمدہ دودمان خلافت از سر نو جوان دولت ہوا۔

آغاز سال دوازدہم جلوس مبارک

روز دوشنبہ بارہ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ کو آفتاب کے برج حمل میں آتے وقت سنہ جلوس کا بارھواں سال میمنت و برکت کے ساتھ شروع ہوا۔ اس مدت میں کہ حضرت شاہنشاہی بلدہ مانڈو میں قیام فرما تھے ہمیشہ سیر و شکار میں وقت گزاری کر کے بہت سے قوی شیر ببر جن سے باشندگان مانڈو کو نقصان پہنچتا تھا شکار کیے۔

۲۹ تیر کو سید عبداللہ بارہہ برہانپور سے شاہزادہ ظفر پناہ کی عرضداشت لے کر جس میں فتح کی خبریں لکھی تھیں خدمت اقدس میں پہنچے اور عتبہ خلافت پر ناصیہ سائی سے عزت حاصل کی۔

عرضداشت کا مضمون یہ تھا کہ دکن کی تمام رعایا مطیع و فرمان بردار ہو کر حدود متعلقہ بادشاہی جن پر عنبر نے تصرف کر لیا تھا اولیائے دولت کے قبضہ میں دے چکی ہے، اور قلعوں اور فصیلوں خصوصاً قلعہ احمد نگر کی کنجیاں وکلائے درگاہ کے حوالہ کر دی ہیں۔

چونکہ یہ خبر نور جہاں بیگم کے وسیلہ سے مسامع جلال تک پہنچی تھی اس لئے حضرت شاہنشاہی نے پرگنہ تودہ دو لاکھ روپیہ محاصل کا اس مژدہ کے صلہ میں بیگم کو عطا فرمایا۔ اور سید عبداللہ کو سیف خاں کے خطاب سے عزت اختصاص بخش کر خلعت، اسپ، فیل اور خنجر مرصع مرحمت کیا اور ایک لعل جو مدتوں سرپیچ مبارک میں رہا تھا تیمناً شاہزادہ گیتی ستاں کے لئے اس کے ساتھ روانہ کیا۔

شاہزادہ عالم شاہ خرم کی سفارش پر عادل خاں کو فرزندی کے خطاب سے چارچند عزت عطا ہوئی اور حکم ہوا کہ اب سے منشیان عطارد رقم فرمانوں میں فرزند کا خطاب پیرایۂ افتخار بنائیں اور یہ شعر فی البدیہہ نظم کر کے قلم خاص سے عنوان فرمان پر ثبت فرمایا۔

شدی از التماس شاہ خرم　　بفرزندی ما مشہور عالم

الغرض جب فرمان عنایت عنوان عادل خاں کے پاس پہنچا، عادل خاں نے

۱۰۱ پچاس زنجیر فیل کوہ پیکر، پچاس راس اسپ عراقی و عربی ایک لاکھ پچاس ہزار ہون نقد اور
دوسرے جواہر و مرصع آلات اور کئی قسم کے نادر و قیمتی ہدیے جن کی مجموعی قیمت پندرہ لاکھ روپیہ
ہوتی تھی اپنے وکلا کی تحویل میں افضل خاں و راجہ بکرماجیت کے ساتھ درگاہ سلاطین پناہ
میں روانہ کیے۔ اور دو لاکھ روپیہ افضل خاں کو اور دو لاکھ روپیہ راجہ بکرماجیت کو دے کر
طے کیا کہ افضل خاں پیشکش کے ساتھ رہ راست سے برہانپور جائے اور راجہ احمد نگر جاکر قلعۂ مذکور
مع تمام پرگنات بالاگھاٹ کے جو بندگان درگاہ کے تصرف سے نکل گئے تھے قابض
ہو جائے اور احمد نگر خنجر خاں کو جالنا پور جانسپار خاں کو اور اسی طرح ہر جگہ ایک ایک امیر یا
سردار شاہی کو حسب فرمان شاہی تسلیم کر کے ان حدود کے ضبط و انتظام سے مطمئن ہونے کے
بعد آستانۂ قدسی کی طرف متوجہ ہو۔

چونکہ راجہ بکرماجیت نے سنا تھا کہ بندر گوہ میں ایک لعل سترہ مثقال یا اس سے کچھ زیادہ
وزن کا ہے اور اس کی قیمت دو لاکھ روپیہ تشخیص ہوئی ہے اس لیے اس نے عادل خاں کا دیا
ہوا روپیہ بھیج کر وہ لعل خرید لیا اور عتبہ بوسی کے موقع پر دوسری نفائس و نوادر کے ساتھ شاہ
جواں بخت کی نذر کیا۔

اسی طرح میر مکی جو معتقد خاں کے خطاب سے سربلند تھے اور رجادو داس دیوان
محلات جو قطب الملک کی نذر لینے گئے تھے وہ بھی پندرہ لاکھ روپیہ کا جواہر و مرصع آلات
و فیلان نامی و اسپان قبچاق خرید کر روانۂ درگاہ ہوئے۔ قطب الملک نے
ہر ایک کی نقد و جنس سے خدمت کی۔

جب فرستادگان شاہی نے بیجاپور و گولکنڈہ کی نذریں عادل خاں و قطب الملک
کے حاجبوں کے ساتھ درگاہ آسماں جاہ میں پہنچائیں اور خاطر اشرف صوبۂ دکن کے ضبط و نسق سے
مطمئن ہوئی خاندیس، برار، اور احمد نگر کا صاحب صوبہ سپہ سالار خان خاناں کو مقرر فرما کر
اس کے بیٹے شاہ نواز خاں کو جو حقیقت میں جوان خانخاناں ہے بارہ ہزار سوار خوش اسپہ
کے ساتھ ولایت مفتوحہ و محال بالاگھاٹ کے انتظام کے لیے متعین فرمایا۔ اور
ہر محال کو ایک صاحب جمعیت امیر کی تنخواہ مقرر کر کے تمام لشکریں سے جو ہمراہ موکب اقبال
سعادت پذیر تھے تیس ہزار سوار موجود اور سات ہزار توپچی پیادہ صوبۂ دکن میں چھوڑ کر
بتاریخ ۸ مہر سنہ ۱۲ جلوس مطابق گیارہ شوال سنہ ۲۶ھ قلعہ شادی آباد مانڈو میں

۱۰۳ نزول اجلال فرمایا اور پدر عالی قدر کی ملازمت حاصل کی۔

مراسم کورنش و آداب زمین بوسی ادا ہونے کے بعد جہاں پناہ نے جھروکہ پر طلب کرکے غایت محبت و افراط شوق سے بے اختیار اپنی جگہ سے دو تین قدم بڑھ کر آغوش عاطفت میں لے لیا۔ جتنا اس طرف سے آداب و فروتنی میں مبالغہ ہوا اس طرف سے اعزاز و احترام بڑھا۔

چونکہ نذریں گزراننے کا وقت نہ تھا اس لئے شاہ خرم نے اس دن ایک ہزار مہر اور ایک ہزار روپیہ بصیغۂ نذر اور ہزار مہر و ہزار روپیہ برسم تصدق اور نفیس جواہرات سے بھرا ہوا ایک صندوقچہ پیش کرکے فیل سرناک کو جو عادل خاں کے پیش کردہ ہاتھیوں میں سب سے بڑا تھا نذر اقدس سے گزرانا۔

اسوقت بخشیانِ عظام کو اشارہ ہوا کہ جو امراء شاہزادہ مالک ستاں کی خدمت سے سعادت یاب ہیں موافق منصب ترتیب کے ساتھ باریاب ہوں پہلے خان جہاں نے زمین بوس ہوکر ہزار مہر نذر اور تھوڑے سے جواہر و مرصع آلات بصیغۂ پیشکش پیش کئے پھر عبداللہ خاں نے سعادت سجود حاصل کرکے سو روپیہ نذر اور اس کے بعد مہابت خاں نے دولت آستاں بوسی حاصل کرکے سو مہر، ہزار روپیہ اور تھوڑے سے جواہر و آلات مرصع نذر کئے۔ ان میں ایک لعل گیارہ مثقال کا ایک لاکھ روپیہ قیمت کا تھا۔ ان لوگوں کے بعد داراب خاں پسر خان خاناں، سردار خاں برادر عبداللہ خاں، شجاعت خاں عرب، دیانت خاں، معتمد خاں مولف اقبال نامہ و شہباز خاں افغان اور اودیرام دکھنی زمین بوس سعادت ہوئے۔

اس سے پہلے فتح رانا کے صلہ میں نواب قدسی القاب شاہزادہ بلند اقبال کو منصب بست ہزاری ذات و دہ ہزار سوار مرحمت ہوا تھا جب تسخیر دکن کے لئے رایت عزم بلند کیا خطاب شاہی تمام عنایات پر اضافہ ہوا، اب اس خدمت شایستہ کے صلہ میں منصب سی ہزاری ذات و بست ہزار سوار و خطاب شاہجہانی عنایت ہوا اور ارشاد فرمایا اس کے بعد سے مجلس بہشت آئین میں تخت کے متصل شاہزادہ والاقدر کے لئے کرسی بچھائی جایا کرے۔ یہ شاہ ملک شکوہ (شاہجہاں) کے ساتھ ایسی مخصوص عنایت ہے جو امیر صاحبقراں کے زمانہ سے ابتک اس سلسلۂ عالیہ میں کسی کے ساتھ نہیں کیگئی۔ اس کے بعد خلعت مع چارقب زربفت

دور گریبان، دسر آستین و حاشیۂ دامن مروارید کشیدہ وشمشیر مرصع مع پرتلہ مرصع وخنجر مرصع مرحمت ہوا اور ۱۰۴
تخت و چھتر کو سے اتر کر جواہر کا ایک خوانچہ اور ایک خوان زر اس درۃ التاج خلافت وجہانگیری
کے سر پر نچھاور کر کے اس برگزیدہ دین و دولت کی عمر وجاہ کی افزایش کی دعا بارگاہ الٰہی سے مانگی۔
راجہ بھرجی زمیندار ملک بگلانہ جہاں پناہ دشاہجہاں کے وسیلہ سے حضور میں پیش ہوا۔ برہانپور
کے قیام کے زمانہ میں گونڈوانہ کے زمینداروں کی تنبیہ و بیت کیلئے ایک فوج متعین فرمائی تھی جس کے سردار راما
بہادر بہ اقبال شاہی ان لوگوں کی کافی تنبیہ کر کے ساٹھ زنجیر ہاتھی دو لاکھ روپیہ نقد چاندہ سے اور تیس
زنجیر ہاتھی اور ایک لاکھ روپیہ نقد جانتا سے جنکا مجموعہ نوے زنجیر فیل اور تین لاکھ روپیہ ہوتا ہے بر سم
پیشکش لے کر اثنائے راہ میں موکب منصور کے ہمرکاب ہو گئے۔

شاہجہاں کے پدر والاقدر کی خدمت میں آنے کے کئی دن بعد نور جہاں نے
ایک جشن مرتب کر کے خلعت ہائے گراں بہا نادری کے ساتھ جو گلہائے مرصع
اور مروارید ہائے نفیس سے آراستہ تھا اور نادر جواہرات سے مرصع کیا ہوا
سرپیچ اور دستار مع طرہ مروارید اور دو گھوڑے جنمیں سے ایک کا زین مرصع تھا
اور فیل اول مع دو مادہ فیل شاہ جوان بخت کو عنایت کئے۔ اسی طرح اور شاہزادگان
والاشکوہ اور اہل حرم کو زر دوزی قیمتی کپڑوں کے تھان عطا کئے۔ اس جشن کے کل
عطیات تین لاکھ روپے کے قلم بند ہوے۔

انھیں چند روزوں میں شاہزادہ بلند اقبال شاہجہاں کی نذر پیش ہوئی جس
میں ایک سترہ مثقال وزنی لعل تھا جس کی قیمت اہل ہند کے حساب سے اڑتیس ٹانک
تک ہوئی ہے اور گودہ میں دو لاکھ روپیہ کو فروخت ہوا تھا اور ایک نیلم تھا ایک لاکھ
روپیہ قیمت کا۔ کہ آب و رنگ وجسامت میں اس کے مثل دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور دو
الماس، ایک چالیس ہزار روپیہ کا دوسرا تیس ہزار روپیہ کا اور دو مروارید ایک دو مثقال
پندرہ سرخ کا دوسرا سولہ سرخ کا نہایت نفیس و آبدار۔ اگر ہاتھیوں اور دوسری نفیس اشیا
وتحائف کی تفصیل کروں تو طول ہوگا غرض تمام پیشکش کی قیمت بیس لاکھ روپیہ تھی۔
علاوہ اس کے دو لاکھ روپیہ نور جہاں بیگم کو اور ساٹھ ہزار دوسری بیگمات کو نذر
دیا۔

جب عرض مکرر سے معلوم ہوا کہ خاندوران بڈھا اور ضعیف ہو گیا ہے اور نظرہ وسواری

جو حکومت کابل کے لوازم سے ہے اسکی تاب و طاقت سے باہر ہے، مہابت خاں کو خلعت اسپ و فیل خاصہ ۱۰۵
عنایت کرکے بتقرر عہدہ صاحب صوبگی کابل بھیجا اور صوبہ ٹھٹھہ کی حفاظت و نگہداشت خانہ زادں کے ذمہ رہی۔

توجہ موکب جہانگیری بسمت گجرات

چونکہ خاطر اقدس شکار فیل پر بہت راغب و مائل تھی اور شکار فیل کی سیر کبھی نہ کی تھی پھر ملک گجرات و شہر
احمد آباد کی تعریفیں بھی متواتر سنی تھیں اس لئے رائے ہوئی کہ احمد آباد اور دریائے شور کی سیر کرنے کے مراجعت
کے وقت جب ہوا گرم ہو اور شکار فیل کا موسم آئے شکار کرتے ہوئے دار الخلافت میں تشریف فرما ہوں۔
اس عزم صائب کے ساتھ حضرت مریم زمانی و دیگر بیگمات و اہل حرم کو اکبر آباد روانہ
فرما کر گیارہ آبان ماہ الٰہی کو موکب اقبال جانب گجرات روانہ ہوا اس زمانہ میں روزنامچہ
وقائع کشمیر سے معلوم ہوا کہ ایک ابریشم فروش کے گھر دو لڑکیاں توام پیدا ہوئی
تھیں اور دونوں کی پیٹھ دونوں کی کمروں سے ملی مگر سر اور ہاتھ پانوں دونوں کے علیحدہ
تھے تھوڑی دیر زندہ رہ کر مرگئیں۔
روز جمعہ آٹھ ماہ دے سنہ ۱۲ جلوس کو ساحل دریائے شور پر بارگاہ اقبال نصب ہوگئی سلطان
احمد حاکم کنبایت کے باغ میں جو دریا کے کنارے واقع ہے دولت خانہ ترتیب دیا گیا۔
بندر مذکور کے متصدی گاڑیاں آراستہ (عرابہ) کرکے لائے اور جہاں پناہ نے خود ان گاڑیوں پر
بیٹھ کر ساحل دریا کی سیر فرمائی۔ بارہ روز تک توقف فرما کر سیر و شکار سے مسرور ہوئے ۱۹
ماہ مذکور کو احمد آباد کی طرف کوچ ہوا، چوبیس تاریخ کو تال کانکریہ کے کنارے جو شہر کی
آبادی میں واقع ہے خیمے نصب فرمائے گئے پچیس کو جانب شہر توجہ فرمائی چونکہ مزار شاہ عالم
سر راہ واقع تھا روضہ میں داخل ہوکر فاتحہ پڑھا۔ ممکن ہے کہ اس مزار فائز الانوار کی عمارت
میں ایک لاکھ روپیہ صرف ہوا ہو۔ ان کا سلسلہ مخدوم جہانیاں پر منتہی ہوتا ہے۔ اہل گجرات
کو حضرت شاہ عالم کے ساتھ عجیب اعتقاد ہے کہتے ہیں شاہ عالم نے کئی بار مردوں کو زندہ کیا
جب ان کے باپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو منع کیا کہ خدا کے گھر میں تصرف کرنا خلاف شرط
بندگی ہے۔ (سید محمد جو آجکل ان کے جانشین ہیں خوبان روزگار سے ہیں اور سید محمد کے
بیٹے سید جلال کا حال کیا لکھوں جو شخص دیدۂ انصاف سے دیکھے ان کے مشاہدۂ جمال سے
بے دلیل و حجت ان کی فرزندی پیغمبر کا اقرار کرے ؏ بلے چناں پدرے را چنیں بود پسرے۔

۱۰۷ شاہ عالم نے ۸۸۰ھ میں دنیائے فانی سے عالم باقی کا سفر کیا۔

دوشنبہ کے دن ماہِ مذکور کی پچیسویں تاریخ کو برکت و اقبال کے ساتھ شہر احمد آباد میں داخل ہوئے جیسی تعریف اس شہر کی سنی تھی ویسی دیکھنے میں نہ آئی اگرچہ بازار کے راستہ کو عریض و وسیع بنایا ہے۔ لیکن دکانیں بازار کی وسعت کے مناسب نہیں ہیں۔ اس کی عمارت تمام لکڑی کی ہے، دکانیں بہت کمزور اور چھتیں سفال پوش ہیں اسی روز ولایت گجرات شاہزادہ کشورستان شاہجہاں کی جاگیر میں ضم کر دی۔ مانڈو سے کنبایت تک ایک سو چوبیس کوس کی مسافت ہے اور کنبایت سے احمد آباد تک اکیس کوس۔

احمد آباد کا بانی سلطان احمد ظفر خاں کا پوتا ہے، بازار کے درمیان ایک مسجد بنی ہے نہایت بلند تین دروازوں پر مشتمل ہے ہر دروازہ کے سامنے ایک بازار ہے، اور جو دروازہ بجانب شرق واقع ہوا ہے اس کے سامنے سلطان احمد مذکورہ کا مقبرہ ہے، اس گنبد میں سلطان احمد، اس کا بیٹا محمد اور پوتا قطب الدین دفن ہیں۔ مسجد کا طول علاوہ مقصورہ کے ایک سو چالیس ہاتھ ہے اور عرض نواسی ہاتھ۔ اس کے دور پر ایک ایوان بنایا ہے چار ہاتھ تین قدم کا چوڑا۔ مسجد کا فرش اینٹ کا ہے اور ستون سنگ سرخ کے۔ اور مقصورہ میں تین سو چون ستون ہیں ستونوں کے اوپر گنبد بنا ہوا ہے مقصورہ کا طول چھپتر ہاتھ اور عرض سینتیس ہاتھ ہے، مقصورہ کا فرش و محراب و منبر سنگ مرمر سے بنا ہے پیش طاق مسجد کے دونوں بازو اور مینار پر کار پتھر سے تراشے گئے ہیں اور تین آشیانوں پر مشتمل ہیں جن میں نہایت نقاشی و کاریگری کی گئی ہے منبر کے دائیں جانب کنج مقصورہ سے متصل ایک شاہ نشین علیحدہ کر کے ستونوں کے درمیان سے ایک تختۂ سنگ کے ساتھ پوشیدہ کر دی ہے اور اس کے دور میں چھت تک پتھر کا کٹہرہ بنایا ہے تاکہ بادشاہ اپنے مخصوص و مقرب لوگوں کے ساتھ اس میں جا کر نماز ادا کرے اس جگہ کو اہل گجرات کی اصطلاح میں ملوک خانہ کہتے ہیں۔

دوسرے دن حضرت شاہنشاہی شیخ وجیہ الدین کی خانقاہ میں تشریف لے گئے اور لوازم زیارت و نیازمندی ادا کیں۔ شیخ محمد غوث کے خلفا سے ہیں لیکن ایسے خلیفہ ہیں جس کی خلافت پر مرشد کو فخر ہے۔

۱۰۸ حقیقت میں شیخ وجیہہ الدین کی ارادت شیخ محمد غوث کی علوئے شان پر ایک روشن دلیل ہے شیخ وجیہہ الدین فضائل ظاہری و کمالات باطنی سے آراستہ تھے بخلاف شیخ محمد غوث کے کہ ان پڑھ تھے ورفضلائے وقت میں سے کسی نے شیخ وجیہہ الدین سے کہا تم سے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ ایک جاہل کو مرشد بنایا ہے۔ جواب میں فرمایا کہ خدائے عزوجل کا احسان ہے کہ میرا پیر بھی پیغمبر کی طرح امی ہے "اب سے تیئیس سال قبل اس شہر میں وفات پائی۔ اور ان کی جگہ باپ کی وصیت کے موافق شیخ عبداللہ مسند ارشاد پر، متمکن ہوئے یہ نہایت عابد و مرتاض درویش تھے۔ باوجود کمال شکستہ حالی کے نہایت مضبوط و باکمال تھے، درویشوں کی خدمت اور ان کی پرسش حال و خبرگیری میں بسر کرتے تھے۔ جب شیخ عبداللہ کا وصال ہوا اور ان کے بیٹے شیخ اسد اللہ سجادہ نشین ہوئے مگر یہ جلد ہی انتقال کر گئے، ان کے بعد شیخ اسد اللہ کے بھائی شیخ حیدر صاحب سجادہ ہوئے جو ابھی تک بقید حیات ہیں۔ آثار خیر ان کے ناصیۂ حال سے ظاہر ہیں۔

چند روز کے بعد شیخ احمد کھتو کے روضہ کی زیارت پر توجہ فرمائی کھتو مضافات ناگور کا ایک قصبہ ہے اور شیخ کا مولد ہے شیخ سلطان احمد بانی گجرات کے زمانہ میں تشریف لائے سلطان احمد ان کا بہت معتقد تھا۔ اس ملک کے لوگ شیخ کو اولیائے کبار میں شمار کرتے ہیں۔ اور ہر شب جمعہ کو گروہ در گروہ خلق خدا وضیع و شریف ہر طبقہ کے ان کی زیارت کیلیے حاضر ہوتا ہے۔ سلطان محمد پسر سلطان احمد نے مقبرہ و مسجد و خانقاہ وغیرہ بڑی بڑی عمارتیں ان کے مزار پر بنوا دیں ہیں مقبرہ کے متصل جانب جنوب ایک بڑا تالاب بنایا ہے اس کا دور پتھر اور چونے سے تیار ہوا ہے۔ ان عمارتوں کی تکمیل قطب الدین پسر محمد شاہ کے زمانہ میں ہوئی۔ سلاطین گجرات کا مقبرہ تالاب کے کنارہ مزار شیخ کے بائیں جانب واقع ہے گنبد کے اندر سلطان محمود بیکرہ، سلطان مظفر الدین اور محمود شہید جو سلاطین گجرات میں آخری بادشاہ ہے سو رہے ہیں۔ بلامبالغہ مقبرہ شیخ نہایت پرفیض مقام ہے۔ ان عمارات میں از روے قیاس پانچ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہوگا۔ والعلم عند اللہ۔

بروز دوشنبہ غرہ اسفندار احمد آباد سے بجانب مالوہ کوچ کا اتفاق ہوا۔ اس زمانہ میں متواتر شکار سے تفریح فرماتے ہوئے قصبہ دایوتک تشریف لے گئے دریائے مہی کے کنارے سوریہ جام کے زمیندار بوسیلہ شاہزادہ عالم شاہجہاں باریاب ہوئے

اور پچاس راس کچھی گھوڑے پیشکش میں لائے اس کا نام جبا ہے اور جام لقب ہے جو شخص ۱۱۰
اوس کا جانشین ہوتا ہے اوس کو جام کہتے ہیں۔ یہ گجرات کے عمدہ زمینداروں میں
بلکہ ہندوستان کے نام برآوردہ راجاؤں میں سے ہے۔ اس کا ملک دریائے شور
کے قریب ہے، پانچ چھ ہزار سوار ہمیشہ ساتھ رکھتا ہے ضرورت کے وقت دس بارہ ہزار
سوار مہیا کر سکتا ہے۔ اس کے ملک میں گھوڑے بہت ملتے ہیں کچھی گھوڑے ملک
گجرات اور کچھ میں دو دو تین ہزار روپیہ کو خرید و فروخت ہوتے ہیں اور ملک دکن میں ایک
ہزار ہون اور ایک ہزار دو سو ہون میں جس کے چار ہزار اور پانچ ہزار روپے ہوتے
ہیں تلاش کر کے لے لئے جاتے ہیں۔

اسی تاریخ کو راجہ لچھمی نرائن زمیندار ولایت کوچ جو بلاد بنگالہ کے آخر میں واقع ہے
حاضر بارگاہ ہو کر پانچسو مہریں نذر لایا۔

غرائب واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ بہار الدین برق انداز نے ایک لنگور کا
بچہ ایک بکری کے ساتھ ملاحظہ میں پیش کر کے عرض کی کہ مادہ لنگور اپنے بچہ کو دونوں ہاتھوں
سے سینہ سے لگائے ہوئے ایک درخت کی شاخ پر بیٹھی ہوئی تھی ایک توپچی نے سنگدلی
سے لنگور کی مادہ کے بندوق ماردی وہ مظلوم بچہ کو سینہ سے جدا کر کے ایک شاخ پر چھوڑ کر
زمین پر گر پڑی اور مر گئی، اسی اثنا میں میں پہنچا اور اس بچہ کو اتار کر دودھ پلانے کے لئے اس
بکری کے پاس لے گیا، حق تعالیٰ نے بکری کو اس پر مہربان کر دیا اور وہ فوراً اس کو چاٹنے
اور چومنے لگی اور باوصف عدم جنسیت کے اس سے اتنی مانوس ہوئی گویا اسی کے پیٹ
سے پیدا ہوا ہے حکم ہوا کہ بچہ کو بکری کی نظر سے چھپا دیں۔ بکری بچہ کو نہ دیکھ کر بے تاب ہوئی اور
چلّانے لگی، بچہ نے بھی مجبور ہو کر ایسی فریاد کی کہ حاضرین کو بھی اس کے حال پر رقت آئی
دودھ پینے کے لئے لنگور کے بچہ کی الفت اتنی مستبعد نہیں معلوم ہوتی ا بکری کی محبت و دلبستگی
اس بچہ کے ساتھ نہایت عجیب ہے۔

سالِ سیزدہم جلوسِ ہمایوں

شب چارشنبہ سوم ربیع الاول ۱۰۲۷ھ کو تحویل آفتاب کے وقت جلوس جہانگیری کا
تیرھواں سال شروع ہوا، اس مبارک روز میں رکن السلطنت آصف خان منصب پنجہزاری

ذات وسوار پر فائز ہوئے۔ راجہ جام نے خلعت با کمر شمشیر مرصع و فیل و دو اسپ خاصہ کے انعام سے سرفرازی پاکر وطن کی رخصت حاصل کی۔ اس تاریخ کو میر جملہ عراق سے آکر باریاب ہوا۔ اب کچھ اس کا حال لکھا جاتا ہے۔

میر سادات اصفہان سے ہے اس کا نام محمد امین تھا۔ اس کے چچا میر رضی کو شاہ عباس نے صدارت کے منصب عظمیٰ پر ترقی عنایت کرکے اپنی لڑکی نکاح میں دیدی میر محمد امین اس سے چودہ سال پہلے بحال تباہ عراق سے آکر محمد قلی قطب الملک کے پاس پہنچا اور میر محمد مومن مشہور کے وسیلہ سے جس سالہا قطب الملک کی دولت کا دار ومدار رہا نوکر ہوا۔ قطب الملک نے اس کو "میر جملہ" کا خطاب دیکر تمام مہمات مالی وملکی اس کے قبضہ اقتدار کے حوالے کردیں۔ جب تک محمد قلی زندہ رہا تمام حل وعقد میر کی کارآگاہی پر چھوڑ کر ہمیشہ شراب خواری وعیش پرستی میں مشغول رہا اور اس طرح ہر قسم کی فکروں سے آزاد رہکر زندگی گزار دی۔ جب محمد قلی کا انتقال ہوگیا اور ریاست اس کے بھتیجے سلطان محمد کو ملی۔ میر کی اس سے اچھی طرح نہ نبھی۔ اس نے میر کو بآئین مروی رخصت کرکے میر کے دست تصرف کو اپنے اموال واشیا سے کوتاہ کردیا اب میر گولکنڈہ سے عادل خاں کے پاس پہنچا وہاں بھی صحبت پر اثر نہ ہوئی مجبوراً عادل خاں سے اجازت لے کر دریا کے راستہ وطن مالوف کا رخ کیا اور عراق میں شاہ عباس کی ملازمت کرکے میر رضی کی نسبت سے مشمول عواطف شاہی ہوا۔ اور شاہ کی خدمت میں کئی دفعہ مناسب نذریں پیش کیں چار سال تک عزت وآبرو کے ساتھ بسر کی۔

اب دونوں کا یہ معاملہ تھا کہ میر تو منصب عالی پر فائز ہونے کا آرزومند تھا اور شاہ کا مطمح نظر یہ تھا کہ التفات زبانی سے کام نکالتا رہے اور جو نفائس اس نے اس مدت میں فراہم کئے ہیں حاصل کرلے۔ جب میر کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو مجبوراً ملازمان عتبۂ خلافت کے پاس التجا لایا۔ اور باظہار خواہش ملازمت وآرزوئے خدمت کئی عرضیاں ارسال کیں۔ حضرت شاہنشاہی نے فرمان عاطفت عنوان بھیجکر درگاہ گیتی پناہ میں طلب فرمایا۔ چنانچہ آج حاضر بارگاہ ہوکر عواطف ومراحم بادشاہی سے شادکام ہوا، بارہ راس گھوڑے نو تھان نفیس کپڑوں کے دو یاقوت کی انگوٹھیاں برسم پیشکش نذر دیں اور بالطاف خسروی منصب پانصدی ذات و دوصد سوار پر مقرر ہوکر

١١٣ دل کی مراد حاصل کی۔

روز یکشنبہ ۱۲ فروردی کو موضع سمارا میں خیمہ ہائے شاہی نصب ہوئے۔ اطلاع ملی کہ اس منزل سے ہاتھیوں کی چراگاہ تک ڈیڑھ کوس کا فاصلہ ہے اور گھنے جنگل، اشجار کے تسلسل اور راستہ کے نشیب و فراز کی وجہ سے پیک خیال کا عبور بھی مشکل معلوم ہوتا ہے، بہرحال دوشنبہ کے دن تیرھویں تاریخ کو چند مخصوص خدام کے ساتھ شکارگاہ کی طرف توجہ فرمائی۔

پہلے سے بہت سے لوگ پا پیادہ اس جنگلی سرزمین کو قمرغہ کے طریقے پر گھیرے ہوئے تھے جنگل کے باہر تھوڑے سے صحن میں ایک درخت کے اوپر ایک چوبی تخت بادشاہ فیل گیر و شیر شکار کے جلوہ فرما ہونے کے لئے نصب کر دیا تھا۔ اور اس کے آس پاس کے درختوں پر امرا کے بیٹھنے اور تماشہ دیکھنے کے لئے اور نشستیں تھیں۔

دو سو ہاتھی مضبوط کمندوں کے ساتھ اور بہت سی ہتھنیاں مہیا کی گئیں تھیں۔ ہر ہاتھی پر قوم جھریہ کا (جو ہاتھیوں کے شکار کے لئے مخصوص ہے) ایک فیلبان بیٹھا تھا اور یہ طے ہوا تھا کہ فیلان صحرائی کو اطراف جنگل سے ہنکا کر حضور میں لائیں تاکہ ان کے شکار کی سیر دلخواہ طریقہ پر ہو سکے۔ اتفاق سے جو وقت لوگ اطراف سے جنگل میں آتے درختوں کے انبوہ سے سلسلہ انتظام ٹوٹ گیا اور قمرغہ کی ترتیب خراب ہو گئی۔ فیلان صحرائی ہر طرف دوڑنے لگے۔ بارہ زنجیر فیل نر و مادہ حضور اشرف میں شکار ہوئے۔ ان میں سے دو ہاتھی نہایت خوش صورت و اصیل ہاتھ آئے۔

// اسی زمانہ میں دلاور خاں کاکر احمد بیگ خاں کابلی کے تغیر کی وجہ سے کشمیر کا حاکم ہوا۔

کسی سے معلوم ہوا کہ عبدالرحیم خانخاناں نے مولانا جامی کی اس غزل پر غزل لکھی ہے جس کا ایک مصرع یہ ہے ؎ بہر یک گل زحمتِ صد خار می باید کشید حضرت شاہنشاہی نے اسی وقت یہ مطلع نظم فرمایا۔

؎ ساغری بر رُخ گلزار می باید کشید ابر بسیار است مے بسیار می باید کشید //

چونکہ شدت گرما اور عفونت ہوا سے لوگوں کو بہت تکلیف تھی اور بُعد مسافت کی وجہ سے دارالخلافت اکبرآباد تک پہنچنا دقت و صعوبت سے خالی نہ تھا اس لئے رائے صواب اندیش کا اقتضا یہ ہوا کہ گرمی اور برسات کا موسم احمد آباد میں گزار کر ختم

۱۱۴ ایام بارش کے بعد آگرہ چلنا چاہیے۔ یہ عزم فرما کر مقام دھو دسے سمت احمد آباد تشریف لے چلے

اسی حال میں مخبرانِ دار الخلافت کی عرضداشت سے اطلاع ملی کہ مستقر خلافت میں اثر وبا ظاہر ہوا ہے اور کثرت سے لوگ تلف ہو رہے ہیں اس بنا پر آگرہ نہ جانیکا عزم مصمم ہو گیا جس کا خیال خاطر حقیقت سنج میں پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا۔

سات اردی بہشت مطابق غرۂ جمادی الاول نیک ساعت میں شہر احمد آباد میں نزول سعادت کا اتفاق ہوا۔ اسوقت گرمی کی شدت اور ہوا کی عفونت سے احمد آباد میں بیماری پھیل چکی تھی۔ لشکر اور اہل شہر سے کوئی نہ بچا جو دو تین دن بلائے تپ میں مبتلا نہ ہوا ہو اس دو تین دن کے بخار سے ضعف اور سستی اس درجہ غالب ہو جاتی تھی کہ بہ توں نقل و حرکت میں تکلف ہوتا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ انجام اچھا تھا کسی کو نقصانِ جان نہیں پہنچا۔ اتفاقاً حضرت شاہنشاہی بھی دو تین روز اسی ضعف میں مبتلا رہے اور بہ اسقدر آزار جہاں پناہ کے وجود مبارک کو پہنچا کہ ناطقہ اس کے بیان سے عاجز ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ اس شہر کے بانی کو اس کی کونسی لطافت و خوبی پسند آئی کہ ایسی سرزمین بے فیض و بدترین میں شہر کی بنا رکھی، اور اس کے بعد دوسروں کو کیا ملحوظ تھا کہ عمر گرانمایہ اس خاکدان میں بسر کر دی۔ یہاں کی ہوا مسموم، زمین کم آب و ریتیلی، گرد و غبار اس کثرت سے کہ بگولا اور ہوا کی شدت کے وقت پشت دست نظر نہیں آتی پانی نہایت خراب اور ناگوار، جو ندی شہر کے قریب جاری ہے سوائے ایام برسات کے ہمیشہ خشک رہتی ہے کنوئیں اکثر شور و تلخ۔ جو تالاب آبادی میں واقع ہیں دھوبیوں کے صابن سے گدلے ہو رہے ہیں شرفا نے حسب حیثیت و بضاعت اپنے مکانوں میں حوض بنائے ہیں بارش سے زمانہ میں بھر لیتے ہیں اور دوسرے سال تک اسی کا پانی پیتے ہیں۔ اس پانی کی مضرت جس میں ہوا سرایت نہ کرے اور اس میں بخارات کے نکلنے کا راستہ نہ ہو ظاہر ہے۔ بیرون شہر تمام صحرا زقوم زار بنا ہوا ہے اور جو ہوا اسی زقوم زار سے نکلتی ہے اس کی فیض رسانی معلوم۔

اے تو مجموعۂ خوبی ز کدامت گویم

اس زمانہ میں راجہ بہارہ جو ولایت گجرات کے معتبر زمینداروں میں سے ہے حاضر آستانہ ہو کر دو سو مہر بصیغۂ نذر اور دو ہزار روپیہ برسم نثار اور ایک سو گھوڑے پیشکش لایا ملک گجرات میں

اس سے بڑا کوئی زمیندار نہیں اس کی زمین دریائے شور سے ملی ہوئی ہے، بہارہ اور جام ایک ۱۱۶
جدی ہیں دس پشت اوپر دونوں کا نسب ملجاتا ہے جمعیت و اعتبار کے لحاظ سے بہارہ جام سے بڑا ہے، کہتے ہیں کہ یہاں کا راجہ گجرات کے کسی بادشاہ سے ملنے آیا سلطان محمود نے ایک مرتبہ اس پر فوج بھیجی شکست سلطان ہی کی فوج کو ہوی راجہ کی عمر ستر سے متجاوز ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ میں نوّے سال کا ہوں۔ اس کے حواس و قوی میں کوی فتور نہیں۔
راجہ کے آدمیوں میں ایک پیرمرد دیکھا گیا جس کے موئے ریش و بروت و ابرو سب سفید تھے کہتا ہے کہ میرے ایام طفولیت رائے بہارہ کو یاد ہیں اسی کے سامنے بڑا ہوا ہوں جب راجہ تھوڑے دن خدمت والا میں رہ لیا، اسپ خاصہ، فیل نر مع مادہ فیل، خنجر مرصع و شمشیر اور چار انگوٹھیاں یاقوت سرخ، زرد، نیلم اور یاقوت زرد کی عنایتًا عطا فرما کر رخصت مرحمت ہوی۔

اسی موقع پر حضور سے عرض کیا گیا کہ قراولان بادشاہی نے ایک سو تراسی ہاتھی نر و مادہ اطراف دھودس میں شکار کئے، تہتر ہاتھی نر ایک سو بارہ مادہ اور قراولان شہزادہ بلند اقبال شاہجہاں نے چھبیس زنجیر نر اور تینتیس زنجیر مادہ گرفتار کئے۔

اس تاریخ کو راجہ بکرماجیت جو شاہزادہ جواں بخت کے منتخب و پسندیدہ امرا سے ہے آنحضرت کی نوازش و تربیت سے مراتب بلند پر سرفراز ہوا اور شاہزادہ گیتی ستاں کی التماس پر بندگان شاہی و ملازمان عتبۂ سلطنت کی ایک جمعیت کے ساتھ جس میں شاہباز خاں لودی و ہردی نراین ھادہ، راجہ پرتھیچند وغیرہ دو سو سوار برقنداز اور پانچسو نفر توپچی پیادہ و سوار پہلی متعینہ فوج کے شامل تھے تسخیر قلعہ کانگڑہ کی اجازت پا کر عنایت خلعت و شمشیر سے سرفراز ہوا راجہ نے ایک زمرد کی تسبیح قیمتی دو ہزار پیشکش کی۔

مراجعت موکب ہمایوں بہ دار الخلافت اکبر آباد

شنبہ کے مبارک دن اکیس شہریور ماہ الٰہی سنہ ۱۳ جلوس مطابق ۲۲ رمضان ۱۰۲۷ھ کو رایات اقبال آگرہ روانہ ہوے۔ مقرب خاں کو جو بچپن سے جہاں پناہی کی خدمت سے بہرہ مند تھا بلحاظ حقوق خدمت عنایات و مراحم بیدریغ سے شاد کرکے ولایت بہار کا صاحب صوبہ مقرر فرمایا۔

بتاریخ ۱۶ اردے تین گھڑی طلوع صبح سے پہلے کرۂ ہوا میں ایک بخاری مادہ دھوئیں کی طرح عمودی شکل کا نمودار ہوا، جو ہر رات کو بہ نسبت شب گذشتہ ایک گھڑی پہلے نظر آتا تھا۔ جب تمام ہوا تو ایک ہتیار کی شکل اختیار کی دونوں سرے باریک کمر دہرہ کی طرح خمدار اور موٹی، پشت جانب جنوب منہ سمت شمال۔ منجموں اور اختر شناسوں نے اس کا قدوقامت اصطرلاب سے معلوم کیا کہ چوبیس درجہ فلکی پر باختلاف منظر سائر ہے اور فلک اعظم کی حرکت سے متحرک ہے، حرکت خاص بھی فلک اعظم کی حرکت کے ساتھ اس میں ظاہر ہے چنانچہ پہلے برج عقرب میں نظر آتا تھا، تھوڑے ہی دنوں میں برج عقرب کو چھوڑ کر میزان میں پہنچا۔ جہت جنوب میں حرکت عرضی بھی رکھتا ہے دانایان فن نجوم نے کتابوں میں اس قسم کو حربہ لکھا ہے۔ اس علامت کے ظاہر ہونے کے سولہ شب بعد اسی سمت میں ایک ستارہ نظر آیا۔ اس کے سرے پر روشنی تھی اس کی دم دو تین گز لمبی نظر آتی تھی۔ لیکن دم کی طرف کوئی چمک یا روشنی نہ تھی۔ اس کے آثار سے وسعت آباد ہند میں جو کچھ ظاہر ہوا، وبا و طاعون ہے جس کا اثر ازمنہ ماضی میں کبھی نہ تھا نہ لوگوں سے سنا نہ اہل ہند کی معتبر کتابوں میں دیکھا۔ اس کے ظہور سے ایک سال میں یہ اثر ظاہر ہوا اور آٹھ سال تک رہا۔ اسی کے اثر سے حضرت شاہنشاہی اور نائبین جہاں بانی کے درمیان شورش و فساد کے دروازے کھل گئے سات آٹھ سال تک زمانہ فتنہ و آشوب کا مرکز رہا کیا کیا خوں ریزیاں ہوئیں کیسے کیسے گھر ویران ہو گئے۔

ان دنوں بہادر خاں حاکم قندھار کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ نواح شہر اور اس کے پرگنوں میں چوہوں کی اتنی کثرت ہے کہ محصولات زرعی و سر درختی کا نام بھی باقی نہیں۔ بڑی سعی و محنت کے بعد ایک ربع حاصل رعایا کے ہاتھ آیا۔ اسی طرح فالیز و باغات انگور کا نشان بھی نہ رکھا اور جب میوہ و غلہ باغ و صحرا میں نہ رہا سب چوہے مر گئے۔

شب یکشنبہ بارھویں آبان مطابق گیارہ ذی قعدہ کو بمقام دھود شاہزادہ گیتی ستاں شاہجہاں کے شبستان میں قدوۂ خواتین جہاں آصف خاں کی دختر خجستہ اختر کے بطن سے پسر والا گہر پیدا ہوا اس مولود مسعود کا نام صفحۂ روزگار پر سلطان اورنگزیب

ثبت ہوا۔

جب شہر اوجین کو ورود رایات مسعود کا شرف حاصل ہوا۔ شاہزادہ نے جشن ولادت فرزند ترتیب دیا اور پدر والا گہر کے قدوم میمنت لزوم سے اس جلسہ کو رشک فردوس بریں بنایا۔ پچاس ہاتھی برسم پیشکش سر مجلس نذر کئے، جن میں سے سات ہاتھی فیلان خاصہ میں داخل کئے گئے۔ شاہزادہ کی پیشکش سے جتنی چیزیں مقبول خاطر ہوئیں ان سب کی قیمت دو لاکھ روپیہ تھی۔

جب رانا امر سنگھ کے مقبوضات میں موکب بادشاہی داخل ہوا۔ کنور کرن اس کا جانشین بیٹا زمیں بوسی سے مشرف ہوا۔ اور بعنایت عقیدت فتح دکن کی مبارکباد عرض کی

انھیں ایام میں سورج مل ولد راجہ باسو کی کافر نعمتی و بغاوت کی خبر آئی جسکی تفصیل یہ ہے کہ راجہ باسو کے تین بیٹے تھے، سورج مل اگرچہ عمر میں سب سے بڑا تھا لیکن اپنی بدسگالی وفتنہ جوئی سے باپ کو رنجیدہ رکھتا تھا۔ اسی لئے اس کے ناہنجار افعال سے باپ مبتلائے وہم ہوکر ہمیشہ اس کو قید میں رکھتا تھا باپ کے مرنے پر چونکہ کوئی اور بیٹا قابل نہ تھا بنظام زمینداری و محافظت ملک کے لئے اس بے نصیب کو خطاب راجگی و منصب دو ہزاری پر سرفرازی بخشی گئی اور اس کے باپ نے مال زمینداری تمام رقوم نقد و جنس کے ساتھ جو اس نے سالہا سال میں جمع کی تھیں اس بد نصیب کو عنایت کردئے گئے اور مرتضیٰ خاں مرحوم کے ساتھ فتح کانگڑہ کی خدمت پر روانہ کیا گیا۔ جب قلعہ نشینوں کو دشواری ہوئی اور اس بدسگال نے صورت حال سے معلوم کرلیا کہ عنقریب قلعہ فتح ہوجائیگا۔ ناموافقت وفتنہ پردازی کی نیت سے شرم وحیا کا پردہ اٹھا کر ان لوگوں کے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگا۔ مرتضیٰ خاں نے اس کی حالت سے شقاوت و بدبختی کے آثار دیکھکر درگاہ والا میں عرضداشت کے ذریعہ سے سخت شکایت لکھی اور صاف لفظوں میں ظاہر کیا کہ بغاوت و بدخواہی کی علامتیں اسکے حالات سے نمایاں ہیں۔

مگر چونکہ مرتضیٰ خاں جیسا کار آزما سردار لشکر گراں کے ساتھ اس کوہستان میں موجود تھا اس لئے سورج مل اسباب آشوب و فساد مہیا نہ کرسکا۔ ناچار نواب قدسی القاب شاہ جہاں کی خدمت میں ملتجی ہوکر عرضی لکھی کہ مرتضیٰ خاں ارباب غرض کی تحریک سے مجھ سے ناراض ہوکر میری تباہی و بیخکنی کے درپے اور مجھے عصیان و بغاوت سے متہم کرتے ہیں امید ہے کہ اس برگشتہ بخت کی نجات و زندگی کا سبب ہوکر درگاہ والا میں

طلب فرمالیں۔ ہرچند مرتضیٰ خاں کی بات پر نہایت اعتماد تھا لیکن اس کے درگاہ میں طلب کئے جانے کی التماس سے دو تنخواہوں کو شبہ ہوا کہ مبادا مرتضیٰ خاں کا مزاج ارباب فساد کی تحریک سے بگڑ گیا ہو اور بغیر غور کئے اس کو متہم کرتے ہوں۔ شاہزادۂ بلند اقبال شاہجہاں کی التماس سے اس کی خطائیں معاف کرکے درگاہ والا میں طلب کر لیا۔ اسی زمانہ میں مرتضیٰ خاں کا انتقال ہو گیا اور قلعہ کانگڑہ کی فتح معرضِ التوا میں رہی۔

جب فتنہ جو درگاہِ گیتی پناہ میں پہنچا۔ اس کی ظاہر حالت پر نظر کرکے اس کے ساتھ بہ لطف و عنایت سلوک فرمایا اور شاہزادۂ بلند اقبال شاہجہاں کی خدمت میں مہم دکن پر روانہ کر دیا۔ جب ملک دکن اولیائے دولت کے تصرف میں آ گیا تو اس کے بعد وسائل پیدا کرکے یہ بد طینت فتح قلعہ کانگڑہ کا ذمہ دار بن گیا۔ ہرچند ایسے بے سعادت کو پھر اس کوہستان میں راہ دینا آئین حزم و احتیاط سے دور تھا لیکن چونکہ اس عقدہ دشوار کی کشائش شاہزادۂ گیتی ستاں کے ذمہ تھی مجبوراً ان کے ارادہ و اختیار پر چھوڑ دیا شاہزادہ بلند اقبال نے منصبداروں اور برق اندازوں کی ایک پسندیدہ فوج ترتیب دیکر اس کو اپنے بخشی محمد تقی کے ساتھ متعین کر دیا جب اس کا مدعا حاصل ہو گیا تو محمد تقی کے ساتھ بھی خصومت و بہانہ طلبی شروع کرکے اپنا جوہر ذاتی ظاہر کر دیا اس پر طرہ یہ کہ کئی مرتبہ محمد تقی کی شکایت میں عرضیاں لکھیں اور نہایت صراحت کے ساتھ لکھا کہ میری اس سے نہیں بنتی اور یہ خدمت اس سے ہوتی نظر نہیں آتی۔ اگر دوسرا سردار مقرر فرمائیں تو قلعہ بآسانی فتح ہو سکتا ہے ناگزیر محمد تقی کو حضور میں طلب کرکے راجہ بکرماجیت کو تازہ دم اور مضبوط فوج کے ساتھ قلعۂ مذکور کی فتح کے لئے روانہ فرمایا۔

جب اس بدبخت نے جانا کہ اس سے زیادہ حیلہ و تزویر کام نہ آوے گی۔ راجہ بکرماجیت کے آنے تک کا زمانہ غنیمت جانکر پہلے بندگان درگاہ کی ایک جمعیت اس بہانہ سے کہ مدتوں جنگ کا انتظار کرکے بے سامان ہو گئے ہیں رخصت کر دی تاکہ اپنے محال میں پہنچکر راجہ بکرماجیت کے آنے تک کا سامان کر لیں۔

جب جمعیت خیر خواہاں کے سلسلہ میں بظاہر تفرقہ پیدا ہو گیا اکثر اپنے محال جاگیر میں چلے گئے چند روشناس لوگ وہاں رہ گئے تو اس بد باطن نے سرکشی و فساد کے آثار ظاہر کئے

سید صفی جو سادات بارہہ کے زمرہ میں شجاعت و جلادت کے ساتھ مخصوص تھے اپنے چند بھائیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ پائے ہمت جما کر شہید ہو گئے۔ بعض سخت زخموں سے جو شیر مردان کارزار کی زینت ہیں آبروئے جاوید کے اہل ہوئے اور ان کو وہ بے سعادت میدان کارزار سے اٹھا کر اپنے نحوست خانہ میں لے گیا۔ بہت سے لوگ جان کو عزیز رکھ کے بھاگ اٹھے اور اپنے چہرے پر ملامت و بدنامی کا داغ لگایا

اب اس ... نے دست ظلم دراز کیا اور دامن کوہ کے اکثر پرگنے۔ جو اعتماد الدولہ کی جاگیر میں تھے تاخت کر کے تمام نقد و جنس پر تصرف کر لیا۔

اور اب بھی اسباب شورش بہم پہنچانے میں مصروف ہے امید ہے کہ اپنے کیے کی سزا میں گرفتار ہو گا اور اس دولت کا نمک اپنا کام کیے بغیر نہ رہے گا۔

١١ اسی سال عبد الرحیم خان خانخاناں سپہ سالار نے آستانہ خلافت کو بوسہ دیکر ہزار مہر و ہزار روپیہ بصیغۂ نذر پیش کیا اس کی پیش کردہ اشیا سے جو چیزیں پسند ہوئیں ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کی تھیں۔ چند روز کے بعد اس خیر خواہ دیرینہ کو جو مراحم و الطاف کی بدولت از سر نو جوان ہوا تھا پھر ملک خاندیس و دکن کا صاحب صوبہ مقرر کر کے خلعت خاص، کمر خنجر و شمشیر مرصع، فیل خاصہ ماده فیل مرحمت فرمایا اور اس رکن سلطنت کا منصب اصل و اضافہ سمیت ہفت ہزاری و ہفت ہزار سوار قرار پایا۔ چونکہ اس کی ... و ر لشکر خان کے نہیں بنتی تھی اس لیے عابد خاں کو دیوانی کی خدمت پر بلند پایگی بخشی۔

شنبہ کے مبارک دن بیس ... کو ... فتح پور کے کنارے موکب مسعود کا ورود ہوا۔ حکم اشرف کے مطابق ... کا دورنا پایا گیا سات کوس نکلا ١٢

جب معلوم ہوا کہ شہر آگرہ میں طاعون کی شدت ہے مگلٹیاں نکلتی ہیں لوگ کثرت سے فوت ہو رہے ہیں اس لیے بتاریخ ٦ ہردے موافق غرہ صفر ١٠٢٨ھ شہر فتح پور نزول رایات جہانگیری سے آراستہ ہوا یہاں جمعہ کے دن تیرھویں بہمن کو غفران پناہ شیخ سلیم چشتی کے روضہ کی زیارت کی اور بہت نیازمندی کا اظہار فرماتے رہے۔

حضرت عرش آشیانی کے گرانقدر و عظیم ترین آثار میں سے یہاں کی مسجد بھی ہے۔ بے مبالغہ نہایت عالیشان عمارت ہے۔ روئے زمین کے سیاحوں سے سنا ہے کہ ایسی مسجد کسی ملک میں نہیں ہے۔ اس کی عمارت تمام سنگین ہے اور بڑی صفائی کے ساتھ تیار کی گئی ہے

پانچ لاکھ روپیہ خزانہ سے خرچ ہوا جب تیار ہوئی۔ اس مسجد میں دو بڑے دروازے ہیں بڑا دروازہ پہاڑ کی بلندی پر جانب جنوب واقع ہے۔ بہت بلند اور پر تکلف۔ اس دروازہ کی پیش طاق بارہ ہاتھ چوڑی سولہ ہاتھ لمبی اور باون ہاتھ اونچی ہے، اوپر جانے کے لئے تیتیس سیڑھیاں طے کرنی پڑتی ہیں دوسرا دروازہ اس سے چھوٹا مشرقی رُخ پر واقع ہے مسجد کا طول مشرق سے مغرب تک دیواروں کے عرض کے ساتھ دوسو بارہ ہاتھ ہے اس میں مقصورہ ساڑھے پچیس ہاتھ پندرہ ضرب پندرہ ہاتھ گنبد درمیانی اور سات ہاتھ عرض چودہ ہاتھ طول اور پچیس ہاتھ بلندی پیش طاق کی ہے اس گنبدِ کلاں کے دونوں پہلوؤں پر دو گنبد اور چھوٹے ہیں دس ضرب دس ہاتھ کے بقیہ ایوان ستون دار بنائے ہیں۔

مسجد کا عرض شمال سے جنوب تک ایک سو بہتر ہاتھ کا ہے اطراف میں نوّے ایوان اور چوراسی حجرے ہیں۔ ہر حجرے کا عرض ساڑھے چار ہاتھ ہے اور طول پانچ ہاتھ ایوان لمبائی میں دس ہاتھ چوڑائی میں ساڑھے سات ہاتھ کے ہیں۔ ۴۳

مسجد کے صحن کا دور سوائے مقصورہ و ایوان کے ایک سو اٹھتر ہاتھ لمبا اور تینتالیس ہاتھ چوڑا ہے ایوانوں کے اوپر دور اور مسجد کے اوپر چھوٹے گنبد بنائے ہیں جن کے درمیان عرس اور ایام متبرک کی راتوں کو شمعیں رکھ کر اس کے دور کو رنگین غلافوں سے ڈھانک دیتے ہیں۔ تو فانوس کی طرح معلوم ہوتا ہے صحن کے نیچے مسجد میں ایک حوض بنایا ہے جسے برسات کے دنوں میں بھر دیتے ہیں۔ چوں کہ فتحپور میں پانی کم ہوتا ہے اس سلسلے کے مریدوں، مجاوروں اور اس خانقاہ کے معتکفوں کو یہ پانی تمام سال کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

دروازہ کلاں کے مقابل شمال کی طرف مشرق رویہ شیخ قدس سرہ کا روضہ ہے گنبد کا درمیانی حصہ سات ہاتھ کا ہے۔ اور محراب کے گنبد کا دور سنگ مرمر کا ہے اس کے آگے بھی سنگ مرمر کا نہایت نفیس کٹہرہ بنایا ہے۔

اس روضہ کے سامنے مغربی جانب تھوڑے فاصلہ پر دوسرا گنبد واقع ہے جس میں شیخ کی اولاد و اہل خاندان کی قبریں ہیں۔

اقبال آثار واقعات میں قلعہ دہری کی فتح اور سورجمل مقہور کی شکست قابل غور ہے

جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ جب راجہ بکرماجیت ان حدود میں پہنچا سورج مل برگشتہ بخت نے چاہا کہ چند روز مکر و فریب سے دھوکے میں رکھے مگر راجہ نے جو حقیقت کار سے واقف تھا اس کی بات پر توجہ نہ دیکر جراءت و جلادت کے ساتھ قدم بڑھائے تدبیر چلتی نہ دیکھکر آمادۂ جنگ ہوا اور لوازم قلعہ داری پر ہمت بند ول کی مگر برگشتگی بخت سے کامیاب نہ ہوا اور چند مقابلوں میں اپنے بہت سے آدمی ضائع کر کے بھاگ کھڑا ہوا۔

قلعہ مورد مھری جن پر اس بدنصیب کی قوت و ہمت کا دار و مدار تھا بے رنج و محنت دونوں فتح ہو گئے۔ اور جو ملک اب و جد سے اس کے تصرف میں تھا عساکر اقبال کے قبضہ میں آگیا۔ وہ گمراہ بحال تباہ ہیبت ناک و دشوار گزار گھاٹیوں میں پناہ لے کر ذلت و رسوائی کی خاک سر پر اڑاتا رہا۔ اور راجہ بکرماجیت نے اس کے ملک کو پس پشت ڈال کر اس کا تعاقب شروع کیا۔

جب اس فتح کی خوشخبری پہنچی اس خدمت شایستہ کے صلہ میں راجہ کو نقارہ مرحمت ہوا۔ ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ سورج مل مقہور کا ایک بھائی تھا جگت سنگھ جب حضرت شاہنشاہی نے سورج مل کو خطاب راجگی و مراتب امارت سے سربلند کر کے باپ کا ملک مع زر و سامان بقیہ بے سہیم و شریک مرحمت فرمایا تو اس کی رعایت خاطر سے جگت سنگھ کو جو بھائی کے ساتھ موافقت کا خیال نہ رکھتا تھا ایک چھوٹے سے منصب پر مقرر کر کے بنگالہ روانہ فرما دیا۔ وہ بیچارہ وطن سے دور غربت میں ایک مدت تک ذلت و دشمن کامی کے ساتھ بسر کر کے خدا کی مدد کا منتظر تھا۔ قضارا اس کی قسمت سے سورج مل نے یہ گل کھلائے اس لئے جگت سنگھ کو نہایت عجلت کے ساتھ بارگاہ والا میں طلب فرما کر راجہ کا خطاب اور ہزاری ذات و پانصد سوار منصب عطا فرمایا۔ اور بیس ہزار روپیہ و خنجر مرصع و اسپ و فیل مرحمت فرما کر راجہ بکرماجیت کے نزدیک بھیجدیا۔

سالِ چہاردہم جلوس شاہنشاہی

بروز مبارک شنبہ چوتھی ربیع الآخر ۱۰۲۵ھ کو بوقت تحویل آفتاب جلوس ہمایوں کے چودھویں سال کی ابتدا ہوئی۔ اس روز شہزادۂ گیتی ستاں شاہجہاں نے بڑے

پیمانہ پر جشن کا انتظام فرمایا۔ منتخب و نفیس و نادر ہر ملک کے تحفے بساط اخلاص میں نذر گزرانے۔ ان میں سے ایک یاقوت ہے بائیس سرخ کا۔ رنگ و آب داری اور جسامت میں پورا بائیس ہزار روپیہ کی قیمت کا، ایک قطبی لعل ہے جس کی قیمت چالیس ہزار روپیہ ہے، چھ دانے مروارید غلطاں کے ہیں جن میں سے ایک دانہ ایک ٹانک و آٹھ سرخ وزن کا ہے۔ اور اس کے مالکوں نے احمد آباد میں پچیس ہزار روپیہ کو فروخت کیا ہے اور بقیہ پانچ دانے تینتیس ہزار روپیہ میں بیچے ہیں۔ اور ایک قطعۂ الماس ہے جو اٹھارہ ہزار روپیہ کا ہے۔ اسی طرح پر دلہ مرصع تیغ قبضۂ شمشیر جوان کے زرگرخانہ میں تیار ہوا ہے اس کے اکثر جواہر تراش کر کام میں لائے گئے ہیں۔ پچاس ہزار روپے قیمت کا ہے۔

اس برگزیدہ دین و دولت (شاہجہاں) کے تصرفات میں جو اب تک کسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں نہ آئے تھے۔ ایک سونے چاندی کا نقارخانہ ہے بڑا نقارہ سونے سے بنایا ہے اور بقیہ گورکہ و نقارہ، کرنا و سرنا وغیرہ لوازمات نقارخانہ شاہی سب چاندی سے بنی ہیں۔ یہ نقارہ مبارک ساعت میں بجایا گیا تھا اور اس سب مجموعہ کی قیمت پینسٹھ ہزار روپیہ تشخیص ہوئی تھی۔

ایک تخت سواری فیل جس کو اہل ہند کی اصطلاح میں ہودہ کہتے ہیں۔ سونیکا ہے اور تیس ہزار روپیہ میں تیار ہوا ہے، دو زنجیر ہاتھی ہیں پانچ زنجیر مادہ فیل کے ساتھ جو قطب الملک نے برسم پیشکش شاہزادہ نامدار کے پاس بھیجے تھے، ان میں سے ایک ہاتھی داد الٰہی نام کا طلائی ساز والا ہے اور دوسرے کا ساز نقرئی اور نفیس گجراتی کپڑوں سے بنا ہوا ہے۔

اس تاریخ کو شاہنواز خاں خلف سپہ سالار خانخاناں کی وفات کا حال معلوم ہوا جوان ذکی و عالی فطرت تھا، عنفوان شباب و دولت میں شراب پر شیفتہ ہو گیا اور زمانہ برانداز مصاحبوں کی شامت سے میگساری کثرت سے شروع کر دی۔ ہمت بلند پرواز، نگاہ دوررس اور شجاعت و تدبیر وغیرہ مردانہ اوصاف ازل سے لایا تھا، ضبط و انتظام سپاہ اور رزم آرائی و سرداری میں اپنی نظیر رکھتا تھا، ان خوبیوں کے ساتھ سخاوت میں کمی کرتا تھا اور بدلباس بھی تھا درگاہ سے دور خودکامی کے ساتھ زمانہ بسر کر کے زندگی کھو بیٹھا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ جب خانخاناں برہانپور پہنچا فرزند کو نہایت کمزور و ضعیف پاکر علاج و دوا میں مشغول ہوا۔ مگر کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہ آئی۔ اور چند ہی روز میں صاحب فراش ہو کر بستر ناتوانی پر دراز ہو گیا اطبا نے بہت کوشش کی، کامیابی نہ ہوئی اور عین دولت و جوانی میں ہزار حسرت و رنج کے ساتھ وفات پائی۔

یہ واقعہ حضرت شاہنشاہی کی خاطر حق شناس کو سخت گراں گزرا، شاہنواز خاں کے بھائی داراب خاں کو پنجہزاری ذات و سوار کے منصب پر سرفراز کر کے شمشیر مرصع و اسپ و فیل کے ساتھ خلعت عنایت کیا اور بھائی کی جگہ صوبۂ برار و احمد نگر کی سرداری مرحمت کر کے رخصت فرمایا (مقرب خاں کو باوصف عدم استعداد و حق بہار و پٹنہ کی صاحب صوبگی و سرداری عطا کر کے خلعت و اسپ و فیل و خنجر مرصع مرحمت فرمایا اور برسم امداد پچاس ہزار روپیہ عنایت کیا) اس زمانہ میں شاہزادہ سلطان پرویز الہ آباد سے آکر آستانۂ خلافت پر سجدہ ریزی سے سرفراز ہوے۔ راجہ کلیان زمیندار رتن پور نے شاہزادہ کی خدمت میں باریاب ہو کر اسّی زنجیر ہاتھی اور ایک لاکھ روپیہ نقد نذر کیا۔

اس دوران میں شاہ بیگ خاں نے جو خاندوراں کے خطاب سے ممتاز تھا۔ کبر سن و ضعف کی وجہ سے استعفا پیش کیا، حضرت شاہنشاہی نے اس دولت خواہ قدیم کی خواہش پوری کی اور پرگنہ خوشاب جو اس کی قدیم جاگیر تھا اور پچھتر ہزار روپیہ اس کی مالگذاری تھی مدد خرچ کے لئے عنایت کیا۔ اس کے بیٹوں کو بھی حسب استعداد منصب و جاگیر مرحمت ہوئی۔

اسی دن راجہ سورج سنگھ نبیرۂ راؤ مالدیو کی وفات کی اطلاع ملی۔ راجہ نے دکن میں انتقال کیا۔ اس کے بجائے اس کے بیٹے گج سنگھ کو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب اور راجہ کا خطاب دیکر عزت افزائی فرمائی گئی۔

\\ اسی زمانہ میں حکم ہوا کہ آگرہ سے لاہور تک ہر کوس پر ایک میل بنائیں جو کوس کی علامت ہو اور تیسرے میل پر ایک کنواں تیار کیا جائے تاکہ مسافر تابش آفتاب و تشنگی سے تکلیف نہ اٹھائیں اور خیابان کی طرح راستہ کے دونوں جانب درخت لگائے جائیں۔ \\

توجہ رایات مبارک بسمت کشمیر جنت نظیر

شنبہ کے مبارک دن ۲۴ مہر کو نجومیوں کی رائے سے ایک اچھی ساعت دیکھکر سیر کشمیر کے عزم سے کوچ فرمایا۔ لشکر خاں کو دار الخلافت آگرہ کی نگرانی پر چھوڑ کر خنجر مرصع اسپ و فیل و علم و نقارہ کے ساتھ خلعت مرحمت ہوا۔

بروز شنبہ ماہ مذکور کی آٹھویں تاریخ کو پرگنہ متھرا میں شاہی خیمے نصب ہوئے حضرت شاہنشاہی بندرابن اور وہاں کے تبخانوں کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عرش آشیانی کے عہد سلطنت میں راجپوت امیروں نے بڑے بڑے تبخانے اپنے طرز پر بنائے ہیں۔ باہر سے بڑے تکلفات کئے ہیں لیکن اندر اس کثرت سے چمگادڑوں اور ابابیلوں کے گھر بنے ہوئے ہیں کہ ان کے تعفن سے سر اندر کرنا مشکل ہے۔

اس منزل سے شاہزادہ پرویز الہ آباد اور اپنی جاگیر کے محال کی جانب رخصت روانگی پا کر واپس ہوئے۔

اوراق سابق میں گسائیں رچھد روپ کا حال لکھا جا چکا ہے جو اجین میں گوشہ نشین تھے۔ آج کل اجین سے متھرا جو ہندوؤں کا بڑا معبد ہے نقل مکان کر کے دریائے جمنا کے کنارے اپنے آئین و دین کے مطابق یزداں پرستی میں مصروف ہیں۔ حضرت شاہنشاہی اپنے قدوم مبارک سے ان کے مسکن کو پر نور کر کے بہت دیر تک خلوت میں باتیں کرتے رہے۔

اب چونکہ خسرو کی میعاد اسیری بہت طویل ہو گئی تھی اور خان اعظم کو اس کا بڑا رنج تھا۔ اس لئے خان اعظم نے فراست سے جانا کہ چھد روپ کی بات باطن اقدس پر بہت موثر ہوتی ہے، باوجود تعصب مذہبی کے جو اس کی سرشت میں داخل تھا بے اختیار خویش و بیگانہ سے تنہا اوس کے نزدیک جا کر خسرو کی رہائی کے لئے نہایت عجز و انکسار سے التماس کی دوسری مرتبہ جب حضرت شاہنشاہی اس کی ملاقات کے لئے گئے تو چھد روپ نے خسرو کی رہائی کے لئے محققانہ انداز سے دلائل کے ساتھ سفارش کی اور جہاں پناہ کے

دل کو اتنا مہربان کر دیا کہ پھر اس بیدانش و کوتاہ اندیش کی خطائیں معاف ہوگئیں اور رحمت و عنایت کے پانی سے خسرو کے ناصیۂ حال سے غبار خجالت و لغزش مٹ گیا۔ اور حکم ہوا کہ قید سے رہا ہو کر کورنش کو آتا رہے۔

بروز شنبہ انتیس آبان دار الخلافت دہلی نزول اجلال سے مزین ہوا اکم آذر کو پرگنہ کرانہ وطن مقرب خاں لشکر گاہ دولت ہوا، بے شک نہایت اچھی جگہ ہے، آب و ہوا نہایت عمدہ ہے مقرب خاں نے ایک شاندار باغ بنایا ہے جو آم اس کے باغ میں ہوتے ہیں تمام ہندوستان میں کہیں نہیں ہوتے۔ دکن گجرات اور دور دراز ملکوں سے جہاں کے آموں کی تعریف سنی بیج لاکر اس باغ میں بوئے ہیں جو خوب پھلتے ہیں۔ جو دیوار اس کے دور پر کھنچی ہے ایک سو چالیس بگہ زمین پر ہے خیابانوں پر فرش بنایا ہے، باغ کے درمیان ایک حوض ہے جس کا طول دو سو بیس ہاتھ اور عرض دو سو ہاتھ ہے۔ حوض کے بیچ میں ایک ماہتابی چبوترہ بائیس ہاتھ مربع کا بنا ہوا ہے۔ گرم و سرد ملکوں کے درخت اکثر اس باغ میں ہیں یہانتک کہ پستہ کا درخت بھی سبز ہے اور خوش قد و موزوں شکل کے سرو بھی کھڑے ہیں۔

بتاریخ بارہ دسے روز شنبہ سرہند میں منزل ہوئی چونکہ شاہزادہ گیتی ستاں شاہجہاں کے مشکوئے اقبال میں لڑکا پیدا ہوا تھا اس لئے ایک شاندار جشن کا انتظام فرما کر ۱۹ تاریخ روز شنبہ کو حضرت شاہنشاہی و حضرات بیگمات کو مدعو کیا۔ حضرت شاہنشاہی منزل شاہجہانی میں رونق افروز ہوئے تو بلند اختر سعادت مند شاہزادے نے نذر پیش کر کے سرخروئی حاصل کی۔ اشیائے نفیس و نوادر میں پسند فرمودہ پیشکش کی قیمت ایک لاکھ اتیس ہزار روپیہ ہوی۔ چالیس ہزار روپیہ اپنی ماؤں کو دیا۔ (دریائے بیاہ کے کنارے بادشاہزادہ بلند اقبال کے وزن کا جشن منایا گیا)۔

راجہ بکرماجیت جو قلعۂ کانگڑہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ بعض ضروریات پیش آنکی وجہ سے حاضر درگاہ ہو کر باریاب عزت ہوا چونکہ خاطر اقدس کو کشمیر کی سیر و سیاحت منظور تھی اور لاہور جانے سے فرصت کا خون ہوتا تھا۔ اس لئے جہاں پناہ نے شاہجہاں کو عمارت لاہور دیکھنے کیلئے رخصت فرمایا اور راجہ بکرماجیت کو عنایت خلعت و خنجر مرصع و اسپ خاصہ سے معزز کر کے محاصرہ کے لئے قلعہ کانگڑہ جانے کی اجازت دی۔

ماہ بہمن کی دوسری کو باغ کلانور سعادت یاب قدوم ہوا۔ اسی سرزمین میں حضرت
عرش آشیانی نے تخت سلطنت واورنگ خلافت پر جلوس فرمایا تھا۔ ماہ مذکور کی تیسری
تاریخ کو شنبہ کے دن خان عالم جو شاہ عباس کے پاس برسم ایلچی گری گیا تھا ایران
سے واپس آکر قدمبوس ہوا۔ اور عرض کی کہ زنبیل بیگ ایلچی شاہ ایران مراسلہ کے
ساتھ جو اس کے ہاتھ روانہ کیا گیا ہے متعاقب پہنچے گا، خان عالم پر شاہ جتنا
التفات کرتے تھے اگر شرح وبسط سے لکھا جائے تو لوگ مبالغہ سمجھیں گے، مختصر
یہ ہے کہ گفتگو میں ہمیشہ خانجہاں کہکر مخاطب فرماتے تھے، کبھی اپنے پاس سے
جدا نہ کرتے تھے اگر اتفاقاً رات یا دن کو ضرورتاً اپنی قیام گاہ میں بسر کرنا
چاہتا تو بے تکلفانہ وہیں تشریف لاکر عواطف وعنایات بیش از بیش ظاہر
فرماتے۔ حقیقت یہ ہے کہ خان عالم نے اس خدمت کو شائستگی کے ساتھ انجام
دیا۔ جب شاہ سے رخصت ہوکر بیرون شہر منزل کی شاہ خود مشایعت کے لئے
آئے اور بہت معذرت کی۔ جو نفائس ونوادر خان عالم لایا انہیں سے جو
چیز بہترین تحفہ کہی جاسکتی ہے وہ ایک تصویر ہے۔ یہ تصویر اس جنگ کی تصویر
ہے جو صاحبقران گیتی ستان اور تقتمش خاں میں ہوئی جس میں صاحبقران اور ان
کی اولاد امجاد اور امرائے عظام کی جو اس جنگ میں ہمراہی کی سعادت سے مخصوص
تھے شبیہ ہے اور ہر ایک شبیہ کے نیچے اس کا نام لکھا ہے اس میں دو سو چالیس
شخصوں کی تصویریں ہیں، مصور نے اپنا نام خلیل میرزا شاہ رخی لکھا ہے، اس کا کام
نہایت پختہ اور شاندار ہے، بہزاد کے قلم سے بہت مشابہت اور مناسبت
رکھتا ہے، اگر مصور کا نام نہ لکھا ہوتا تو بہزاد کے کام کا گمان ہوتا چونکہ مصور تاریخ
کے اعتبار سے بہزاد سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے اس لئے ظن غالب یہ ہے
کہ بہزاد اس کا شاگرد ہوگا اور اس کی روش پر مشق کرتا ہوگا۔

اسی تاریخ طالب آملی کو ملک الشعرائی کے خطاب سے خلعت امتیاز عنایت ہوا
یہ چند شعر طالب کے ہیں۔

ز غارت چمنت بر بہار منتہاست — کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

؎ لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی　　دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

؎

؎ دو لب دارم یکے در مے پرستی　　دگر در عذر خواہی ہائے مستی

انھیں ایام میں حسینی پسر سلطان توام نے یہ رباعی پیش کی ۔

؎ گردے کہ ترا از طرف داماں ریزد　　آب از رخ سرمہ سلیماں ریزد
گر خاکِ درت بامتحاں بفشارند　　از روئے عرق جبین شاہاں ریزد

اسوقت راقم اقبالنامہ نے باباطالب اصفہانی کی ایک رباعی جو تقریباً اسی مضمون کی تھی عرض کی ۔ بہت پسند آئی اور جہاں پناہ نے بخط خاص اپنی بیاض میں درج فرمالی ۔ رباعی ؎

زہرم بفراقِ خود چشانی کہ چہ شد　　خونریزی و آتش فشانی کہ چہ شد
اے غافل ازاں کہ تیغِ ہجرِ تو چہ کرد　　خاکم بہ فشار تا بدانی کہ چہ شد

باباطالب عنفوانِ شباب میں بلباس تجرد قلندری اصفہان سے نکل کر بتقریب سیر و تماشہ کشمیر آئے ۔ جگہ کی نفاست اور آب و ہوا کی لطافت ، دل کو بھاگئی یہیں متوطن ہو کر شادی کرلی ۔ فتح کشمیر کے بعد حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور از راہ قدر دانی بندگان درگاہ کے زمرہ میں داخل کرلئے گئے ۔ حضرت عرش آشیانی کے آخری دور میں جب عمر سو سے متجاوز ہوچکی تھی انتقال کرگئے ۔
پرگنہ دولت آباد میں ایک باغبان کی لڑکی نظر آئی ۔ جس کی ڈاڑھی مونچھ گھنی تھی ، ظاہری ہیئت مردوں سے مشابہ ، ڈاڑھی ایک مٹھی سے زیادہ ، سینہ پر بال بکثرت تھے پستانوں کا پتہ نہ تھا ، چند عورتوں کو اشارہ ہوا کہ کسی گوشہ میں لیجا کر اس کا ستر دیکھ کر حقیقت حال بیان کریں ۔ مبادا خنثیٰ ہو ، ظاہر ہوا کہ دوسری عورتوں سے سرمو فرق نہیں رکھتی ۔
غرۂ اسفندارمذ کو پرگنہ کری میں شکار قمرغہ پر توجہ فرمائی ۔ اکھتر پہاڑی مینڈھے اور بتیس چکارے شکار ہوئے ۔

چونکہ مہابت خاں مدتوں دولت حضور سے محروم رہا اس لئے فرمان ہوا تھا کہ اگر اس کوہستان کے انتظام سے مطمئن ہوگیا ہو تو تنہا حاضر بارگاہ ہو ۔ چنانچہ اس موقع پر حاضر ہو کر آستاں بوسی سے سرفراز ہوا ۔
خان عالم کو منصب پنجہزاری و سہ ہزار سوار سے عزت حاصل ہوئی ۔ چوتھی اسفندارمذ کو

قلعہ رہتاس نے ورودِ ہمایوں سے عزت پائی۔ یہاں دلاور خاں حاکم کشمیر کی عرضداشت مشتمل بہ مژدۂ فتح کشتوار ملاحظہ میں پیش ہوئی خلعت و خنجر مرصع کے ساتھ فرمان مرحمت عنوان بھیجا گیا اور ولایت مفتوحہ کا ایک سال کا محصول اس پسندیدہ خدمت کو انعام میں عطا کیا۔

ماہِ مذکور کی چودھویں کو بمقام بابا حسن ابدال نزول اجلال فرمایا۔ سولھویں تاریخ کو جشن وزن قمری منعقد ہوا اور حضرت شاہنشاہی کی عمر کا ترپنواں سال شروع ہوا، چونکہ اس راستہ میں کوہ و تالاب اور نشیب و فراز بہت تھا۔ ایک دفعہ میں لشکر منصور کا عبور دشوار معلوم ہوتا تھا اس لئے مقرر ہوا کہ مریم زمانی اور دیگر حضرات عالیات چند روز توقف فرما کر آرام کے ساتھ قطع مسافت کریں۔ اور اعتماد الدولہ سلطانی، صادق خاں بخشی اور ارادت خاں میر ساماں عمدہ محلات و کارخانجات کے ساتھ گزر کر عبور کریں۔ میرزا رستم، خان اعظم، اور بندگان درگاہ کی ایک جماعت کو براہ پونچھ روانگی کی اجازت دیگئی۔ موکب اقبال چند مقربانِ خاص کے ساتھ تنہا عازم سفر ہوا

انھیں دنوں رانا امر سنگھ کی وفات کا حال معلوم ہوا۔ حکم ہوا کہ راجہ کشن داس فرمان مع خطاب رانائی و خلعت و اسپ و فیل کنور کرن کے لئے لیجا کر مراسم تعزیت و تہنیت ادا کرے۔

ماہِ مذکور کی اکیسویں شب کو موضع پگلی میں قیام فرمایا، مہابت خاں کو خلعت و پوستین و اسپ و فیل عنایت کر کے بنگش کے انتظام پر رخصت فرمایا۔

اس منزل میں ایک پھول ایسا نظر آیا کہ جس کی تعریف سے زبان قاصر ہے، بعض پھول سرخ آتشیں گل انار کے رنگ کی طرح، بعض گلِ شفتالو کے رنگ سے مشابہ بلکہ اس سے زیادہ شوخ جیسے کئی خطمی کے پھولوں کا دستہ بنایا ہے، اس کا درخت زرد آلو کے درخت سے زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ اِس کے پھول تمام درخت کو گھیر لیتے ہیں۔ اس کا برگ گل کسی قدر ترشی رکھتا ہے۔

اِس دامن کوہ میں خودرو بنفشہ بہت ہے اور نہایت خوشبو و رنگین اس کا رنگ باغ کے بنفشہ سے کم شوخ ہوتا ہے۔

بائیسویں شب کو بارش اور صبح کے وقت برف باری ہوئی چونکہ اکثر راستہ درختوں سے گھرا ہوا تھا بارش سے پھسلن ہونے لگی۔ لاغر چارپائے جس جگہ گر گئے پھر نہ اُٹھے۔ پچیس زنجیر ہاتھی شاہی فیلخانہ کے تصدق ہو گئے۔ امرا کے قابو میں نہ آئے۔ بارش اور سردی کی

وجہ سے دو روز اور ٹھہرنا پڑا۔

تیئیس کو سلطان حسین زمیندار پکلی زمیں بوس ہوا، اس منزل میں شفتالو، وزرد آلوا کے کثرت سے درخت ہیں۔ پورے قد کے صنوبر کے درخت آنکھوں کو نظارہ سے سیراب کرتے تھے۔ ولایت پکلی کا طول پینتیس کوس عرض پچیس کوس ہے، مشرق میں کوہستان کشمیر، مغرب میں اٹک بنارس شمال میں کوہ کنور، جنوب میں پونچھ اور مضافات کشمیر واقع ہیں۔ جس زمانہ میں صاحب قران گیتی ستاں نے ہندوستان فتح کرکے دار الملک توران کی طرف عنان عزم پھیری۔ اس طائفہ کو جو رکاب نصرت کے ساتھ تھا ان حدود میں زمین مرحمت کرکے آباد کر دیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ذات قارلغ ہے لیکن تحقیق نہیں جانتے کہ اسوقت ان کا سب سے بڑا بزرگ کون اور کس نام کا تھا۔ آجکل خود لاہوری محض ہیں اور زبان سے یہی کہتے ہیں۔ دھنتور کے لوگوں کی حقیقت بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئیے۔

حضرت عرش آشیانی کے زمانہ میں شاہرخ نام کا ایک شخص دھنتور کا زمیندار تھا آجکل اس کا بیٹا "بہادر" ہے یہ لوگ اگرچہ باہم رشتہ و پیوند رکھتے ہیں لیکن چونکہ نزاع لازمۂ زمینداری ہے ان میں ہمیشہ حدود کی سرحد پر جھگڑا جاری رہتا ہے یہ لوگ ہمیشہ سے خیر خواہ رہے ہیں۔

جب اطلاع ملی کہ چند منزل آگے آبادی کم ہے۔ لشکر شاہی کے لئے کافی مقدار میں غلہ نہیں ملسکتا تو حکم ہوا کہ بقدر احتیاج ایک مختصر پیشخانہ اور چند ضروری چیزیں ساتھ لے کر ہاتھیوں کو تخفیف کر دیں اور تین چار روز کا سامان خوراک ساتھ رکھلیں۔ خواجہ ابو الحسن میر بخشی تمام لوگوں کے ہمراہ چند منزل پیچھے آتے رہیں گے۔

۱۲ کو رود خانہ نین سکھ کے پل سے عبور کا اتفاق ہوا۔ یہ دریا کوہ وازوہ سے جو ولایت بدخشان و تبت کے درمیان واقع ہے نکل کر اس جگہ دو شاخ ہو جاتا ہے۔ پیشخانۂ عالی کے منتظموں نے عبور لشکر کے لئے دو پل تیار کئے تھے ایک کا طول اٹھارہ ہاتھ دوسرے کا چودہ ہاتھ مگر عرض دونوں کا پانچ ہاتھ تھا۔ پل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تناور کے بڑے بڑے درخت روئے آب پر ڈالدیتے ہیں اور ان کے دونوں سروں کو پتھر سے باندھ کر مضبوط کر دیتے ہیں، اس کے اوپر چوڑے چوبی تختے ڈالکر میخوں اور مضبوط رسیوں سے مستحکم کر دیتے ہیں تھوڑی سی مرمت کے بعد برسوں سے قایم ہے۔

ہاتھیوں کو پایاب گزار کر سوار اور پیادے پل سے اترے شنبہ کے دن تیئیس تاریخ کو

کشن گنگا کی ندی کے کنارے منزل ہوئی۔ اس سے دو دن پہلے حکم ہوا تھا کہ راقم اقبالنامہ پہلے سے روانہ ہو کر جو زمین ارتفاع و امتیاز رکھتی ہے جشن نوروز کے لیے انتخاب کرے اتفاقاً رودخانہ مذکور کے اس طرف ایک پشتہ تھا۔ آب سبز کے منظر پر، اور اس کی بلندی پر ایک پچاس ضرب پچاس ہاتھ کی سطح تھی جو گویا کارفرمایانِ قضا و قدر نے اسی دن کے لئے بنائی تھی۔ جشن نوروز جہاں افروز یہیں آراستہ کیا گیا۔ جب حضرت شاہنشاہی۔ برکت و فرخی کے ساتھ تشریف فرما ہوئے تو بہت پسند فرمایا اور راقم موردِ تحسین و آفریں ہوا۔

سال پانزدہم جلوس اقدس

روز جمعہ ۱۵، ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۰۲۹ھ کو نیرِ اعظم برج حمل میں رونق بخش ہوا اور رودخانۂ کشن گنگا کے کنارے جشن جہاں افروز منایا گیا۔ اور جلوسِ حضرت شاہنشاہی کا پندرھواں سال شروع ہوا۔

اس منزل سے کشمیر تک ہر جگہ راستہ دریائے بہٹ کے کنارے واقع ہے دونوں جانب بلند پہاڑ ہیں درہ کے درمیان سے پانی نہایت تند و جوش و خروش کے ساتھ بہتا ہے، ہر چند ہاتھی بڑا ہو اپنے پاؤں قائم نہیں رکھ سکتا۔

چونکہ ان دروں کو بہت تنگ تند اور دشوار گزار بیان کیا جاتا تھا اور لوگوں کے ہجوم سے عبور میں بہت زحمت ہوتی تھی۔ راقم کتاب کو حکم ہوا کہ کل کوچ کے دن اس منزل میں توقف کرے اور آصف خاں و چند خدمت گزاران ضروری کے سوا کسی متنفس کو رکاب سعادت میں روانہ نہ ہونے دے حتیٰ کہ خسرو، خان جہاں، خانِ عالم اور دوسرے خدام و لشکر کو ہمسے ایک منزل بعد لائے اتفاقاً اس فقیر کا خیمہ و بنگاہ حکم سے پہلے منزل پر روانہ ہو چکا تھا اس نے فوراً اپنے آدمیوں کو لکھا کہ میرے لئے ایسا حکم ہوا ہے، تم جہاں پہنچ چکے ہو ٹھہر جاؤ۔ فقیر کے آدمیوں نے یہ خبر درہ بھیلاس کے آخری سرے پر سنکرو ہیں پیشخانہ استادہ کر دیا۔ میری قسمت کی رسائی سے جب موکب شاہی منزل کے قریب پہنچا۔ برف و بارش رعد و برق نے رنگ جمایا، حضرت شاہنشاہی اہل حرم کے ساتھ سوار آرہے تھے، نورجہاں بیگم اور تمام بیگمات و خواصیں جہاں پناہ کی خدمت میں تھیں سوائے چند خواجہ سراؤں کے اس نزدیکی میں کسی کو اجازت نہ تھی۔ شدت برف و بارش اور صدائے رعد سے مزاجِ اقدس ناساز

وشوش ہو گیا۔ ابھی ایک میدان طے نہ ہوا تھا کہ فقیر کا خیمہ نمودار ہوا۔ اس بات کو اتفاقات غیبی پر محمول کر کے حضرات عالیات کے ساتھ فدوی کی منزل میں تشریف فرما ہوئے اور برف و باد کے صدمہ سے محفوظ رہے وفور مرحمت و ذرہ نوازی سے کمترین کی طلبی کا حکم ہوا۔ اس نوید جاں بخش سن کر سرو پا سے بے خبر دو ساعت میں عتبۂ خلافت کو بوسہ دیکر سربلند ہوا اور زبان حال سے یہ شعر پڑھا۔

آمد خیالت نیم شب جاں دادم و گشتم خجل
خجلت بود درویش را مہماں چو بیگہ در رسد

نقد و جنس وغیرہ میں سے جو کچھ بساط میں تھا برسم پیشکش و پا انداز بطور نذر حاضر کیا۔ سب اس غلام کو بخش دیا اور فرمایا کہ متاع دنیا ہماری چشم ہمت میں کیا وقعت رکھتی ہے ہم تو جواہر اخلاص گراں قیمت پر خریدتے ہیں۔ بیشک یہ اتفاق اسی شخص کے اثر اخلاص اور خوش قسمتی سے پیش آیا ہے جس کے گھر میں بادشاہ اپنے حرم کے ساتھ راحت و آسودگی سے ایک شبانہ روز بسر کر دے اور اس کو امثال و اقران بلکہ تمام جہاں میں ایسی سرفرازی نصیب ہو۔

یہ بات بھی تائیدات غیبی سے تھی کہ متعدد خیمے، فرش، شب خوابی کے کپڑے مصالح باورچی خانہ اور ضروری اسباب و آلات جو اہل دولت کے لائق ہوں تمام موجود تھے، کوئی سامان مستعار طلب کرنیکی حاجت نہ ہوئی۔ اتنی کافی مقدار میں سب سامان تھے کہ حرم سرا عزت کے خادموں اور نوکروں تک کو کافی ہوا۔

سہ شنبہ کے دن پانچویں تاریخ کو موضع کہتائی میں شاہی قافلہ پہنچا۔ جو لباس زیب بدن تھا سب اس کمترین کو مرحمت فرما دیا اور فدوی کا منصب مع اصل و اضافہ ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار مقرر ہوا، اس روز خبر آئی کہ سہراب خاں پسر رستم خاں میرزا دریائے بہت میں غرق ہو گیا اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ وہ ایک منزل پیچھے آتا تھا، جوانی اور نشہ شراب کی مستی میں اس کے دل میں آئی کہ دریا میں غسل کرے، باوجودیکہ دریا تیزی سے بہ رہا تھا اور اس میں بڑی بڑی چٹانیں تھیں اور پانی اسقدر سرد تھا کہ پانو نکالنا مشکل ہو جاتا تھا، اور گرم پانی بھی غسل کے لئے مہیا تھا، ہرچند اس کے آدمیوں نے منع کیا کہ ایسی ہوائے سرد میں بے ضرورت اتنے خونخوار و خار دریا میں جو ہاتھیوں کو بھی

بہا لیجائے اتر نا حزم و احتیاط سے بہت دور ہے ایک نہ سنی اور مستی و غرور جوانی میں اپنی ١٣٩
شناوری کے بھروسے پر ایک نفر خادم اور ایک کشتی گیر کے ساتھ کہ یہ لوگ بھی فن پیرا کی
میں بے نظیر تھے ایک پتھر کے اوپر سے جو لب آب تھا خود کو دریا میں ڈالدیا گرتے ہی تلاطم
امواج سے اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا، نہ تیرنے کی سعی میں کامیاب ہوا اور فوراً غرق
ہو گیا۔ سہراب خاں بھی اپنے خادم کے ساتھ غریق فنا ہوا۔ کشتی گیر البتہ بہزار جان کنی ساحل
تک سلامت پہنچا۔

میرزا رستم کو اس بیٹے سے عجیب محبت و دلبستگی تھی۔ پونچ کے راستے میں یہ دلخراش و
جانکاہ خبر سن کر نہایت بے تاب و مضطر ہوا، اور تمام متعلقین کے ساتھ ماتمی لباس پہن کر
سروپا برہنہ متوجہ ملازمت ہوا۔ (اس کی ماتم کا سوز و گداز کیا لکھا جائے کہ بیان سے باہر ہے۔)

اگرچہ میرزا کے اور بیٹے بھی ہیں لیکن دلی محبت اس بیٹے کے ساتھ تھی۔ اس کی
عمر پچیس سال تھی، بندوق اندازی میں اپنے باپ کا شاگرد رشید تھا ہاتھی کی سواری خوب جانتا
تھا۔ یورش گجرات کے وقت اکثر حکم ہوتا تھا کہ فیل نامہ بادشاہی کے سامنے سوار ہوا اور سپاہگری
میں بہت دلچسپی لیتا تھا۔

جب کو تلوں سے گزر کر موضع بابا ررلبا میں منزل ہوئی صحرا صحرا چمن چمن شگوفے
اور قسم قسم کے نرگس، بنفشہ، ارغوان زرد اور عجیب خوشبودار پھول جو اس ملک کے لئے مخصوص
ہیں نظر آئے۔

ان منزلوں میں ایک آبشار سر راہ واقع ہے، نہایت بلند اور اونچی جگہ سے گرتا ہے
اور بڑا خوشنما نظارہ پیش کرتا ہے۔ اس راہ میں اگرچہ بہت سے آبشار نظر آئے لیکن یہ آبشار
سب سے ممتاز و مستثنیٰ ہے

دوسرے روز بارہ مولا میں منزل ہوئی۔ بارہ مولا کشمیر کے مشہور قصبوں میں سے ہے، دریائے
بہت کے کنارے واقع ہے۔ سوداگران کشمیر کی ایک جماعت اس قصبہ میں توطن گزیں ہے
اور دریا کے منظر پر مکانات اور مساجد بنا کر آسودہ و مرفہ الحال بسر کرتی ہے۔ ورود مبارک
سے پہلے سواری کے لئے اکثر وابستگان دولت کشتیاں تیار کئے اس مقام پر موجود تھے جب
شہر آنیکا وقت قریب آیا نی الفور جہاں پناہ کی خدمت میں کشتیوں پر بیٹھ کر متوجہ شہر ہوئے۔

١١ اس روز دلاور خاں کاکر حاکم کشمیر کشتوار سے آکر فیضیاب کورنش ہوا اور روز افزوں

شاہنشاہی عنایات و گوناگوں نوازشوں سے عزت اختصاص حاصل کی، حق یہ ہے کہ دلاور خاں نے ۱۴۱
کشتوار کی مہم نہایت کامیابی سے انجام دی۔ شہر کشمیر سے کشتوار کی آبادی تک ساٹھ کوس کی
مسافت ہے۔ ||

|| فتح کشتوار کی تفصیل یہ ہے دس ماہ الٰہی سنہ ۱۴ جلوس کو دلاور خاں نے دس ہزار
سوار و پیادہ جنگی کے ساتھ فتح کشتوار کا عزم کر کے اپنے بیٹے حسن کو اکبر علی میر بحر کے ساتھ شہر اور
سرحدوں کی حفاظت پر چھوڑا اور چونکہ یہ ہر جاٹ و ابیہ چک وراثت کشمیر کے دعوی کے ساتھ
کشتوار اور اس نواح میں فساد پھیلا رہے تھے اس لئے دلاور خاں نے اپنے ایک بھائی کیف کو
ایک گروہ کے ساتھ مقام دیسو میں جو کوتل بنجال کے پاس ہے بنظر احتیاط متعین کیا۔ اور منزل
مذکور سے افواج کی تقسیم کر کے ایک فوج کے ساتھ خود سنگی پور کے راستہ سے روانہ ہوا۔ اپنے
بیٹے جلال کو نصر اللہ عرب اور علی ملک کشمیری و چند بندگان جہانگیری کے ساتھ آہن کے راستہ پر
متعین کر کے بڑے بیٹے جمال کو کار آمد جوانوں کے ایک گروہ کے ساتھ اپنی فوج کی ہراولی
پر مقرر کیا۔

اسی طرح دو فوجیں اور اپنے دائیں بائیں روانہ کردیں چونکہ گھوڑوں کے گزرنے کا راستہ نہ تھا
اس لئے چند گھوڑے احتیاطاً ساتھ لے کر سپاہیوں کے سب گھوڑوں کو وہیں سے کشمیر بھیجدیا۔ بقیہ
جوانان کار آزما کمر خدمت باندھ کر دل و جان سے پہاڑ پر پیدل آئے اور اس طرح
غازیان لشکر اسلام دشمنوں کے ساتھ منزل بہ منزل جنگ کرتے رنگوٹ تک جو غنیم کا ایک
مورچہ تھا پہنچے۔ یہاں آکر جمالی و جلالی فوج جو مختلف راہوں پر متعین ہوئی تھی باہم مل گئی۔
بد نصیب دشمن مقابلہ کی تاب نہ لاکر فرار ہو گئے اور بہادران جان نثار پہاڑ گھاٹی اور بہت
سا نشیب و فراز ہمت و مردی کے قدموں سے طے کرتے دریائے مرو تک پہنچے اور دریا کے
کنارے آتش قتال مشتعل ہوئی لشکر اسلام نے خوب کام کئے نہایت تندہی سے مقابلہ کیا،
اور معرکہ کی لاج رکھ لی، ابیہ چک بد نصیب بہت سے اہل ادبار کے ساتھ قتل ہوا اور اس
کے قتل کی وجہ سے راجہ بدہیبت و بیدل ہو کر میدان چھوڑ کر بھاگا اور پل سے گزر کر بندر کوٹ
میں جس کے کنارے دریا ہے مقیم ہوا، بہادران تیز رو نے پل عبور کرنا چاہا، پل کے اوپر بڑی
جنگ ہوئی اور چند جوان شہید ہوئے، بیس شبانہ روز تک بندگان درگاہ عبور کی کوشش
کرتے رہے مگر کافران تیرہ بخت کا ہجوم مدافعت و مقابلہ کے لئے کم نہ ہوتا تھا۔ اتنے میں دلاور خا

تھانہ جات کے استحکام اور رسد کے انتظام سے خاطر جمع کر کے لشکر ظفر اثر میں شامل ہو گیا۔ ۱۴۳

اب راجہ نے مکاری و حیلہ سازی سے اپنے وکلا دلاور خاں کے پاس بھیجکر التماس کی کہ میں اپنے بھائی کو لائق درگاہ پیشکش کے ساتھ خدمت میں بھیجتا ہوں اور جب میرا گناہ معاف ہو جائیگا اور بیم و ہراس میرے دل سے دور ہو جائیگا خود بھی درگاہ گیتی پناہ میں پہنچ کے آستان بوس ہونگا۔ دلاور خاں نے اس کی فریب آمیز باتوں پر متوجہ نہ ہو کر موقع ہاتھ سے نہ دیا اور راجہ کے فرستادوں کو نامراد رخصت کرکے عبور دریا میں مناسب سعی و اہتمام سے کام لیا۔ اس کا بڑا بیٹا جمال دلیر سپاہیوں کے ایک گروہ کے ساتھ دریا سے تیر کر پار ہو گیا اور مخالفوں سے سختی کے ساتھ لڑا اب چاروں طرف سے جاں نثاران دولت ہجوم کر کے ان بدبختوں پر ٹوٹ پڑے جب ان لوگوں میں مقابلہ کی تاب نہ رہی، پل کا تختہ توڑ کر فرار ہوئے خدام ظفر پناہ پھر پل باندھ کر مع بقیہ لشکر کے اتر آئے۔ دلاور خاں نے بھنڈر کوٹ میں معسکر اقبال آراستہ کیا اس دریا سے دریائے چناب تک جو ان سیاہ بختوں کا بڑا پشت و پناہ ہے دو تیر پرتاب کی مسافت ہوگی دریائے چناب کے کنارہ ایک بڑا اونچا پہاڑ ہے جس کی وجہ سے عبور دریا میں بڑی دشواری ہوتی ہے پیادوں کی آمد و رفت کے لئے موٹی موٹی رسیاں لگا کر دو رسیوں کے درمیان ایک ایک بالشت کی لکڑیاں برابر برابر مضبوط باندھ دیتے ہیں اور رسی کا ایک سرا پہاڑ کی چوٹی پر دوسرا پانی کی اس طرف مضبوط طریقہ پر باندھکر لٹکا دیتے ہیں۔ اور دو رسیاں اور اس سے ایک گز اونچی پر لٹکا دیتے ہیں کہ ان لکڑیوں پر پاؤں رکھکر دونوں ہاتھوں سے اوپر کی رسیوں کو پکڑے ہوئے اوپر سے نیچے اتر سکیں اور پھر پانی سے گزریں۔ اس طریقہ کو کوہستانی لوگوں کی اصطلاح میں زرم پہ کہتے ہیں ان لوگوں نے جہاں زرم پہ باندھے جانے کا خطرہ تھا وہاں بندوق باز، تیر انداز اور کار آزما سپاہی متعین کر کے استحکام کا اطمینان کر لیا تھا۔ (۲)

(۲) دلاور خاں نے بہت سے جالے بنا کر رات کو اسّی جوان بہادر او ہمت ور ان جالوں میں بٹھا کر عبور کرنا چاہا چونکہ دریا بڑے جوش و خروش سے بہ رہا تھا۔ جالہ بہ گیا، ان جوانوں میں سے اڑسٹھ جوان غرق ہو گئے دس جوان تیر کر ساحل تک پہنچے، دو جوان اس کنارے پہنچکر ارباب ضلالت کے پنجوں میں اسیر ہو گئے۔

لہ وہ مشکیں اور لکڑیاں جو ایک دوسرے سے ملا کر عبور ہونے کیلئے باندھی جاتی ہیں انکو جالہ کہتے ہیں۔

۱۴۴ القصہ دلاور خاں چار ماہ دس روز تک بھندر کوٹ میں استقلال وہمت کے ساتھ عبور کی کوشش کرتا رہا کوئی تدبیر بن نہیں آتی تھی۔ ایک دن ایک زمیندار نے رہبری کر کے جس جگہ مخالفوں کو زم پہ بندھنے کا گمان نہ تھا اس جگہ زم پہ باندھنے کا مشورہ دیا۔ اور آدھی رات کو جلال خاں پسر دلاور خاں چند بندگان درگاہ افغانوں کی جماعت کے ساتھ تقریباً دو سو نفر لیکر اس راہ سے سلامت گزر گیا اور صبح کے وقت بے خبر راجہ کے سر پر پہنچکر نائے فتح کی آواز بلند کی چند آدمی جو راجہ کے گرد و پیش تھے خواب و بیداری کے درمیان سراسیمہ نکلکر اکثر تہ تیغ ہوئے بقیۃ السیف بھاگ کر بچ گئے۔ اس شورش میں ایک سپاہی راجہ کے پاس پہنچ کر زخم شمشیر سے اس کا کام تمام کرنا چاہتا تھا۔ راجہ نے فریاد کی کہ میں راجہ ہوں مجھے دلاور خاں کے پاس زندہ لے چلو لوگوں نے اس پر ہجوم کر کے قید کر لیا۔ راجہ کی گرفتاری کے بعد اس کے متوسلوں میں سے جو شخص جس جگہ تھا وہیں سے ایک ایک گوشہ میں چھپ رہا۔

دلاور خاں نے یہ مژدہ سن کر شکر کے سجدے ادا کئے اور فتحمند لشکر کے ساتھ دریا سے پار ہو کر منڈل میں آیا جو اس ملک کا مستقر حکومت ہے دریا کے کنارہ سے وہاں تک تین کوس کی مسافت ہے (دختر سنگرام راجہ جمبہر و دختر سورجمل پسر راجہ باسوائے کے گھر میں تھیں دختر سنگرام سے اس کے (راجہ کے) کئی بیٹے ہیں) فتح ہونے سے پہلے راجہ نے اپنے عیال و متعلقین کو احتیاطاً راجہ جسوال و دیگر زمینداروں کے پاس بھیجدیا تھا جب موکب شاہنشاہی نزدیک پہنچا دلاور خاں نے حسب الحکم راجہ کو ہمراہ لے کر آستاں بوسی کا عزم کیا۔ نصر اللہ عرب کو سوار اور پیادہ فوج کے ساتھ اس ملک کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا۔

کشتوار کی مجمل خصوصیات یہ ہیں کہ کشتوار میں دگندم، جو، مسور، ماش ارزاں اور بہت ہوتی ہے، بخلاف کشمیر کے شال کم ملتی ہے) اور اس کی زعفران کشمیر کی زعفران سے بہتر ہوتی ہے نارنج و ترنج اور تربوز اعلیٰ قسم کے ملتے ہیں، یہاں کا خربزہ کشمیر کے خربزوں کی طرح ہوتا ہے اور دوسرے میوے مثل انگور، شفتالو، زردآلو اور امرود وغیرہ ترش اور خراب ہوتے ہیں اگر تربیت کیجائے تو ممکن ہے کہ اچھے ہوں۔

(وہاں سنہسی ایک مسکوک روپیہ ہے جو حکام کشمیر کی یادگار ہے ڈیڑھ سنہسی کو ایک روپیہ میں لیتے ہیں، سودے اور معاملہ میں پندرہ سنہسی کو جس کے دس روپیہ ہوتے ہیں مہر شاہی شمار کرتے ہیں۔ وہاں ہندوستان کے دو سیر ایک من کے برابر ہیں۔ اور زراعت کی آمدنی پر وہاں

۱ خراج لینے کا رواج نہیں ہے۔ صرف گھر پیچھے ایک سال میں پنجہسی جس کے چار روپیہ ۱۴۶
ہوتے ہیں وصول کرتے ہیں۔ اور زعفران تمام راجپوتوں اور سات سو نفر توپچیوں کی تنخواہ
کے طور پر دے دی جاتی ہے جو نوکر قدیم ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ زعفران کے موسم میں خریدار
سے ایک من یعنی دو سیر پر چار روپیہ لیتے ہیں۔ راجہ کی تمام آمدنی جرمانہ ہے جو وہ تھوڑی سی خطا
پر بڑی بڑی رقمیں وصول کر لیتا ہے)

بہرجہت اس کی مخصوص آمدنی کوئی ایک لاکھ روپیہ ہوگی۔ یہاں ضرورت کے وقت چھ سات
ہزار پیادے جمع ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس گھوڑے بہت کم ہیں تقریباً پچاس گھوڑے
راجہ اور اس کے مخصوص مصاحبوں اور امیروں کے پاس ہوں گے۔

ایک سال کا محصول (آمدنی) جو دلاور خاں کو بطور انعام مرحمت ہوا اندازۂ جاگیر کے اعتبار سے
ہزاری ذات و ہزار سوار ضابطۂ جہانگیری کے برابر ہوگا (چونکہ دیوانیان عظام انتظام کرکے جاگیردار کو
تنخواہ دیتے ہیں حقیقت قرار واقعی ظاہر ہو جائے گی کہ کس قدر بجا ہے)۔

دوشنبہ کے دن گیارہ تاریخ کو دو پہر اور چار گھڑی دن کے بعد جو عمارت تالاب کے
کنارے نئی بنی تھی اس کے ملاحظہ کے لئے تشریف لے گئے حضرت عرش آشیانی کے حکم سے
یہ پتھر اور چونے سے قلعہ نہایت مستحکم بن رہا ہے ہنوز کام ختم نہیں ہوا، اس کا ایک ضلع باقی ہے۔ امید
ہے کہ اب تھوڑے ہی عرصہ میں تیار ہو جائے گا۔

روز شنبہ بتاریخ بارہ ماہ مذکور دلاور خاں راجہ کو قید و بند میں گرفتار حضور میں لا کر زمیں بوس
ہوا راجہ کی شکل و صورت وجاہت سے خالی نہیں، اس کا لباس اہل ہند کی طرز کا ہے از بانہ
کشمیری اور ہندی دونوں جانتا ہے ان حدود کے دیگر زمینداروں کے خلاف فی الجملہ شہری معلوم
ہوا حکم ہوا کہ باوجود اس تقصیر و جرم کے اگر اپنے بیٹوں کو حاضر درگاہ کرے تو قید و حبس سے
نجات پا کر سایۂ دولت میں آسودہ و فارغ البال بسر کر سکتا ہے ورنہ ہندوستان کے کسی قلعہ میں
حبس دوام میں مبتلا رہے گا۔ اس نے عرض کی کہ میں اپنے اہل و عیال اور فرزندوں کو
بندگان حضور کی خدمت میں لاتا ہوں اور جہاں پناہ کی مرحمت کا امیدوار ہوں۔ جو ارشاد
ہو تعمیل کروں۔ ۱۶

اب مجمل بیان ملک کشمیر کے اوضاع و اطوار اور خصوصیات کا کیا جاتا ہے۔ کشمیر اقلیم
چہارم میں ہے۔ اس کا عرض خط استوا سے پینتیس درجہ اور طول جزائر سعدا سے ایک سو پانچ درجے

قدیم سے یہ ملک راجوں کے تصرف میں رہا ہے۔ ان کی مدت حکومت چار ہزار سال ہے۔ ان کے ۱۴۷
احوال و اسما کی کیفیت راجہ ترنگ کی تاریخ میں جو حضرت عرش آشیانی کے حکم سے ہندی سے فارسی
میں ترجمہ ہوئی ہے تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے۔ کشمیر نے ۷۱۲ھ میں نور اسلام سے رونق و وقعت
پائی اور اہل اسلام کے بتیس نفر دو سو بیاسی سال تک اس ملک پر حکومت کرتے رہے ۹۹۴ھ میں
حضرت عرش آشیانی نے فتح کیا اس سال سے ابتک کہ پینتیس سال کا زمانہ ہے اولیائے دولت ابد
کے قبضہ میں ہے ملک کشمیر طول میں کتل بھولباس سے قنبر ویر تک چھپن کوس جہانگیری ہے اور عرض
میں ستائیس سے زیادہ اور دس سے کم نہیں شیخ ابوالفضل نے اکبر نامہ میں انداز و قیاس سے لکھا ہے
کہ ملک کشمیر کا طول دریائے کشن گنگ سے قنبر ویر تک ایک سو بیس کوس ہے اور عرض دس سے
کم اور پچیس سے زیادہ نہیں حضرت شاہنشاہی نے بنظر احتیاط معتمد و کارداں آدمیوں کی ایک جماعت
مقرر فرمائی کہ طول و عرض کی پیمایش کریں تاکہ حقیقت واقعی لکھی جا سکے اور چونکہ طے پا چکا ہے کہ
ہر ملک کی حد اس جگہ تک ہے جہانتک اس ملک کی زبان میں لوگ باتیں کریں۔ اس بنا پر
بھولباس سے جس کے گیارہ کوس پر کشن گنگ ہے کشمیر کی حد مقرر ہوئی اور اس حساب سے
طول میں چھپن کوس نکلے۔ اور عرض میں دو کوس سے زیادہ فرق ظاہر نہ ہوا۔ کوس جو اس
سلطنت میں سمجھا جاتا ہے اسی ضابطہ کے موافق ہے جو حضرت عرش آشیانی نے مقرر
کیا ہے ہر کوس پانچہزار ہاتھ کا ہے۔ اور آجکل ایک ہاتھ دو شرعی ہاتوں کے برابر ہوتا ہے
جہاں کہیں کوس یا گز لکھا ہوا اس سے مراد آجکل کا معمولی کوس اور گز ہے۔

شہر کا نام سری نگر ہے۔ دریائے بہٹ وسط آبادی سے گزرتا ہے اس کے سرچشمہ کو
ویرناگ کہتے ہیں۔ شہر سے چودہ کوس پر جانب جنوب واقع ہے اور حضرت شاہنشاہی کے
حکم سے اس چشمہ پر ایک عمارت اور باغ بنایا گیا ہے شہر کے درمیان چار پل لکڑی اور پتھر کے
نہایت مضبوط باندھے گئے ہیں تاکہ لوگ ان پر آسانی سے آمد و رفت رکھ سکیں۔ پل کو اس
ملک کی اصطلاح میں کدل کہتے ہیں۔

شہر میں ایک بڑی بلند اور شاندار مسجد ہے جو سلطان سکندر کی یادگار ہے ۷۹۵ھ میں تیار ہوئی
ایک مدت کے بعد جل گئی۔ پھر سلطان حسین نے تعمیر شروع کی ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ خود سلطان کا
قصر حیات منہدم ہو گیا اس کے بعد ۹۰۹ھ میں ابراہیم ماگری وزیر سلطان حسین نے اس
کی عمارت و آرائش کی تکمیل کی اس تاریخ سے ابتک ایک سو بیس سال ہوتے ہیں ہنوز مضبوط

اور اپنی حالت پر کھڑی ہے محراب سے مشرقی دیوار تک ایک سو پینتالیس ہاتھ طول اور ایک سو ۱۴۸
چوالیس ہاتھ عرض ہے، چار طاقوں پر مشتمل ہے ایوان اور بڑے بڑے ستونوں پر نقش و نگار بنے ہوئے
ہیں حقیقت میں حکام کشمیر کی اس سے بہتر کوئی یادگار باقی نہیں۔

میر سید علی ہمدانی چند روز اس شہر میں رہے ایک خانقاہ ان کی یادگار ہے۔

شہر سے متصل دو بڑے تالاب ہیں جو تمام سال پانی سے لبریز رہتے ہیں اور ان کا مزہ تبدیل نہیں ہوتا، لوگوں کی آمد و رفت، غلہ اور لکڑی کی نقل و برداشت کا دارومدار کشتی پر ہے۔ شہر اور پرگنات میں پانچ ہزار سات سو کشتیاں اور سات ہزار چار سو ملاح شمار میں آئے۔

ولایت کشمیر اڑتیس پرگنوں پر مشتمل ہے، اور اس کو دو نصف اعتبار کیا ہے پانی کی سطح کو مراج اور تہہ کو کمراج کہتے ہیں۔ ضبط زمین اور زر و سیم کی داد و ستد کا اس ملک میں رواج نہیں مگر تمام نقد و جنس میں بعض چیزیں خروار شالی سے حساب کی جاتی ہیں۔ ہر خروار تین من آٹھ سیر وزن حال کے برابر ہوتا ہے، کشمیری دو سیر کو ایک من کہتے ہیں اور چار من کو جس کے آٹھ سیر ہوتے ہیں ایک ترک۔ ولایت کشمیر کی آمدنی (مالگذاری) = جمع تیس لاکھ تریسٹھ ہزار پچاس خروار اور گیارہ ترک ہے جس کے نقدی کے حساب سے سات کروڑ چھیالیس لاکھ ستر ہزار چار سو دام ہوتے ہیں اور ضابطہ حال کے موافق آٹھ ہزار پانچسو سوار کی جگہ ہے۔

کشمیر کی آمد و رفت کے راستے متعدد ہیں۔ بہترین راستے بھنبر پکلی اور دمتور کی راہ سے ہیں۔ اگرچہ بھنبر کا راستہ زیادہ نزدیک ہے۔ لیکن اگر کوئی چاہے کہ کشمیر کی بہار سے لطف اٹھائے تو یہ بات پکلی کے راستہ پر منحصر ہے دوسرے راستے اس موسم میں برف سے مالامال ہوتے ہیں۔

اگر کشمیر کی تعریف و توصیف میں مشغول ہوں تو بہت سے دفتر درکار ہوں گے مختصر طور پر اس کے اوضاع و اطوار اور خصوصیات کی کیفیت لکھی جاتی ہے۔ کشمیر ایک ہمیشہ بہار باغ اور مضبوط ترین قلعہ ہے۔ بادشاہوں کے لئے عشرت افزا گلشن ہے اور درویشوں کے لئے ایک دلکشا خلوت کدہ اس کے خوش نما باغ اور دل آویز آبشار شرح و بیان سے زیادہ ہیں رواں نہریں اور لطیف چشمے حساب و شمار سے باہر ہیں۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے، آب رواں گل سرخ، بنفشہ، خودرو نرگس بکثرت اور انواع گل و اقسام ریاحین اس سے کہیں زیادہ کہ شمار میں آسکیں۔ بہار کے موسم میں کوہ و دشت اقسام شگوفہ سے مالامال اور مکانوں کے در و دیوار اور صحن و بام لالہ کی مشعل سے بزم افروز ہیں سطح چشموں اور سہ گوشہ حوضوں کا کیا بیان کیا جائے۔

۱۵۰ مثنوی — شدہ جلوہ گر نازنینانِ باغ — رخ افروختہ ہر یکے چون چراغ
شدہ مشکبو غنچہ در زیر پوست — چو تعویذِ مشکیں ببازوئے دوست
غزل خوانی بلبلِ صبح خیز — تمنائی میخوارگان کردہ تیز
بہر چشمہ منقارِ بط آبگیر — چو مقراضِ زریں بقطعِ حریر
بساط از گل و سبزہ گلشن شدہ — چراغِ گل از باد روشن شدہ
بنفشہ سرِ زلف را خم زدہ — گرہ در دلِ غنچہ محکم زدہ

اقسامِ شگوفہ میں سب سے بہتر بادام و شفتالو ہے۔ بیرون کوہستان شگوفہ کی ابتدا غرۂ اسفندارمیں ہوتی ہے اور ملک کشمیر میں اوائلِ فروردی میں شہر کے باغات میں ماہِ مذکور کی نویں و دسویں کو۔ اور شگوفہ کا انجام یاسمن کبود کے آغاز سے ملتا ہے۔

کشمیر کی تمام عمارتیں لکڑی کی ہیں، دو منزلہ، سہ منزلہ اور چار منزلہ بنائی جاتی ہیں کوٹھوں کو خاک پوش کرکے پیازِ لالۂ چوغاشی بو دیتے ہیں جو سال بسال موسمِ بہار میں کھلتی ہے اور نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہے، یہ تصرف اہلِ کشمیر کے ساتھ مخصوص ہے۔

امسال دولت خانہ کے باغچہ اور کوٹھے اور مسجد جامع میں لالہ خوب کھلا تھا یاسمن کبود، باغات میں بہت ہے اور یاسمن سفید جسے اہلِ ہند چنبیلی کہتے ہیں حد درجہ خوشبودار ہوتی ہے۔ ایک قسم اور صندلی رنگ کی ہے وہ بھی نہایت خوشبو اور اہلِ کشمیر کے ساتھ مخصوص ہے۔

گلِ سرخ کئی قسم کے نظر آئے۔ خاص کر ایک قسم انہیں سے بہت خوشبودار ہے۔ ایک پھول ہے صندلی، اس کا رنگ اور بو نہایت نازک و لطیف گلِ سرخ کی طرح اور اس کا پتہ بھی گلِ سرخ سے مشابہ ہے۔ گلِ سوسن دو قسم کا ہوتا ہے، جو باغات میں ہوتا ہے اور بہت بڑا اور سبز رنگ ہوتا ہے دوسرا صحرائی، اس کا رنگ اگرچہ کسی قدر ہلکا ہوتا ہے لیکن خوشبو بہت ہوتی ہے۔ گلِ جعفری بڑا اور اچھا ہوتا ہے۔ اس کے درخت کا تنہ قد آدم سے گزر جاتا ہے لیکن جس سال کمال کو پہنچکر پھلتا ہے اس میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کے پھول پر مکڑی کے جالے کی طرح ایک پردہ سا تنا جاتا ہے اور اس کو ضائع کر دیتا ہے اور تنے کو خشک کر دیتا ہے اور امسال ایسا ہی ہوا۔

جو پھول کشمیر کے گرم علاقوں میں نظر آئے حساب و شمار سے باہر ہیں استاذ نادر العصر منصور نقاش نے جنکی شبیہہ کھینچی ہے سو سے متجاوز ہیں حضرت عرش آشیانی کے عہد دولت سے

پہلے شاہ آلو مطلقاً نہ تھا، محمد قلی افشار نے کابل سے لاکر لگایا اب تک بارہ درخت پھل چکے ہیں ۱۵۱
زرد آلو پیوندی کے بھی چند گنتی کے درخت تھے، مشار الیہ نے اس ملک میں شائع کیے
اور آجکل کثرت سے ہیں (حقیقت میں کشمیر کا زرد آلو خوب ہوتا ہے، کابل کے باغ شہر آرا
میں میرزائی نام کا ایک درخت تھا، جس سے بہتر کابل میں نہیں ہوتا تھا۔ کشمیر میں اس
جیسے بادشاہی باغوں میں کئی درخت ہیں۔)

ناشپاتی عمدہ اور اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے۔ کابل و بدخشاں سے بہتر سمرقند کی ناشپاتی کے برابر ہوتی ہے۔ کشمیر کا سیب اپنی خوبی میں مشہور ہے امرود اوسط درجہ کا ہوتا ہے، انگوروں کی کثرت ہے جن میں سے اکثر ترش اور خراب ہوتے ہیں۔ اناروں کی اتنی کثرت نہیں تربوز اعلیٰ قسم کے ملتے ہیں خربوزہ نہایت نازک شیریں اور ہاضم ہوتا ہے۔ لیکن اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ جب پک جاتے ہیں۔ تو ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں اور ان سے خربوزہ ضائع ہو جاتا ہے اور اگر کیڑوں کے آسیب سے محفوظ رہ جائے تو نہایت مزیدار ہوتا ہے۔

شاہ توت نہیں ہوتا۔ توت سائر کثرت سے ہے۔ ہر درخت توت کی جڑ سے انگور کی بیل اوپر چڑھ گئی ہے۔ یہ توت کھانے کے قابل نہیں ہیں سوائے چند درختوں کے جو باغوں میں لگائے گئے ہیں۔ توت کے پتے کرم پیلہ کے لئے کام آتے ہیں۔ پیلہ کا تخم گلگت اور تبت سے لایا جاتا ہے، شراب اور سرکہ بہت ہوتا ہے۔ لیکن وہاں کی شراب اکثر خراب اور ترش ہوتی ہے اس کو کشمیری زبان میں مس کہتے ہیں۔ پیالوں میں بھرنے کے بعد اس سے بڑی گرمی نکلتی ہے۔ سرکہ سے کئی قسم کے اچار بنائے جاتے ہیں چونکہ لہسن کشمیر میں بہت ہوتا ہے اس لئے وہاں کا بہترین اچار لہسن کا اچار ہے۔ وہاں غلہ بہت قسموں کا پیدا ہوتا ہے سوائے نخود کے اگر نخود بوئیں تو پہلے سال خوب ہوتا ہے دوسرے سال خراب تیسرے سال مشنگ سے مشابہ ہوتا ہے۔ چاول کی پیداوار سب سے زیادہ ہے، بلکہ ممکن ہے کہ تین حصے چاول اور ایک حصہ باقی غلہ ہوتا ہے۔

اہل کشمیر کی غذا کا مدار چاول پر ہے، جو نہایت خراب ہوتے ہیں۔ خشکہ نرم پکاتے ہیں اور اور سرد ہو جانے کے بعد کھاتے ہیں۔ اور اس کو بھتہ کہتے ہیں۔ کھانا گرم کھانے کی رسم نہیں ہے، بلکہ کم بضاعت لوگ تھوڑا بھتہ رات کو بچا لیتے ہیں، صبح کو کھاتے ہیں۔

نمک ہندوستان سے آتا ہے، بھتہ میں نمک ڈالنے کا قاعدہ نہیں ہے سبزی پانی میں

۱۵۳ جوش دیتے ہیں اور اس میں تھوڑا نمک تبدیل ذائقہ کے لئے ڈال دیتے ہیں۔ جو لوگ
مزہ لینا چاہتے ہیں وہ اس سبزی میں تھوڑا چار مغز کا تیل ڈال دیتے ہیں۔ روغن چار مغز
جلد کڑوا اور بدمزہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ روغن گاؤ بھی بجز اس کے کہ تازہ بتازہ مسکہ سے نکال کر
کھانے میں ڈال لیا جائے۔ اس کو کشمیری زبان میں سداپاک کہتے ہیں۔ چونکہ ہوا سرد اور
نمناک ہے تین ہی چار دن میں متغیر ہو جاتا ہے۔
یہاں بھینس نہیں ہوتی۔ گائے بھی کمزور اور چھوٹی ہوتی ہے، یہاں کے گیہوں چھوٹے اور کم مغز
ہوتے ہیں۔ روٹی کھانے کی رسم نہیں ہے گوسفند بے دنبہ ہندوستان کی بلی کی طرح ہوتی
ہے اس کو ہندو کہتے ہیں۔ اس کا گوشت نزاکت اور خوش مزگی سے خالی نہیں۔ مرغ، قاز، مرغابی
سونہ وغیرہ بہت ہیں مچھلی ہر قسم کی پولک دار (گردہ دار) اور بے پولک (بے گردہ) ہوتی ہے
لیکن نہایت حقیر اور بے مزہ ۔
لباس پشمینہ کے مروج ہیں مرد وزن اونی کرتہ پہنتے ہیں اور اس کو پٹو کہتے ہیں۔ ان کا
اعتقاد یہ ہے کہ اگر پٹو کا کرتہ نہ پہنا جائے تو ہوا اثر کر جاتی ہے بلکہ بغیر اس کے کھانا ہضم نہیں ہوتا
شال کشمیری کا نام حضرت عرش آشیانی نے پرم رکھا ہے اشہرت کیوجہ سے اس کی تعریف
کی ضرورت نہیں۔ دوسری قسم تھرمہ ہے جو شال سے زیادہ دبیز موجدار اور ملائم ہوتی ہے، ایک
قسم درمہ ہے جو خرسنگ کی قسم سے فرش پر بچھائی جاتی ہے علاوہ شال کے دوسرے اقسام کا پشمینہ
تبت میں بہتر ہوتا ہے باوجودیکہ شال کا اون تبت سے آتا ہے مگر وہاں شال نہیں بنا سکتے۔ شال کا
اون اس بکری سے حاصل کیا جاتا ہے جو تبت اور خراسان کیلئے مخصوص ہے کشمیری شال کے اون سے
پٹو بھی بناتے ہیں۔ اور شالوں کو باہم زوج کر کے سقرلات کی قسم کا ایک لباس تیار کرتے ہیں بارانی لباس کیلئے برانہیں۔
کشمیر کے لوگ سر منڈاتے ہیں اور پگڑی باندھتے ہیں، عوام کی عورتوں میں لباس پاکیزہ و شستہ
پہننے کی رسم نہیں، پٹو کا ایک کرتہ تین چار سال کام آتا ہے۔ بغیر دھوئے ہوئے، بننے والے
کے گھر سے لا کر کرتہ سیتے ہیں جو جب تک پھٹ نہ جائے پانی تک نہیں پہونچتا۔ ازار پہننا عیب ہے
لمبا اور چوڑا کرتا جو سر سے پانوں تک ڈھانپ لے پہنا جاتا ہے، یہ لوگ کمر باندھتے ہیں، باوجودیکہ
اکثر کے مکان لب آب ہیں ایک قطرہ پانی کا اُن کے بدن تک نہیں جاتا۔ مجملا اہل کشمیر کا ظاہر
وباطن خصوصاً عوام کا نہایت گندہ اور میلا ہے۔
ارباب صنائع میرزا حیدر کے زمانہ میں بہت آئے، موسیقی کی رونق بڑھی، کمانچہ، قبکر

قانون، چنگ، دف اور نے کارواج ہوا، پہلے زمانہ میں صرف ایک باجہ کمانچہ کی قسم کا تھا، ۱۵۴
کشمیری زبان کے گیت ہندی راگوں میں گاتے تھے اور وہ بھی دو تین راگوں میں منحصر تھے
بلکہ اکثر ایک ہی راگ میں گاتے تھے، بیشک کشمیر کی رونق افزائی میں میرزا حیدر کا بہت حصہ ہے
حضرت عرش آشیانی کی حکومت سے پہلے وہاں کے لوگوں کی سواری کا مدار ٹٹو پر ہوتا تھا
تھا، بڑا گھوڑا نہیں رکھتے تھے مگر باہر سے عراقی و ترکی گھوڑے ہدیے اور تحفے کے طور پر حکام کے لیئے
لائے جاتے تھے، کونت سے مراد وہ چار شانہ یابو ہے جو تمام ہندوستانی کوہستانوں کے نزدیک
کی زمین میں بکثرت ملتا ہے۔ بنگالہ میں جو یابو ہوتا ہے اس کو ٹانگھن کہتے ہیں اکثر جنکرہ شنج جلو ہوتا ہے۔
جب یہ خدا ساز باغ اکبر شاہی دولت اور خاقانی تربیت سے ہمیشہ کے لیے پُر رونق ہوا
بہت سے خاندانوں کو اس صوبہ میں جاگیر مرحمت کر کے عراقی و ترکی گھوڑیاں دی گئیں کہ حاملہ
ہوں۔ اور سپاہیوں نے خود بھی بڑا سامان کیا، تھوڑے دنوں میں اچھے گھوڑے فراہم ہو گئے۔
چنانچہ کشمیری گھوڑا دو سو اور تین سو روپیہ تک کثرت سے خریدا اور بیچا گیا۔ کبھی اس کی قیمت
ہزار روپیہ تک پہنچ گئی۔

اس ملک کے غریب آدمی جو سوداگر اور اہل حرفہ ہیں اکثر سخی اور سنی ہیں اور سپاہی امامی
شیعہ ہیں، بعض گروہ نور بخشی اور بعض فقراکی جماعتیں ہیں جنکو ریشی کہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں کوئی علم
و حرفت نہیں ہے لیکن بغیر بناوٹ اور ظاہر آرائی کے بسر کرتے ہیں، کسی کو برا نہیں کہتے، زبان خواہش
اور پائے طلب کو تاہ رکھتے ہیں، گوشت نہیں کھاتے نہ شادی کرتے ہیں۔ ہمیشہ میوہ دار درخت
صحرا میں لگاتے رہتے ہیں اس نیت سے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں خود اس سے متمتع نہیں
ہوتے۔ تقریباً دس ہزار شخص اس گروہ کے ہیں۔

ایک جماعت برہمنوں کی ہے جو قدیم سے اس ملک میں آباد ہے، جو تمام کشمیریوں کی زبان
ہے وہی ان کی زبان ہے، بظاہر ان میں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا، لیکن ان
کے پاس سنسکرت زبان کی کتابیں ہیں جنھیں یہ پڑھتے ہیں اور ان پر عمل کر کے بت پرستی کرتے
ہیں۔ سنسکرت ایسی زبان ہے جس میں ہند کے عالم تصنیف و تالیف کرتے ہیں اور اس پر بہت
اعتبار رکھتے ہیں۔

بڑے بڑے بتخانے جو ظہور اسلام سے پہلے تعمیر ہوئے تھے اب بھی قائم ہیں، ان کی
عمارت تمام پتھر کی ہے، بنیاد سے چھت تک تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر تراش کر

۱۵۵ ایک دوسرے پر رکھتے چلے گئے ہیں۔ شہر کے متصل ایک پہاڑی ہے جس کو کوہ ماران کہتے ہیں اس کا ایک نام ہری پربت بھی ہے۔ اس کے مشرقی سمت میں ڈل تالاب واقع ہے اس کے دور کی مسافت ساڑھے چھ کوس سے کچھ زیادہ پیمایش میں آئی ہے۔

حضرت عرش آشیانی نے حکم فرمایا تھا کہ اس مقام پر پتھر چونے سے ایک نہایت مضبوط قلعہ کی بنا رکھیں، یہ قلعہ عہد جہانگیری میں تکمیل کو پہنچا چنانچہ مذکورہ بالا پہاڑی اسی قلعہ کے درمیان واقع ہے۔ اور قلعہ کی دیوار اس کے دور سے ملی ہوی ہے۔ اور جس تالاب کا ذکر ہوا وہ قلعہ سے ملا ہوا ہے۔

دولت خانہ کی عمارتیں دریا کے کنارے بنی ہوئی ہیں۔ دولت خانہ میں ایک باغچہ ہے مختصر عمارت کے ساتھ جس میں حضرت عرش آشیانی اکثر بیٹھے ہیں چونکہ یہ عمارت و باغچہ اس مرتبہ سخت بے رونق نظر آیا اس لئے راقم اقبال نامہ کو حکم ہوا کہ اس عمارت و باغچہ کی ترتیب اور مکانات کی تعمیر میں انتہائی جد وجہد عمل میں لائے، الحمد للہ کہ اس تھوڑی مدت میں فدوی کے حسن اہتمام سے از سر نو رونق دار ہو گیا۔ باغچہ کی وسط میں ایک چبوترہ بڑا شاندار بتیس ۳۲ مربع ہاتھ کا تین طبقوں پر مشتمل تیار کیا گیا، عمارتیں نئے سرے سے تعمیر ہو کر استادان نادرہ کار کی نقاشیوں اور تصویروں سے رشک نگار خانۂ چین بن گئیں۔ اس باغچہ کا نام نور افزا تجویز فرمایا گیا۔

روز جمعہ ۱۵ فروردی کو دو قسطاس کے بیل زمیندار تبت کے پیشکش میں سے ملاحظہ میں پیش ہوئے، صورت و ترکیب میں بھینس سے بہت شباہت و مناسبت رکھتے ہیں۔ ان کے اعضا پر بال ہیں اور یہ بات سرد ملکوں کے حیوانوں کے لئے لازم ہے۔ چنانچہ بز رنگ جو ولایت بکر و کوہستان گرم سیر سے لائی جاتی ہے نہایت خوشنما اور کم پشم ہوتی ہے اور جو کوہستان میں ہوتی ہے شدت سرما و برف کی وجہ سے پر مو اور بد شکل ہوتی ہے کشمیری بارہ سنگی کو کیل کہتے ہیں۔

اسی دوران میں ایک مشکیں ہرن بھی پیش کش کیا گیا۔ چونکہ اس کا گوشت پہلے کھایا نہیں گیا تھا حکم ہوا کہ اس سے کھانا پکائیں سخت بے مزہ اور بد ذائقہ ظاہر ہوا صحرائی جانوروں میں کسی کا گوشت اتنا خراب اور بد مزہ نہیں ہوتا۔ نافہ تازگی کی حالت میں کوئی بو نہیں دیتا، چند روز رہنے اور خشک ہونے کے بعد خوشبودار ہو جاتا ہے مادۂ آہو میں نافہ نہیں ہوتا

نر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۱۵۷
ان دو تین دنوں میں اکثر اوقات کشتی پر بیٹھکر بہاک و شالامال کے شگوفے کی سیر و تماشا سے محظوظ ہوئے۔ بہاک ایک پرگنہ کا نام ہے جو کوہ ڈل کی طرف واقع ہے۔ اسی طرح شالامال بھی اس کے متصل ہے۔ ایک پانی کی نہایت خوش نما نہر ہے جو پہاڑ سے نکل کر ڈل کے تالاب میں گرتی ہے۔ شاہزادۂ عالم شاہجہاں کے حکم سے نہر کے اطراف میں پتھر چونے کی منڈیر بنادی گئی ہے آبشار تیار ہوا ہے اس کو دیکھکر طبیعت خوش ہوتی ہے۔ یہ مقام کشمیر کی مشہور سیرگاہوں سے ہے۔

روز یکشنبہ سترہ تاریخ کو عجیب واقعہ ہوا۔ شاہ شجاع دولت خانہ کی عمارتوں میں کھیل رہا تھا اتفاقاً جانب دریا ایک دریچہ تھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا، دروازہ بند نہ تھا۔ شہزادہ کھیلتا ہوا دریچہ کی طرف تماشا دیکھنے گیا جاتے ہی سر کے بل نیچے آرہا۔ حسن اتفاق سے بہت سا ٹاٹ تہ کیا ہوا دیواروں کے نیچے رکھا تھا اور ایک فراش اس کے قریب بیٹھا تھا شہزادہ کا سر ٹاٹ پر اور پانوں فراش کی پیٹھ اور کندھے سے ٹکرا کر زمین پر گرا، باوجودیکہ اس کی بلندی سات ہاتھ ہے مگر عنایت ایزدی حافظ و ناصر تھی فراش اور ٹاٹ کا وجود زندگی کا سبب ہوگیا معاذ اللہ اگر ایسا نہ ہوتا مشکل ہوجاتی، اسوقت رائے مان سردار پیادہ ہائے خدمتی جھروکے کے نیچے کھڑا تھا اس نے فی الفور دوڑ کر نور چشم خلافت کو اوٹھایا اور آغوش میں لے کر اوپر لایا۔ شہزادہ نے اس حالت میں صرف اتنا پوچھا کہ مجھے کہاں لیجاتا ہے اس نے کہا حضرت کی خدمت میں، پھر ضعف طاری ہوگیا بات نہ کرسکے جہاں پناہ اسوقت استراحت فرما رہے تھے، وحشتناک خبر سن کر سراسیمہ اٹھکر باہر آئے اس چشم و چراغ سلطنت کو آغوش شفقت میں لے کر دیر تک سینہ سے لگائے رہے اور اس موہبت خداوندی پر شکر کے سجدے ادا کئے۔ ارباب استحقاق اور فقیروں کے گروہ کے گروہ جو شہر و نواح میں متوطن تھے۔ صدقات و خیرات سے بامراد ہوئے۔

واقعہ یہ ہے چار سالہ لڑکا اپنی جگہ سے جو دس گز شرعی بلندی رکھتی ہو سرنگوں نیچے گرے اور اس کے اعضا کو ذرا نقصان نہ پہنچے حیرت کی جگہ ہے اسی سلسلہ میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس واقعہ سے چار ماہ پہلے جوتکرائے منجم نے جو فن نجوم کی مہارت میں اس گروہ کے پیش قدموں میں سے ہے عرض اشرف میں گزارش کی تھی کہ شہزادہ کے زائچہ طالع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین چار ماہ گراں ہیں اور ممکن ہے کہ کسی بلند جگہ سے نیچے گریں اور زندگی کو

کوئی ضرر نہ پہنچے۔ چونکہ کئی مرتبہ اس کے احکام کی تصدیق ہو چکی تھی ہمیشہ خاطر مبارک اس توہم میں ۱۵۸
مبتلا رہتی تھی۔ اور ان خطرناک اور دشوار گزار راستوں اور گھاٹیوں میں ایک چشم زدن اس نونہال سے غافل نہ ہوکر حواس ظاہری و باطنی حفاظت و نگرانی پر وقف رکھتے تھے۔ یہ حالت اس وقت تک ہی جب تک کشمیر آگیا۔ چونکہ یہ سانحہ ناگزیر تھا آنا ئیں اور کھلائیاں اسوقت غافل ہوگئیں اور خدا کا شکر ہے کہ یہ وقت خیریت سے گزر گیا۔

چونکہ دلاور خاں کاکڑ سے خدمت شائستہ ظہور میں آئی تھی چار ہزاری ذات سہ ہزار و پانصد سوار کے منصب پر سرفراز کیا گیا۔ اس کے بیٹوں کو بھی مناسب عہدوں پر امتیاز بخشا گیا۔

چارشنبہ کے دن شکار کبک (چکور) کے ارادہ سے موضع چادورہ کی طرف سواری روانہ ہوئی جو حیدر ملک کا وطن ہے واقعی اچھی سرزمین اور دلکش سیرگاہ ہے۔ اس میں جاری نہریں اور چنار کے بڑے بڑے درخت ہیں۔ سر راہ ایک درخت ہے ہل تھل نام کا، جب اس کی ایک شاخ پکڑ کر ہلائی جائے تو تمام درخت حرکت میں آجاتا ہے، عوام کا اعتقاد ہے کہ یہ حرکت اسی درخت کے ساتھ مخصوص ہے، اتفاقاً اسی گاؤں میں ایک دوسرا درخت بھی نظر آیا جو اسی طرح متحرک تھا معلوم ہوا کہ یہ حرکت اس نوع کے درخت کے لئے لازم ہے نہ ایک درخت کے ساتھ مخصوص ہے۔

موضع راول پور میں شہر سے ڈھائی کوس ہندوستان کی سمت ایک چنار کا درخت ہے درمیان سے جلا ہوا ستر آدمی اس کے نیچے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جو پرندے کشمیر میں نہیں ہیں ان کی تفصیل یہ ہے : سارس، طاؤس، چرز، لک، تغدار، کرد انگ، زرد پلک، نقرہ پا۔ غرم پیپلے، بودنہ، بگلا، حواصل، مکہ، بغلہ، قاز، کوئل، تیتر، شارک، نوک سرخ، سرکہ، موسیچہ، ہریل، دھنگ، شکرخوارہ، جھولہ، مہر لات، دھیس، کلچری، تتھری، چونکہ انہیں سے بعض کے نام فارسی میں معلوم نہیں تھے بلکہ ولایت میں ہوتے ہی نہیں اس لئے ہندی لکھے گئے۔

جو بہائم کشمیر میں نہیں ہوتے درندہ اور چرندہ کی اقسام میں سے ان کے نام یہ ہیں : شیر ببر، چیتا، بھیڑیا، بھینس جنگلی، آہوئے سیاہ، چکارہ، گوتہ پاچہ، نیل گاؤ، گورخر، خرگوش، سیاہ گوش، جنگلی بلی، موشک کربلائی، سوسمار، خارپشت،

اس زمانہ میں سید بایزید بخاری فوجدار بھکر ٹھٹھہ کے صاحب صوبہ ہوکر دو ہزاری ذات

وڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سربلند ہوئے اور دوسری عنایتوں کے ساتھ علم بھی مرحمت ہوا) ۱۶۰
اس تاریخ کو سپہ سالار خانخاناں اور مخبران دکن کی عرضیوں سے واضح ہوا کہ عنبر سیہ بخت نے پھر حد ادب سے قدم باہر نکالے ہیں اور پھر فساد بپا کرنا چاہتا ہے اور یہ دیکھ کر کہ حضرت شہنشاہ دور دراز ملکوں کی سیاحت فرما رہے ہیں فرصت کو غنیمت جانکر جو عہد و پیمان بندگان درگاہ سے کرچکا تھا اس کی مخالفت میں حدود شاہی پر دست تصرف دراز کر رہا ہے۔ (امید کہ انھیں ایام میں اپنے ناپسندیدہ اعمال کی سزا میں گرفتار ہو جائیگا۔)

چونکہ سپہ سالار نے خزانہ کی التماس کی تھی اس لئے حکم ہوا کہ دارالخلافت آگرہ کے تحویلدار مبلغ بیس لاکھ روپیہ لشکر ظفر اثر میں روانہ کردیں۔

انھیں دنوں میں خبر پہنچی کہ امرا تھانے چھوڑکر داراب خاں کے پاس اکٹھا ہو گئے ہیں اور برگیاں لشکر کے دور پر فوج فوج و جوق جوق سیر و گشت میں مصروف ہیں اور قزاقی کر رہے ہیں۔ خنجر خاں احمد نگر میں قلعہ بند ہے، اب تک دو تین مرتبہ بندگان درگاہ کا باغیوں سے مقابلہ ہو چکا ہے اور ہر مرتبہ شکست کھا کر مخالفوں کی ایک جماعت تباہ ہو جاتی ہے۔ آخری مرتبہ داراب خاں خوش اسپہ جوانوں کو ساتھ لے کر مخالفوں کے بنگاہ پر حملہ آور ہوا۔ اور سخت لڑائی ہوئی، مخالف شکست کھا کر وادیوں میں فرار ہو گئے اور ان کا بنگاہ تاراج ہو گیا۔ اور لشکر شاہی دوبارہ سلامت و کامیاب واپس ہوا۔ لیکن غنیم نے مداخل رسد مسدود کر دئے ہیں اور غلہ نہ پہنچنے کیوجہ سے لشکر کو سخت عسرت و گرانی اور تنگی و دشواری کا سامنا ہے، جانور کمزور ہو رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دولتخواہوں نے صلاح اسی میں دیکھی کہ روہنگڑکی گھاٹی سے اتر کر گھاٹ پر توقف کرنا چاہئے تاکہ بنجارہ اور غلہ کی رسد بسہولت پہنچتی رہے، اور سپاہ رنج و محنت نہ اٹھائے مجبوراً بالاپور میں قیام کیا۔

پھر بھی وہ مقہور شوخی و بے حیائی کر کے اطراف اردو میں نمایاں ہوئے راجہ نرسنگ دیو نے باقبال شہنشاہی غنیم کی مدافعت پر ہمت باندھ کر بہت سے دشمنوں کو قتل کیا۔ منصور نام ایک حبشی جو سرداران سپاہ مخالف سے تھا زندہ ہاتھ آیا۔ ہرچند چاہا کہ زندہ ہاتھی پر بٹھائیں ضد و جہالت سے راضی نہ ہوا، راجہ نرسنگ دیو نے اشارہ کیا کہ اس کا سر اتار لیں (امید ہے کہ چرخ کینہ گزار ان بدنصیب تبہ کاروں کو ان کے افعال ناہنجار کی سزا دیگا)

جو عجیب واقعات اس زمانہ میں ظاہر ہوئے ان میں سے ایک عبدالوہاب

۱۶۱ پسر حکیم علی کا دعوی بھی ہے۔ جو اس نے سادات متوطن لاہور کی ایک جماعت پر کیا اور ندامت کذب سے محجوب ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قاضی و میر عدل نے عرض کی کہ حکیم عبدالوہاب سادات کے ایک گروہ پر اسی ہزار روپیہ کا دعوی کرتا ہے اور اس نے قاضی نوراللہ کا مہر کیا ہوا ایک خط پیش کیا ہے کہ میرے باپ سے یہ روپیہ امانت کے طور پر ان کے باپ سید ولی کو سپرد کیا تھا، ان میں سے کسی نے خرچ کر ڈالا اور اب عبدالوہاب سے گواہ ثالث لاکر اپنے دعوی کو ثبوت شرعی تک پہنچا چکا ہے باوجود اس کے سادات کو انکار ہے۔ اگر حکم ہو تو حکیم زادہ حلف اٹھا کر اپنا حق ان سے لے لے۔ حکم اشرف ہوا کہ احکام شرعی کے مطابق عمل کیا جائے۔

سادات نے رات کو کمترین کے مکان پر آ کر بہت اضطراب و بے تابی ظاہر کی کہ حکیم کا دعوی بالکل جھوٹ ہے، ہمارے اوپر ظلم کیا جا رہا ہے، اور معاملہ اتنا بڑا ہے کہ ہم اس سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے سوائے اس کے کہ ہم مارے جائیں کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ اس خیر خواہ خلق نے دوسرے روز عرض اقدس میں گزارش کی رات کو سادات فدوی کے گھر آئے تھے نہایت خضوع و خشوع ظاہر کرتے تھے چونکہ معاملہ اہم ہے اس کی تحقیق میں جتنا تامل و تفحص فرمایا جائے اور بندگان حقیقت شناس غور فرمائیں بہتر ہوگا۔ حکم ہوا کہ موتمن الدولہ آصف خاں اس قضیہ کی تحقیق نہایت دقت اور دور اندیشی سے کریں۔ تاکہ قطعاً شک شبہہ کی گنجائش نہ رہے۔

یہ خبر سنتے ہی حکیم زادہ کا دل ہاتھ سے جاتا رہا، ہر چند آصف خاں نے اس کی طلبی پر آدمی مقرر کیے مگر خائن بزدل اور خائف ہوتا ہے حاضر نہ ہوا، اور روپوش ہو کر دوستوں کی شفاعت سے صلح کی گفتگو چھیڑ دی اور یہ کہلایا کہ اگر سادات اس قضیہ کی باز پرس آصف خاں پر نہ رکھیں تو میں وہ خط ان کے سپرد کر دوں کہ میرا کوئی حق و دعوی نہ ہے اور اس سلسلہ کے ساتھ ہی وہ خط اپنے ایک دوست کو دیدیا یہ باتیں آصف خاں کو معلوم ہوئیں اس نے جبراً حکیم زادہ کو طلب کر کے اس سے باز پرس کی آخر اس نے اعتراف کیا کہ یہ جعلی خط ایک غلام نے تیار کیا اور مجھے گمراہ کر کے ہمیشہ کے لئے نادم و محجوب کر دیا۔ اور یہی مضمون لکھ کر دے دیا جب آصف خاں نے حقیقت حال سے اطلاع دی کہ عبدالوہاب کا منصب و جاگیر ضبط کر کے اس کو نظر سے گرا دیا اور سادات کو عزت و آبرو کے ساتھ خلعت دیکر لاہور رخصت کیا۔

اسی زمانہ میں ملکۂ عفت پناہ پادشاہ بانو نے انتقال کیا۔ اس دلخراش واقعہ سے خاطر

خاطر حق شناس پر بہت اثر پڑا، تعجب یہ ہے کہ جوتک رائے منجم اس سے دو ماہ پہلے راقم حروف ۱۶۴
کو اس سانحہ کے ظاہر ہونے کی خبر دے چکا تھا۔ اس تاریخ کو شیخ احمد سرہندی کو جو
خود آرائی و فضول گوئی سے چند روز زندان میں رہے تھے حضور میں طلب کر کے رہائی کا حکم دیا
اور خلعت و ہزار روپیہ خرچ عطا کر کے جانے اور رہنے کا اختیار دیا۔ شیخ نے از روئے
انصاف عرض کی کہ یہ تنبیہہ و تادیب درحقیقت ایک ہدایت تھی۔ میرے نفس کو مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ چند روز خدمت میں بسر کر کے تقصیرات گزشتہ کا تدارک کروں۔

ایک دن مجلس بہشت آئین میں شاہزادہ مرحوم سلطان دانیال کا ذکر ہو رہا تھا۔ باتوں
باتوں میں فتح احمد نگر اور حالات محاصرہ تک نوبت آئی۔ خان جہاں نے ایک عجیب نقل
عرض کی جو اس سے پہلے بھی سُنی گئی تھی وہ یہ ہے کہ ایک دن ایام محاصرہ میں توپ ملک میدان
کو جو کمال شہرت سے تعریف و توصیف کی محتاج نہیں شاہزادہ کے اردو کی طرف مجرا دیکر
آگ دیگئی۔ ایک گولہ ان کے دولت خانہ کے قریب پہنچا اور وہاں سے چرخ کھا کر قاضی
بایزید کے گھر کے پہلو میں پہنچا جو شاہزادہ دانیال کے مصاحبوں میں سے تھے۔ اتفاقاً قاضی
کا گھوڑا وہاں سے تین چار گز کے فاصلہ پر بندھا ہوا تھا۔ جیسے ہی گولہ زمین پر پہنچا اس کی آواز
کی ہیبت سے گھوڑے کی زبان نکل کر باہر جا پڑی۔ یہ گولہ پتھر کا تھا وزن میں دس من مروجہ
حال جس کے اسی من خراسانی ہوتے ہیں اور توپ مذکور اتنی بڑی ہے کہ کوئی شخص درست
اعضا کا اس کے درمیان اچھی طرح بیٹھ سکتا ہے۔

اس تاریخ کو خاطر مبارک ویرناگ کے سیر و تماشے پر راغب ہوئی جو دریائے بہٹ کا سرچشمہ
ہے اور شہر سے وہاں تک تمام راستہ میں سیرگاہیں اور نہایت شیریں اور لطیف جانفزا چشمے بنے
ہوئے ہیں۔ کشتیاں آراستہ کر کے پنچھے پر گئے۔ تیسرے دن مقام بیج براڑہ نزول مبارک سے
مشرف ہوا، یہ موضع کشمیر کی معینہ سیرگاہوں سے ہے۔ یہاں ایک چشمہ نہایت صاف و پاکیزہ
ہے اور اس کے وسط میں چنار کے سات بڑے بڑے درخت اور اس کے دور پر ایک نہر ہے
یہ گاؤں شہزادہ پرویز کی جاگیر ہے، ان کے نائبوں نے دریا کے کنارے ایک نہایت
دلپسند اور باموقع عمارت بنائی ہے۔

بیج براڑہ سے موضع انچ میں تشریف لے گئے۔ دامن کوہ میں ایک بہتا ہوا چشمہ ہے
چشمہ کے اوپر عمارات اور حوض ایک دوسرے کی شکل سے ملتے ہوئے بنے ہوئے ہیں بے تکلف

نہایت پرشکوہ سیرگاہ ہے، چونکہ یہ موضع خان جہاں کی جاگیر میں تھا اِس لئے مشارٌ الیہ لوازم ۱۶۴ ضیافت بجا لائے اور نذر پیش کی جس میں سے تھوڑی ان کی خاطرداری کے لحاظ سے قبول فرمائی۔

اس چشمہ سے نصف کوس آگے مچھی بھون کا چشمہ ہے اس چشمہ کا پانی پہلے چشمہ سے زیادہ ہے، اور چنار و سفیدار و سیاہ بید کے بڑے اور کہن سال درخت اس کے چاروں طرف لگے ہوئے ہیں۔ اس چشمہ میں مچھلیاں اس کثرت سے ابھرتی ہیں کہ آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں پانی اسقدر صاف ہے کہ اگر ایک چپا پانی میں گرجائے تو نظر آجاتا ہے۔

درتہ آبش ز صفا ریگِ خورد کور تواند بدلِ شب شمرد

مچھی بھون سے اچھول میں منزل ہوئی۔ اس چشمہ کا پانی اس سے بھی زیادہ ہے، ایک بڑا آبشار ہے۔ چنار اور سفیدار وغیرہ کے درخت ایک دوسرے سے ملجانے کی وجہ سے دلکش نشیمن حسب موقع مہیا ہوگئے ہیں نظر کے سامنے ایک صاف اور صاف ستھرا باغچہ ہے جس میں جا بجا گلہائے جعفری کھلے ہوئے ہیں گویا بہشت کا ایک قطعہ ہے۔

دوسرے روز اچھول سے سرچشمۂ ویرناگ پر مجلس نشاط آراستہ ہوئی یہ چشمہ دریائے بہٹ کا منبع ہے اور دامن کوہ میں واقع ہے اشجار کا ہجوم اور سبزہ و ریاحین کی کثرت اس درجہ ہے کہ زمین نظر نہیں آتی۔ شاہزادگی کے زمانہ میں حکم ہوا تھا کہ اس چشمہ کے کنارے مناسب موقع پر عمارت کی بنیاد رکھی جائے جو اس زمانہ میں تو تکمیل کو پہنچی حوض مثمن بیالیس ضرب بیالیس ہاتھ اور عمق چودہ ہاتھ کا ہے اس کا پانی سبزہ اور ریاحین کے رنگ سے جو پہاڑ پر اُگے ہیں زنگاری معلوم ہوتا ہے مچھلیاں بہت تیر رہی ہیں حوض کے دور پر محرابیں بنی ہوئی ہیں۔ اس عمارت کے آگے ایک باغ ہے۔ لب حوض سے باغ کی انتہائی حد تک ایک نہر چار گز عرض ایک سو چھیاسی گز طول اور دو گز عمق کی جاری ہے اس کے دونوں طرف سنگین کیاریاں بنی ہیں۔ نہر، سبزہ، اور گیاہ زیرآب کی صفائی کا کیا بیان کروں بعض سبز تلخ، بعض فستقی، سیبگی اور سبزہ کی اقسام سبز و نیم سبز ایک دوسرے سے پیوستہ نظر آرہی تھیں بالکل دم طاؤس کی طرح منقش معلوم ہوتی تھیں اور موجِ آب سے متحرک تھیں جا بجا پھول کھلے ہوئے تھے۔

حقیقتہً تمام کشمیر میں ایسی خوش نما اور دلفریب سیرگاہ کوئی نہیں ہے۔ اب چونکہ کوچ کی ساعت قریب تھی اس لئے جانب شہر عزم معاودت فرمایا اور سرچشمۂ لوکا بھون میں بارگاہ اقبال

١٦٦ نصب ہوئی۔ یہ چشمہ بھی اچھی سیرگاہ ہے اگر کوئی مناسب مقام عمارت بھی بنجائے تو اچھی جگہ ہو جائے اثنائے راہ میں چشمۂ اندوہناک سے گزرنا پڑا۔ وجہ تسمیۂ اندوہناک یہ ہے کہ اس چشمہ کی مچھلیاں اکثر نابینا ہوتی ہیں۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر جال ڈالا تو بارہ مچھلیاں گرفتار ہوئیں جن میں سے تین نابینا تھیں اور نو آنکھوں والی بظاہر اس چشمہ کی تاثیر ہے کہ مچھلی کو اندھا کر دیتا ہے پھر جس طرح سے لکھا جا چکا ہے منزل بہ منزل مراجعت فرمائی۔ ارادت خان خانساماں کشمیر کا صاحب صوبہ مقرر ہوا اور اس کے تغیر کے بعد میر جملہ اس خدمت پر مامور ہوئے، میر جملہ کے سلسلہ میں راقم عرض مکرر کی جگہ سرفراز ہوا۔ اس رستہ میں شکار ماہی کا مشاہدہ ہوا جس جگہ آدمی کے سینہ تک پانی ہوتا ہے دو کشتیاں ایک دوسرے کے محاذ میں لیجاتے ہیں اس طرح کہ ایک سرا باہم ملا ہوا دوسرا اور چودہ پندرہ ہاتھ کے فاصلہ پر، اور دو ملاح کشتیوں کی بیرونی طرف کے کنارے لمبے لمبے بانس ہاتھ میں لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ فاصلہ زیادہ و کم نہ ہو اور برابر چلتے رہتے ہیں اور دس بارہ ملاح پانی کے نیچے آکر کشتیوں کے سرونکو جو باہم ملے ہوئے ہیں ہاتھ سے پکڑ کر پاؤں زمین پر مارتے ہوئے چلتے ہیں۔ جو مچھلی دونوں کشتیوں کے درمیان آکر چاہتی ہے کہ تنگی سے نکل جاوے وہ ملاحوں کے پاؤں سے لگتی ہے۔ ملاح فوراً غوطہ لگا کر خود کو قعر آب میں پہنچاتا ہے دوسرا ملاح اس کی پیٹھ پر اپنا بوجھ رکھکر دونوں ہاتھوں نیزے ور کرتا ہے تاکہ پانی اس کو اوپر نہ لائے اور وہ مچھلی کو پکڑ کر نکال لاتا ہے بعض لوگ جو اس فن میں مہارت رکھتے ہیں دو مچھلیاں دونوں ہاتھوں سے نکال لاتے ہیں۔ یہ شکار دریائے بھٹ کے لئے مخصوص ہے، کسی دوسری جگہ دیکھا یا سنا نہیں گیا۔ اور یہ موسم بہار پر منحصر ہے جب پانی ٹھنڈا اور تکلیف دہ نہیں ہوتا۔ دشہر میں جشن دسہرہ منایا گیا گھوڑے اور ہاتھی سجا کر ملاحظۂ مبارک میں پیش ہوئے۔

اس زمانہ میں مزاج اقدس مرکز اعتدال سے منحرف معلوم ہوا کوتاہی دم و تنگی نفس کا اثر محسوس کر کے حقیقت حال اطبا سے بیان فرمائی۔

جہاں پناہ کے ضعف کی ابتدا اسی تاریخ سے ہوئی۔ اسی حالت میں سیر خزاں کے قصد سے صفاپور اور درہ لار کی جانب جو دریائے کشمیر کے آخر میں واقع ہے متوجہ ہوئے صفاپور میں پانی کا تالاب اچھا ہے، شمالی جانب میں ایک پر درخت پہاڑ ہے باوجودیکہ ابھی موسم خزاں کا آغاز ہی تھا مگر عجیب نظارہ پیش نظر تھا، رنگین درختوں کا عکس مثل چنار وغیرہ

١٦٧ وغیرہ پانی میں بہت اچھا معلوم ہوتا تھا بے مبالغہ خزاں کی خوبیاں بہار کی خوبیوں سے کچھ کم نہیں
ہے ذوق تماشا نیافتہ ورنہ در نظر — رنگین تر از بہار بود جلوۂ خزاں

چونکہ کوچ کا وقت قریب تھا اس لئے سرسری سیر فرما کر مراجعت فرمائی۔ اور اس وجہ سے کہ زعفران پیدا ہوگئی تھی شہر سے موضع بانپور روانہ ہوئے۔ تمام ملک کشمیر میں سوائے اس موضع کے دوسری جگہ زعفران نہیں ہوتی۔ چمن چمن صحرا صحرا جہاں تک نظر کام کرتی تھی شگفتہ تھی اس کے پتے زمین سے لگے ہوتے ہیں اس کے پھول میں چار پنکھڑیاں ہوتی ہیں بنفشئی رنگ کی اور درمیان میں تین شاخیں۔ پورے سال میں چار سو من زعفران وزن حال کے مطابق پیدا ہوتی ہے جس کے تین ہزار کے سو من خراسانی ہوتے ہیں۔ نصف حصہ خالصہ اور نصف حصہ رعایا کا معمول ہے، سیر بھر دس روپیہ میں خرید و فروخت ہوتی ہے۔ یہ رسم ہے کہ زعفران کے پھول اہل حرفہ کو دیتے ہیں اور وہ اپنے گھر لیجا کر پھولوں سے زعفران چنکر نکال لیتے ہیں۔ اور مقرر پھول کے موافق جو قدیم سے بندھا ہوا ہے اہلکاروں کو دے دیتے ہیں اور اس کے ہموزن نمک معاوضہ میں لے لیتے ہیں۔ نمک کشمیر میں نہیں ہوتا اور اس کی اتنی کمی ہے کہ وہاں کے حسن میں بھی نمک نہیں، نمک ہندوستان سے لایا جاتا ہے۔

کشمیر کے دوسرے تحفوں میں کلغی بچے ہیں اور جانور شکاری۔ اور ایک سال میں دو ہزار سات سو تک نکل آتے ہیں، باز و جرہ کی قسم کے پرندے دو سو تک جال میں آجاتے ہیں کشمیر میں باشہ کا آشیانہ بھی ہوتا ہے۔ آشیانی باشہ خوب ہوتا ہے۔

اس دولت ابد قرین میں ایک قالین کا کارخانہ بنایا ہے، جس میں کشمیر کے شغال کی اون سے ایسے قالین تیار ہوئے کہ کرمان کے قالین اس کے مقابلے میں کمبل سے زیادہ نہ تھے طرحداری اور رنگ آمیزی میں بہزاد کی نقاشی کا ایک صفحہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کشمیری شال کی لطافت شرح و بیان کی احتیاج سے بالاتر ہے۔

١٦٩ معاودت موکب اقبال بہ سمت لاہور

زعفران زار کی سیر سے فارغ ہونے کے بعد، ۲ مہر دوشنبہ کی شب کو کوتل پر پنجال کے راستہ سے لاہور روانہ ہوئے۔ حکم اشرف کے مطابق ہر منزل میں ایک عمارت بنائی گئی تاکہ برف و باراں اور شدت سرما کے وقت خیمہ میں نہ بسر کرنا پڑے۔

۱۶۹ جب معلوم ہوا کہ زنبیل بیگ ایلچی شاہ عباس حوالی لاہور تک پہنچ گیا ہے، تو میر حسام الدین ولد میر جمال الدین حسین انجو کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا، تیس ہزار روپیہ مدد خرچ اور خلعت بھی ایلچی کو دینے کیلئے ساتھ کر دیا۔ اور یہ طے ہوا کہ وہ جو کچھ سید مذکور کو دے میر بھی اتنی ہی قیمت تک اپنے پاس سے اس کی ضیافت کرے اور اس مقصد کے لئے پانچ ہزار روپئے اور لیجائے۔

اِن چند دنوں میں مسلسل برف باری ہوی تھی، پہاڑ سفید ہو گئے تھے راستوں میں برف جمی ہوی تھی گھوڑوں کے سم ٹھہرتے نہ تھے، سواروں کو مسافت طے کرنے میں بڑی دشواری ہوتی تھی۔ اس راستہ میں جاڑے کی سختی سے شیخ ابن یامین نے سفر عدم اختیار کیا۔ شیخ خدمتگاران معتمد اور بندگانِ قدیم سے تھا، افیون خاصہ کی وہی نگرانی کرتا تھا آبدارخانہ بھی اس کے ذمہ تھا، انتقال کے بعد افیون کی خدمت خواص خاں کو تفویض ہوی اور آبدارخانہ پر موسوی خاں کا تقرر ہوا۔ جب موضع ٹھٹھہ میں خیمہائے خسروی نصب ہوے تو اسی منزل سے ہوا، زبان، لباس، معاشرت اور حیوانات میں صاف فرق محسوس ہونے لگا، یہاں کے آدمی ہندی اور کشمیری دونوں زبانوں میں باتیں کرتے ہیں، لیکن ان کی اصلی زبان ہندی ہے، کشمیری زبان قرب وجوار کی وجہ سے سیکھی ہے۔ سرسری حیثیت سے یہ جگہ ولایت گرم سیر اور ہندوستان میں داخل ہے، عورتیں اونی لباس نہیں پہنتی۔ اور اہل ہند کی طرح نتھ پہنتی ہیں۔

دوسرے دن موضع راجوری میں آئے، یہاں کے آدمی قدیم زمانہ میں ہندو تھے اس سرزمین کے زمیندار کو راجہ کہتے تھے سلطان فیروز نے مسلمان کیا، باوجود اس کے اوس کو راجہ کہتے ہیں، ایام جہالت کی بدعتیں انمیں بھی جاری ہیں۔ جس طرح ہندو عورتیں اپنے شوہر کے ساتھ زندہ آگ میں جل جاتی ہیں، ان کی عورتیں بھی زندہ قبر میں دفن ہو جاتی ہیں۔ اطلاع ملی کہ اس چند روز میں ایک دس بارہ سال کی لڑکی شوہر کے ساتھ زندہ دفن ہو گئی۔ یہاں یہ بھی رسم ہے کہ بعض بے بضاعت لوگوں کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو فوراً گلا گھونٹ کر مار ڈالتے ہیں، ان میں ہندوؤں کے ساتھ قرابت ورشتہ بھی ہوتا ہے، لڑکی دیتے بھی ہیں لیتے بھی ہیں۔ لڑکی لینا تو برا نہیں لیکن دینا معاذ اللہ بہت برا ہے۔ اس بنا پر فرمان ہوا کہ اس کے بعد ایسی باتیں نہ کریں۔ ورنہ جو شخص ان بدعتوں کا مرتکب ہوگا اس کو سزا دیجائے گی۔

منزل بھنبر میں شکار قمرغہ کا انتظام ہوا، ایک روز مقام کر کے شکار کی دلچسپیوں میں مشغول ہوئے

۱۷۰ مقام کھرجاگ وکھیال میں بھی شکار کیا، وہاں سے دس منزل پر جہانگیر آباد کی شکارگاہ قدوم مبارک سے معزز ہوی۔ یہ سرزمین شہزادگی کے زمانہ میں بندگان حضرت کی شکارگاہ تھی۔ یہاں اپنے نام مبارک پر ایک گاؤں آباد کر کے ایک مختصر عمارت بنوائی اور سکندر معین کو جو قراولوں میں قریب خدمت کی خصوصیت رکھتا تھا عنایت فرمادی تھی۔ جلوس اشرف کے بعد پرگنہ بنا کر جہانگیر آباد نام رکھا اور نام بردہ ہی کی جاگیر میں رہنے دیا۔ اور ارشاد ہوا کہ دولت خاں کے لئے ایک عمارت تالاب اور منار تعمیر کیا جائے۔ یہ جگہ سکندر معین کے مرنے کے بعد ارادت خاں کی جاگیر میں دے دی گئی اور عمارت کی سربراہی مشارٌ الیہ کو سپرد ہوی۔ مجموعی حیثیت سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ ان عمارتوں پر صرف ہوا ہوگا نہایت عمدہ شاہانہ شکارگاہ ہے۔

بروز دوشنبہ ۹ آذر مطابق ۵ محرم ۱۰۳۰ھ ساعت مسعود میں دار السلطنت لاہور کے دولت خانہ کو نزول اقبال سے رونق بخشی جس میں معمور خاں میر عمارات نے بڑا اہتمام کیا تھا لاہور میں نئی شان اور عجیب چہل پہل نظر آتی تھی، دلکشا عمارتیں، روح پرور مناظر، نہایت لطیف وپاکیزہ مکانات سب منقش وتصویر دار ہوشیار کاریگروں کے تیار کئے ہوے۔ سبز وشاداب باغ جس میں انواع واقسام کے پھل پھول نظریں لبھا رہے تھے۔ اپنی اپنی جگہ نگاہیں جذب کئے لیتے تھے۔

ز پائے تا بسرش ہر کجا کہ می‌نگرم کرشمہ دامن دل می‌کشد کہ جا اینجا است

سرکاری محاسبوں سے سننے میں آیا سات لاکھ روپیہ جس کے تیئیس ہزار تومان رائج ایران ہوتے ہیں اس عمارت میں صرف ہوا۔ اسی بہجت افزا دن کو فتح قلعۂ کانگڑھ کا مژدہ مسرت بخش خاطر ہوا۔ حضرت شاہنشاہی اس کے شکریہ میں جو خدا کی تازہ عنایت تھی کریم کارساز کی درگاہ میں سر نیاز جھکا کر صرف نشاط وشادمانی ہوے اور مسرت وکامیابی کے نقارے بجنے لگے

کانگڑھ لاہور کی شمالی جانب ایک قدیم قلعہ ہے اور کوہستان کے درمیان واقع ہے، استحکام ودشوار کشائی اور سنگینی ومضبوطی میں مشہور ومعروف ہے۔ اس قلعہ کی تاریخ تعمیر سے سوائے خدا کے کسی کو آگاہی نہیں۔ زمینداران پنجاب کا اعتقاد یہ ہے کہ اتنی مدت میں یہ قلعہ کبھی ایک قوم سے دوسری قوم کے قبضے میں نہیں گیا۔ اور کسی غیر نے اس پر تسلط نہیں پایا۔ والعلم عند اللہ۔ بہرحال جب سے ہندوستان میں صدائے اسلام بلند ہوی ہے سلاطین والا شکوہ میں کسی کو اس قلعہ کی فتح میسر نہیں ہوی۔ سلطان فیروز شاہ باایں ہمہ شان و استعداد خود اس قلعہ کی تسخیر میں مشغول ہوا، اور مدتوں محاصرہ قائم رکھا، آخر جب سمجھ لیا کہ

قلعہ اتنا سنگین و محفوظ ہے کہ جب تک سامان قلعہ داری و رسد قلعہ نشینوں کے پاس رہے گا ۱۷۴
کلید تدبیر سے اس کی کشائش دشوار رہے، راجہ کے حاضر خدمت ہونے سے خوش ہو کر
اس سے ہاتھ اُٹھا لیا۔

راجہ نے پیش کش و ضیافت کا اہتمام کرکے سلطان سے اندرون قلعہ تکلیف
فرمانے کی استدعا کی۔ سلطان نے قلعہ کی سیر و تماشا سے فارغ ہونے کے بعد راجہ سے
کہا۔ مجھ ایسے بادشاہ کو قلعہ کے اندر لانا شرائط احتیاط سے دور تھا، جو لوگ میرے ہمرکاب
ہیں اگر تیرا قصد کریں اور قلعہ پر قبضہ کرلیں تو کیا چارۂ کار ہے۔ راجہ نے اپنے لوگوں کی طرف
اشارہ کیا ایک لحظہ میں مسلح و مکمل بہادروں کی فوج دفعۃً ایک کمین گاہ سے نکل آئی اور
بادشاہ کو کورنش کی سلطان اس ہجوم کو دیکھ کر غدر کے اندیشہ سے متفکر ہوئے راجہ نے
مودبانہ آگے بڑھ کر عرض کی کہ سوائے اطاعت و بندگی کے میرا کوئی خیال نہیں ہے لیکن
جیسا کہ زبانِ مبارک سے ارشاد ہوا، احتیاط و دور بینی البتہ مد نظر ہے کہ ہر وقت یکساں
نہیں ہوتا۔ سلطان نے آفریں کہی اور راجہ چند منزل تک حاضر رکاب رہ کر رخصت ہوا۔

اس کے بعد جو شخص تخت دہلی پر بیٹھا، اس نے قلعہ کانگڑھ کی تسخیر کیلئے لشکر بھیجا مگر کامیابی
نہ ہوئی۔ حضرت عرش آشیانی نے ایک مرتبہ حسین قلیخاں کی سرداری میں ایک بڑا شاندار لشکر بھیجا
حسین قلیخاں کو بصلۂ خدمات پسندیدہ "خانجہاں" کا خطاب مل چکا تھا، حدود کانگڑھ میں آنے
اور محاصرہ کرلیا، اثنائے محاصرہ میں ابراہیم حسین میرزا کی شورش ہوئی۔ وہ حق ناشناس گجرات
سے بھاگ کر پنجاب میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ خان جہاں کو مجبوراً قلعہ سے دستکش ہو کر
اس طرف متوجہ ہونا پڑا اور قلعہ کی تسخیر تعویق میں پڑ گئی۔ ہمیشہ یہ خیال حضرت عرش آشیانی کو
کھٹکتا مگر قسمت سے مجبوری تھی کوئی صورت نہ نکلی۔

جب تخت سلطنت جلوس جہانگیری سے آراستہ ہوا تو پہلے مرتضیٰ خاں حاکم صوبۂ پنجاب
کو بہادران نبرد آزما کی فوجوں کے ساتھ اس قلعہ کی تسخیر کے لئے روانہ فرمایا۔ ہنوز یہ مہم انصرام
کو نہ پہنچی تھی کہ مرتضیٰ خاں کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازاں سورج مل پسر راجہ باسو نے یہ مہم اپنے
ذمہ لی اس کو لشکر کا سردار بنا کر سرفراز فرمایا مگر اس بدسرشت نے بغاوت اور کفران نعمت
کرکے لشکر میں بڑا تفرقہ پیدا کر دیا اور اسوقت بھی قلعہ کی کشائش میں توقف ہوا۔ بہت دن نہ
ہوئے تھے کہ وہ ناحق شناس پاداش عمل میں گرفتار ہو کر داصل جہنم ہوا، جیسا کہ اس کی

۱۷۳ تفصیل حسب موقع لکھی جا چکی ہے۔ الحاصل اس موقع پر شاہزادہ بلند اقبال شاہ جہاں نے خود اس قلعہ کی تسخیر کا عزم کر کے راجہ بکرماجیت کو مکمل انتظامات کے لئے اس مہم پر متعین فرمایا پھر بہت سے امراء و بندگان شاہی جان نثار آلیہ کی کومک کے لئے رخصت ہوئے۔ راجہ نے بتاریخ ۱۶ رشوال ۱۰۲۹ھ کو اطراف قلعہ میں پہنچکر مورچے تقسیم کر لئے اور قلعہ کے مداخل و مخارج کو نظر احتیاط سے ملاحظہ کر کے رسد کی آمد و شد کے راستے مسدود کر دئے۔ قلعہ والوں کو سخت دشواری کا سامنا ہوا، جب غلہ و غذا وغیرہ قلعہ میں نہ رہی تب بھی خشک گھاس تک کے ساتھ چوپیش دیگر چار ماہ گزار دیئے آخر جب ہلاکت تک نوبت پہنچی اور کوئی راہ نجات نظر نہ آئی، امان مانگ کر قلعہ سپرد کر دیا اور شنبہ کے مبارک دن غرۂ محرم الحرام ۱۰۳۱ھ کو جو فتح کسی بادشاہ کو میسر نہ ہوئی تھی اور ظاہر بین کوتہ اندیشوں کی نظر میں بعید معلوم ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف و کرم سے بندگان حق پرست کو مرحمت فرمائی۔ جن لوگوں نے اس خدمت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے اپنی استعداد و لیاقت کے مطابق اضافۂ منصب و مراتب سے سرفراز ہوئے۔

بارھویں تاریخ کو بروز شنبہ شاہزادہ بلند اقبال کے دولت خانہ میں تشریف فرما ہوئے نفیس و نادر اشیاء کی بہت سے پیشکش ملاحظۂ اقدس میں پیش ہوئے، جو شئے پسند ہوئی قبول فرمائی باقی شہزادہ کو بخشدی منجملہ اس کے تین زنجیر فیل کلاں گراں بہا طلائی جھول کے ساتھ داخل صرف خاص ہوئے۔

اس زمانہ میں زنبیل بیگ ایلچی دولت آستاں بوسی سے سربلند ہو کر شاہ والاقدر کا رقیمۂ محبت ملاحظہ میں لایا۔ اور چودہ راس گھوڑے مع ساز تین دستہ باز توبغون، پانچ خچر ایک قطار شتر، نو قبضہ کمان، نو قبضہ شمشیر بر سم پیشکش نذر کئے خلعت فاخرہ۔ جیغہ وطرہ مرصع و خنجر مرصع کے ساتھ مرحمت فرمایا۔ چند روز کے بعد سوغات فرماں روائے ایران کی بھیجی ہوئی سوغاتیں جو زنبیل بیگ کے ساتھ بھیجی تھیں نظر اشرف میں آئیں تین لاکھ روپیہ انکی قیمت جانچی گئی۔

اسی تاریخ کو نور جہاں بیگم کی لڑکی کے ساتھ جو علی قلی خاں کے صلب سے تھی شہزادہ شہریار کا پیام دیکر ایک لاکھ روپیہ کا نقد و جنس منگنی کے لئے بھیجا اور پچاس ہزار روپیہ زنبیل بیگ کو انعام میں عطا فرمایا۔

دوبارہ شہزادہ شاہجہاں کا احکام دکن کی تنبیہ کے لئے رخصت پانا اور حضرت شاہنشاہی کا دارالخلافت آگرہ میں تشریف لانا ۱۷۵

اس مبارک زمانہ میں جب کہ خاطر اقدس گلزار کشمیر کی سیر و شکار سے مسرور تھی متصدیان ممالک جنوبی کی متواتر عرضیوں سے واضح ہوا کہ، جب سے حضرت نے دارالخلافت سے باہر کا سفر اختیار کیا ہے دکن کے دنیا دار کوتہ اندیشی و کم عقلی سے نقض عہد کر کے فتنہ و فساد پر آمادہ ہیں اور اپنی حد سے گزر کر احمد نگر اور برار کے بہت سے مضافات پر متصرف ہو گئے ہیں۔ ان شور بختوں کا دار مدار، آگ لگانے کھیتوں اور چراگاہوں کو ضائع کرنے اور تاخت و تاراج پر ہے۔ اس بنا پر طے پایا کہ شاہزادہ گیتی ستاں شاہجہاں اس طرف کے انتظام پر توجہ مبذول کریں۔ چونکہ بندگان دولت قلعہ کانگڑہ کے محاصرہ میں مشغول تھے اس لئے چند روز کے لئے سفر میں توقف ہوا اب کہ قلعہ کانگڑھ بلند اقبال شاہزادہ کی کلید ہمت سے فتح ہو چکا تھا، خاطر اشرف اس فکر سے آزاد ہوئی اور پھر سے عزم روانگی مصمم ہوا، چنانچہ بروز جمعہ ۱۴ دی کو شاہزادہ عالی مقدار پدر بزرگوار کے حکم سے ارباب زوال کے استیصال کے لئے رخصت ہوئے خنجر و شمشیر مرصع اور اسپ و فیل خاصہ کے ساتھ خلعت مرحمت ہوا اور ارشاد ہوا کہ تسخیر دکن کے بعد ولایت مفتوحہ سے دس کروڑ دام اپنے انعام میں وصول کریں۔

چھ سو پچاس منصب دار ایکہزار احدی، ہزار سوار برقنداز رومی، پانچہزار توپچی پیادہ سوائے ان اکتیس ہزار سواروں کے جو اس صوبہ پر متعین تھے، ایک عظیم الشان توپ خانہ اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ شاہزادہ کی خدمت میں دئے گئے۔ ایک کروڑ روپیہ کا خزانہ مرحمت ہوا، جو لوگ اس خدمت پر مقرر ہوئے ان میں سے ہر ایک حسب رتبہ اضافۂ منصب و انعام اسپ و فیل سے ممتاز ہوا،

خسرو کیلئے جو بندگان شاہی کی محافظت و نگرانی میں محبوس تھا شاہجہاں کو حکم ہوا کہ اسکو اپنے ساتھ لیجا کر جس طریقہ کو بہتر سمجھیں اس طرح مقید رکھیں۔ پھر اسی ساعت خود دارالخلافت آگرہ کا عزم فرمایا۔ اور راقم اقبال نامہ کو بخشی گری کے منصب جلیلہ پر بعطائے علم سرفراز کر کے شاہزادۂ اقلیم کشا کی خدمت میں رخصت سفر مرحمت فرمائی۔

۱۷۶ خان جہاں کو ملتان کا صاحب صوبہ مقرر کر کے رخصت فرمایا۔ خلعت مع خنجر مرصع واسپ و فیل عنایت ہوا، بہادر خاں نے درد چشم و ضعف باصرہ کا کئی بار اظہار کر کے اس بہانہ سے حاضر درگاہ ہونا چاہا اس سے معلوم ہوا کہ وہاں رہنے پر راضی نہیں ہے، لہذا قندھار کی حکومت و حراست عبدالعزیز خاں کو تفویض کر کے اس کو درگاہ میں طلب فرمایا اور فرمان ہوا کہ اس کے قندھار پہونچنے کے بعد بہادر خاں قلعہ اس کے حوالے کر کے بارگاہ معلیٰ میں حاضر ہو۔

چونکہ پرگنہ کرانہ مقرب خاں کا وطن ہے اور سیدھے راستہ سے بائیں جانب واقع تھا۔ اس لئے مقرب خاں کی التماس پر اردوئے جہانگیری یہاں مقیم ہوا اس نے نہایت فخر و عزت کے ساتھ ایک قطعۂ یاقوت اور چار قطعۂ الماس برسم پیشکش اور سہرا۔ ہاتھ مخمل پا انداز کے لئے اور سو نفر اونٹ صدقہ کی غرض سے پیش کئے حکم ہوا کہ اونٹ ارباب استحقاق کو تقسیم کر دئے جائیں۔

باغ کرانہ کی سیر فرما کر شکارگاہ پالم میں تشریف لے گئے۔ چند روز شکار سے طبیعت بہلائی، پھر دہلی کا عزم فرما کر حوض شمسی پر بارگاہ اقبال بلند کی بائیس زنجیر ہاتھی الہ یار خاں ولد افتخار خاں کی پیشکش کے ملاحظ فرمائے۔ ابراہیم خاں صاحب صوبۂ بنگالہ نے انیس زنجیر ہاتھی بیالیس نفر خواجہ سرا اور اس ملک کے دوسرے نفائس کے ساتھ بطور پیشکش بھیجے تھے مقبول ہوئے اس زمانہ میں آقا بیگ اور محب علی بیگ شاہ ایران کے فرستادہ زمیں بوسی سے مفتخر ہوئے شاہ والا قدر کا مکتوب محبت طراز پر ابلق کی کلگی کلغی کے ساتھ نظر اشرف میں پیش کیا، ایک لعل بارہ مثقال وزن کا میرزا الغ بیگ خلف میرزا شاہرخ کے خزانہ کا جو مرور زمانہ سے سلسلۂ صفویہ میں منتقل ہو گیا تھا اور اس لعل میں خط نسخ سے "الغ بیگ بن میرزا شاہرخ بہادر ابن امیر تیمور گورگان" کندہ تھا دوسرے گوشہ میں شاہ والا شکوہ کے حکم سے خط نستعلیق میں یہ عبارت منقوش تھی، "بندۂ شاہ ولایت عباس"، خانۂ جنبہ میں بٹھا کر کئی مناسبتوں کے لحاظ سے ارسال فرمایا تھا۔ چونکہ حضرت شاہنشاہی کے اجداد کا نام اس لعل میں ثبت تھا تیمناً و تبرکاً اپنے لئے مبارک جانکر دار وغہ زرگرخانہ کو حکم دیا کہ اس کے دوسرے گوشہ میں "جہانگیر شاہ بن اکبر شاہ" اور حال کی تاریخ کندہ کرے۔

چودھویں اسفندار مذکور مبارک ساعت میں دولت خانۂ آگرہ ورود موکب جلال سے رشک روئے زمین ہوا۔ لشکر خاں حاکم شہر، خضر خاں حاکم قلعہ اسیر و برہانپور اور دوسرے بندگان

خاص سعادت استقبال حاصل کرکے آستان بوسں ہوے ۱۷۸

آغاز سال شانزدہم جلوس اشرف

روز شنبہ ۲۷ ربیع الآخر ۱۰۳۰ھ کو جلوس مبارک کا سولھواں سال شروع ہوا۔ اس نوروز میں شہزادہ شہریار منصب ہشت ہزاری ذات وچار ہزار سوار پر فائز ہوکر شرف باختصاص ہوئے اور صوبۂ بہار مقرب خاں کے تغیر کیوجہ سے شہزادہ پرویز کو تفویض ہوا۔

راجہ سارنگپور درگاہ شاہی سے سزاولی پر متعین ہوا کہ (ان کو) شہزادہ کو الہ آباد سے پٹنہ پہنچائے مکرم خاں حاکم اڑیسہ نے بتیس زنجیر ہاتھی برسم پیشکش ارسال کئے تھے، پسند آئے۔ اس زمانہ میں ایک گورخر دریا کے راستہ سے لایا گیا تھا نہایت عجیب وغریب دبعینہ شیر کی طرح لیکن شیر کے خط کالے اور زرد ہوتے ہیں اس کے کالے اور سفید، ناک سے دم تک اور کان کی لو سے سم تک سیاہ و سفید خط چھوٹی بڑی جگہ کی مناسبت سے قرینہ سے پڑے ہوے ہیں۔ آنکھوں کے گرد ایک سیاہ خط نہایت عمدہ کھنچا ہوا ہے۔ اور چونکہ نہایت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے بعض کو گمان ہوتا تھا کہ شاید رنگ کیا ہوگا، تحقیق وتلاش کے بعد یقین ہوا کہ قدرتی ہے

شب جمعہ ماہ مذکور کی سولھویں کو شہزادہ شہریار کی مجلس نکاح منعقد ہوی اس موقع پر عجیب سانحہ ہوا پرگنہ جالندھر کے کسی موضع سے صبح کو مشرق کیطرف سے نہایت مہیب شور و غل برپا ہوا، اتنا مہیب کہ اس کے ہول سے قریب تھا کہ وہاں کے رہنے والے قالب جان سے خالی کردیتے۔ اس شور وشغب کے اثناء میں ایک بجلی کی سی روشنی اترتی ہوی زمین پر گر کر ناپید ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس شور وشغب میں کچھ سکون ہوا، اور پریشان دل سراسیمگی و آشفتگی سے۔ آپ میں آئے گاؤں والوں نے محمد سعید عامل پرگنہ کے پاس تیز رو قاصد بھیجکر اس سانحہ کی اطلاع دی وہ فوراً سوار ہوکر اس قطعۂ زمین پر پہنچا۔ دیکھا کہ دس بارہ ہاتھ طول وعرض کی زمین اس طرح جل گئی تھی کہ سبزہ وپیداوار کا نشان تک نہ رہا تھا، ہنوز حرارت وتپش زمین میں باقی تھی محمد سعید نے حکم دیا کہ اتنی جگہ کھود کر دیکھیں، جتنا کھودتے گئے اتنا ہی حدت وحرارت کا اثر زیادہ ظاہر ہوتا گیا۔ یہانتک کہ ایک لوہے کا ٹکڑا نمودار ہوا، جو اسقدر گرم تھا گویا اسی وقت آگ کی بھٹی سے نکالا گیا ہو جب ہوا لگی سرد ہوگیا، اس کو اپنے گھر لے آیا اور خریطہ میں رکھکر مہر لگاکر روانۂ دربار کیا، حضرت شاہنشاہی نے استاد داؤد کو جو فن شمشیر گری میں ید طولی رکھتا ہے، حضور میں طلب کرکے

۱۸۰ فرمایا کہ اس لوہے سے ایک تلوار، خنجر اور چھری تیار کرے۔ عرض کی کہ ہتوڑی کی چوٹ نہیں کہاتا بکھر جاتا ہے شاید اور لوہے کے ساتھ جو پاک اور خالص ہو ملاکے بنایا جا سکے حکم ہوا کہ ایسا ہی کیا جائے چنانچہ تین حصّہ برقی لوہا ایک حصہ دوسرا لوہا ملاکر دو قبضۂ شمشیر ایک قبضۂ خنجر اور ایک چھری تیار کر کے ملاحظۂ والا میں پیش کی دوسرے لوہے کی آمیزش سے جوہر پیدا ہو گئے تھے، یمانی و جنوبی تلوار کی طرح خم ہو جاتی تھی اور خم کا اثر باقی نہیں رہتا تھا، کاٹ میں اصیل تلواروں سے بڑھ چڑھ کر نکلی۔

اسی دوران میں والدۂ امام قلیخان والی توران نے ایک خط نسبت اخلاص و مراسم یگانگت کے اظہار میں نورجہاں کے پاس بھیجا تھا اس لئے بیگم کی طرف سے ایک خط اس کے جواب میں لکھکر خواجہ نصیر کابلی کے ساتھ جو تدیمان درگاہ سے تھا بھیجا اور یادگار کے طریقہ پر کئی قسم کے نفیس تحفے روانہ کئے گئے۔

چودھویں خوردادکو افضل خاں دیوان شہزادہ شاہجہاں ایک عرضداشت مشتمل بہ نوید فتح و تشریح واقعات لاکر عتبۂ خلافت پر ناصیہ فرسائی سے سرفراز ہوا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہزادہ حوالی اجین میں پہنچا تو قلعہ مانڈو میں رہنے والے بندگانِ درگاہ کی ایک عرضداشت پہنچی اس مضمون کی کہ مقہوروں کی ایک فوج نے بیباکانہ دریائے نربدا سے گزر کر چند گاؤں جو زیر قلعہ واقع ہیں جلاکر تاخت و تاراج کردئے اور اب بھی وہیں لوٹ مار میں مصروف ہیں مجبوراً خواجہ ابوالحسن کو پانچ ہزار سوار کا افسر مقرر کرکے بطور مقدمۃ الجیش روانہ کیا کہ جلد پہنچکر اس گروہ بدکار کو سزا دے۔ خواجہ شباشب چلکر طلوع صبح کے وقت لب دریا پہنچا۔ مگر یہ لوگ آگاہ ہو کر کچھ دیر پہلے تیر کے ہوے ساحل تک سلامت پہنچ چکے تھے۔ بہادران تیز رو نے تقریباً چودہ کوس تک ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو راہ عدم دکھائی۔ پھر یہ لوگ بھاگ کر برہانپور میں رک گئے۔ اب خواجہ ابوالحسن کو حکم ہوا کہ ہمارے پہنچنے تک دریا کے اس طرف توقف کرے، اور متعاقب خود بھی عساکر اقبال کے ساتھ فوج مقدمہ میں ملکر کوچ بہ کوچ برہانپور تشریف لے گئے۔

ہنوز وہ برگشتہ بخت شہر میں ٹھیرے ہوے تھے، چونکہ دو سال سے خدام بارگاہ ان باطل پرستوں کے ساتھ جنگ میں طرح طرح کے رنج، غربت و عسرت غلہ کی تکلیف اٹھا رہے تھے اور عرصے سے گھوڑے کی سواری نے کمزور کردیا تھا اس لئے لشکر کے سرانجام میں نوروز کا توقف ہوا، اس نوروز میں تیس لاکھ روپیہ نقد اور گھوڑے اور زرہیں بکثرت سپاہ کو تقسیم ہوئیں

اور سزاوار مغرور کرکے لوگ شہر سے باہر لائے گئے۔ مگر بہادران جنگجو کے تلوار کھینچنے سے پہلے وہ سیہ بخت تاب مقاومت نہ لاکر بنات النعش کی طرح منتشر ہو گئے۔

لشکر شاہی نے تعاقب کرکے کثرت سے دشمنوں کے سپاہی تیغ انتقام سے ہلاک کئے۔ اور اس پر اکتفا نہ کرکے مارتے بھگاتے کھڑکی تک جو نظام الملک و عنبر مردود کی جائے اقامت تھی چلے گئے۔ وہ بد انجام ایک روز پہلے افواج قاہرہ کے آنے کی اطلاع پاکر نظام الملک کو مع اہل و عیال واسباب و سامان قلعہ دولت آباد میں چھوڑ کے خود قلعہ کی حفاظت پر بیٹھا اور بہت سے لوگ اطراف ملک میں پراگندہ کر دئیے

سرداران لشکر ظفر اثر فوج کے ساتھ تین دن تک بلدہ کھڑکی میں ٹھہرے، اور جو شہر بیس سال میں تعمیر ہوا تھا اس طرح تباہ کر دیا کہ دوسرے بیس سال میں بھی رونق اصلی پر آتا نظر نہیں آتا۔ مختصر یہ کہ ان مکانات کے انہدام کے بعد رائیں اس پر متفق ہوئیں کہ چونکہ ہنوز ایک فوج مقہور کی احمد نگر کا محاصرہ کئے ہوئے ہے اس لئے ایک مرتبہ وہاں جا کر ارباب فساد کی واقعی تنبیہ کی جائے اور از سر نو سامان رسد و کومک کے انتظام کے بعد عنان مراجعت پھیری جائے۔ یہ عزم کرکے قصبہ پٹن تک پہنچے، عنبر مردود نے امرا کے پاس حیلہ ساز وکلا بھیجکر عاجزی و نیاز مندی ظاہر کرنا شروع کی کہ اب آئندہ بندگی و دولتخواہی سے منہ نہ موڑونگا۔ جو کچھ ارشاد ہو جرمانہ و پیشکش لیکر سرکار میں پہنچاؤں۔

اتفاقاً اس چند روز میں گرانی غلہ کی وجہ سے لشکر میں سخت تنگی پیدا ہو گئی تھی، ادھر خبر پہنچی کہ باغیوں کے جو لوگ قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے لشکر ظفر اثر کی روانگی کی ہیبت سے محاصرہ چھوڑ کر قلعہ سے اٹھ آئے اس بنا پر خنجر خاں کی مدد کے لئے ایک فوج بھیجکر تھوڑا روپیہ مدد خرچ کے طور پر بھیجا اور پورے طور پر مطمئن ہو کر مظفر و منصور مراجعت کی۔ عنبر کے بہت زیادہ عجز و زاری کرنے کے بعد طے ہوا کہ جو ملک قدیم سے بندگان درگاہ کے تصرف میں تھا اس کے علاوہ چودہ کرور دام اور ان محالات سے جو بادشاہی حدود کے متصل ہیں۔ وصول کریں۔ اور پچاس لاکھ روپیہ بطور پیشکش خزانہ عامرہ میں پہنچائیں۔ الحاصل حضرت شاہنشاہی نے افضل خاں کو رخصت کرکے جو جیغۂ لعل کہ شاہ عباس نے بھیجا تھا اور جس کی تعریف اپنی جگہ لکھی جا چکی ہے مشار الیہ کے ساتھ شاہزادہ کے لئے بھیجا اور قلمدان مرصع افضل خان کو عنایت ہوا،

آقا بیگ و محب علی بیگ وغیرہ شاہ ایران کے ایلچی تیس ہزار روپیہ نقد انعام سے سرفراز ہوئے

۱۸۳ اسی طرح دوسروں کو بھی مناسب اہلیت انعام عطا فرمایا اور ایک یادگار شاہ کے لئے نام بردگان کے ساتھ روانہ کی۔

اسی حال میں قائم بیگ فرستادۂ شاہِ عباس زمیں بوس ہوا اور ایک خط مشتمل بہ مراتب محبت و یکجہتی مع سوغات مرسلہ ملاحظہ میں پیش کیا۔

نظر بیگ آختہ بیگی شاہزادہ بلند اقبال شاہ جہاں نے شہزادہ کی عرضداشت پیش کی جس میں بخشش کے گھوڑوں کی التماس کی گئی تھی، راجہ کشن داس داروغۂ اصطبل کو حکم ہوا کہ ہزار راس گھوڑے پندرہ دن کی مدت میں سرکاری طویلہ سے مہیا کرکے روانہ کردے۔ اس کے ساتھ ہی روم رتن نامی گھوڑا جو روم کے شاہِ والاجاہ نے فتح روم کے اموال غنیمت سے انتخاب کرکے بھیجا تھا شاہزادہ کے لئے ارسال فرمایا۔

اس موقع پر معلوم ہوا کہ کلیان نام کا ایک لوہار اپنی قوم کی ایک عورت پر عاشق ہے ہمیشہ اس کے خیال میں منہمک رہتا ہے اور عشق و شیفتگی ظاہر کرتا ہے برخلاف اس کے وہ عورت باوجودیکہ بیوہ ہے ذرا اس کے محبت پر آمادہ نہیں ہوتی اور اس دلدادہ کی محبت اس کے دل پر اثر نہیں کرتی۔ دونوں کو حضور میں طلب کرکے دریافت کیا ہر چند اس عورت کو ترغیب و تحریص دی، راضی نہ ہوئی۔ لوہار نے فرط محبت سے بے تابانہ کہا "اگر مجھے یقین ہو جائے کہ حضرت اسے مجھے عنایت نہ فرمائیں گے تو میں اپنے آپ کو قلعہ کے شاہ برج سے نیچے گرادونگا" آنحضرت نے مزاحاً فرمایا "شاہ برج تو بڑی بات ہے اگر تو اس گھر کے کوٹھے سے نیچے گر پڑے تو میں یہ عورت قطعاً تجھے عنایت کردوں" ہنوز بات پوری نہ ہوئی تھی کہ بجلی کی طرح دوڑ کر خود کو نیچے گرادیا۔ گرتے ہی چند قطرے خون کے اس کی آنکھوں سے نکلے اور دم نکل گیا۔ اور جو بلا آنکھوں سے اپنے سر لی تھی وہ آنکھوں نے دیکھ لی۔

شرح بیماری حضرت شاہنشاہی اور اس کا طول کھینچنا

واقعات گزشتہ میں اشارۃً ذکر ہوا تھا کہ جہاں پناہ نے جشن دسہرہ کے دن کشمیر میں اپنے اندر گرانی نفس، انقباض طبیعت اور کوتاہی دم کا احساس فرمایا تھا۔ یہاں اس کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

ابتداءً کثرت بارش اور رطوبت ہوا سے مجرائے نفس میں بائیں جانب دل کے نزدیک

۱۸۴ گرانی اور گرفتگی ظاہر ہوتی تھی، رفتہ رفتہ اس میں شدت اور امتداد کی شکایت پیدا ہوگئی، جو اطبا ملازم رکاب تھے ان سے پہلے حکیم روح اللہ آمادۂ علاج ہوے اور تھوڑی گرم دوائیں مناسب علاج استعمال کیں۔ بظاہر کچھ کمی معلوم ہوئی مگر جب پہاڑ سے نکلے تو پھر تکلیف میں سختی پیدا ہوگئی۔ اس مرتبہ چند دن تک شیر بز اور شیر شتر استعمال کرایا، کسی سے کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں حکیم رکنا، حاضر خدمت ہوا اور نہایت جرأت و اظہار قدرت کے ساتھ علاج میں مصروف ہوا، گرم و خشک دواؤں پر مدار علاج رکھا، اسکی تدبیروں سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوا، بلکہ حرارت دماغ و مزاج کی خشکی زیادہ ہوگئی چونکہ نشہ میں فرقی کی کمی محسوس ہوتی تھی اس لئے کبھی روزانہ بھی مقدار عادت کے خلاف پینے لگتے تھے۔ رفتہ رفتہ مقدار زیادہ ہوگئی اور اس کا ضرر آغاز گرما میں محسوس ہوا۔ اس بناء پر لوگ مناسب وقت و حال تدبیروں اور شراب کم کرنے کی فکروں میں مصروف ہوئے۔ اور شراب بتدریج کم کرکے ناموافق غذاؤں سے پرہیز کرایا گیا (امید کہ حکیم علی الاطلاق صحت عاجل و شفائے کامل نصیب کرے) انھیں دنوں میں شاہزادہ پرویز جہاں پناہ کی علالت کی خبر سن کر اپنی جاگیر سے آکر زمین بوسی کی سعادت سے مشرف ہوے اور پدر عالی وقار کی طمانیت و مسرت کا باعث ہوئے۔

۲۵ شوال ۱۰۳۰ھ کو جشن وزن شمسی برکت و سعادت کے ساتھ آراستہ ہوا، چونکہ اس سال کے آغاز میں صحت و تندرستی کے آثار حالت سے ظاہر تھے اس لئے نورمحل نے التماس کی کہ میرے آدمی اس شاندار جشن کا انتظام کریں۔ یہ استدعا منظور ہوئی اور نہایت سہولت و آسانی کے ساتھ ایک پرتکلف و شاہانہ جلسہ منعقد ہوا، بندگان پسندیدہ خدمت اور مزاج شناس خوصلگی ایک جماعت جو خلوص و جانفشانی کے ساتھ ہمیشہ حاضر خدمت رہی تھی۔ پروانوں کی طرح جہاں پناہ کے گرد پھر رہی تھی۔ سب کو خلعت، کمر و شمشیر مرصع و خنجر مرصع و اسپ و فیل و خواہائے زر بعوا زش خاص مرحمت فرماکر سرفراز کیا۔ تلادان سے فارغ ہونے کے بعد زر و جواہر کے خوان نثار کے طریقہ پر اہل نشاط و ارباب استحقاق کے مجمع میں لٹائے گئے۔ ٹوڈک رائے منجم کو جس نے صحت و تندرستی کا مژدہ سنایا تھا اشرفیوں اور روپیوں سے وزن فرمایا اور مبلغ پانچسو مہر اور سات ہزار روپیہ اس مد میں انعام دیا۔

جلسہ کے آخر میں جو سامان پیشکش حضرت کے لئے ترتیب دیا گیا تھا ملاحظہ میں پیش ہوا، جواہرات مرصع آلات، لباس و دیگر اقسام کی نفیس چیزیں جو کچھ پسند ہوئیں قبول فرمائیں فی الجملہ تقریباً دو لاکھ روپیہ

حساب میں آیا جو بیگم نے اس جشن کے مصارف و انعامات میں صرف کیا۔ یہ روپیہ اموال پیش کش کے علاوہ ہے۔

اسی زمانہ میں بیس لاکھ روپیہ کا خزانہ ضروریات لشکر دکن کے لئے اللہ داد خاں کے ساتھ شاہزادہ گیتی ستاں شاہ جہاں کے پاس بھیجا۔ جب پیشگاہ عالی میں اطلاع آئی کہ عبداللہ خاں بغیر شاہزادہ کی اجازت کے صوبۂ دکن سے اپنی جاگیر کے محال میں چلا گیا ہے تو دیوانیان عظام کو حکم ہوا کہ اس کی جاگیر ضبط کرلیں اور اعتماد رائے کو سزاول مقرر فرمایا کہ اسے پھر شاہزادہ کی خدمت میں پہنچائے۔

انھیں ایام میں حکیم مسیح الزماں نے سفر حجاز و زیارت خانۂ کعبہ کی درخواست کی مبلغ بیس ہزار روپیہ بصیغۂ مدد خرچ عنایت فرما کر رخصت کیا۔

سفر کشمیر بار دوم

چونکہ آگرہ کی ہوا شدت حرارت و افراط گرما کی وجہ سے مزاج کے موافق نہ تھی اس لئے دو شنبہ کے دن بارہ آبان سنہ ۱۶ جلوس کو کشمیر کے سیر و شکار کے عزم سے کوچ فرمایا۔ مظفر خاں بخشی دار الخلافت آگرہ کی حفاظت و حکومت پر مامور ہوا۔ شہزادہ پرویز جو حضرت کے ضعف مزاج کی خبر سنکر اپنی جاگیر سے آگئے تھے متھورہ کی طرف رخصت ہوے۔

اس دوران میں اطلاع ملی کہ جادو رائے کا یتھ جو لشکر دکن کا ہراول تھا مقہوران بدخصال سے علیحدہ ہو کر اپنی خوش نصیبی سے شاہزادہ شاہجہاں کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا۔

اسی تاریخ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ راجہ بھاؤ سنگھ کچھواہہ نے صوبۂ دکن میں وفات پائی باوجودیکہ جگت سنگھ اس کا بڑا بھائی اور مہا سنگھ اس کا بھتیجا دونوں شراب کی کثرت سے زندگی سے ہاتھ دھو چکے تھے راجہ نے ان سے عبرت نہ لی اور جان شیریں آب تلخ میں ڈبو دی۔ جوان وجیہہ، سنجیدہ اور نیک ذات تھا۔

خواجہ ابو الحسن نے دکن سے آکر بارگاہ خلافت میں سعادت حضوری حاصل کی۔ راقم اقبال نامہ منصب دو ہزاری ذات و ششصد سوار پر سربلند ہوا۔

چودھویں بہمن کو مضافات سیتا محل سے موضع بہلوان کو شرف قیام حاصل ہوا

چونکہ کوہستان کانگڑھ کے سیر و تماشہ کی خواہش ہمیشہ سے مد نظر تھی اس لئے لشکر کو اس جگہ چھوڑ کر اہل خدمت اور بندگان مخصوص کی ایک جماعت ساتھ لے کر قلعۂ مذکور کی سیر کو روانہ ہوئے چونکہ اعتماد الدولہ کی بیماری سخت تھی اس لئے اس کو لشکر میں چھوڑ کر صادق خاں میر بخشی کو مشار الیہ کی حفاظت و خبرگیری کیلئے مقرر فرمایا۔

دوسرے دن خبر ملی کہ اعتماد الدولہ کا وقت آخر ہے۔ یاس کی علامتیں چہرہ سے نمودار ہیں اس لئے نور جہاں بیگم کے اضطراب و گرانی خاطر کے خیال سے حضرت شاہنشاہی الٹے قدموں واپس ہوئے اور دن کے آخر حصہ میں اعتماد الدولہ کو دیکھنے تشریف لے گئے، سکرات کا وقت تھا کبھی ہوش آجاتا تھا کبھی بیہوشی ہوجاتی تھی۔ نور جہاں بیگم نے حضرت کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "ان کو پہچانتے ہو" ایسے وقت میں اس نے انوری کا یہ شعر پڑھا۔

؎ آنکہ نابینائے مادرزاد اگر حاضر شود   در جبین عالم آرایش بہ بیند مہتری

دو تین گھڑی کے بعد رحمت الٰہی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ حق شناس خاقان نے اس کہن خدمت کی مغفرت کی دعا مانگی اور اس کی قوم اور فرزندوں میں سے اکتالیس شخصوں کو خلعت مرحمت فرمایا۔

دوسرے دن پھر اسی عزم کے ساتھ قلعہ کانگڑھ کی سیر کو تشریف لے گئے۔ چار منزل پر دریائے ماں گنگا کا ساحل تھا وہیں اردوئے معلی کے خیمے نصب ہوئے اس منزل میں راجہ جنبا کی پیشکش نظر اقدس میں لائی گئی۔ اس کا ملک کانگڑھ سے پچیس کوس دور ہے اور اس کوہستان میں اس سے عمدہ کوئی زمیندار نہیں اس جگہ سخت اور دشوار گزار گھاٹیاں ہیں۔ یہاں کے زمینداروں نے ابھی تک کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی۔ اس کا بھائی جو راجہ کی طرف سے پیشکش لایا تھا، شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا۔

ماہ مذکور کی چوبیسویں کو قلعہ کے اوپر تشریف لاکر حکم دیا کہ قاضی، میر عدل اور ان کے علاوہ اور جو علمائے اسلام حاضر رکاب ہوں، شعار اسلام و شعار دین متین محمدی اس قلعہ میں عمل میں لائیں۔ توفیق الٰہی سے اذان، خطبہ خوانی وغیرہ جو اس قلعہ کی ابتدا سے ابتک وقوع میں نہیں آئی تھی یہ سب باتیں حضور کے سامنے عمل میں لائی گئیں۔ جہاں پناہ نے خدا کی اس شاندار اور مخصوص مہربانی پر جو کسی بادشاہ کو میسر نہ تھی شکر کے سجدے ادا کئے اور ارشاد ہوا کہ قلعہ کے اندر ایک بڑی مسجد تعمیر کیجائے

قلعہ کانگڑھ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے، اس کا استحکام اور مضبوطی اس حد تک ہے کہ جب تک خوراک اور تمام سامان قلعہ داری اہل قلعہ کو حاصل ہوں اس کے دامن امن تک دست تصرف نہیں

پہنچ سکتا اور کمند تدبیر اس کی تسخیر سے کوتاہ رہتی ہے۔ اگرچہ بعض جگہ کئی بڑے سوراخ ہوگئے ہیں۔ جہاں توپ و تفنگ کا اثر پہنچ سکتا ہے لیکن اس سے اہل قلعہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور وہ وہاں سے دوسری جگہ نقل مکان کرکے اس کے خطرہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اس قلعہ میں تیئیس ۲۳ برج اور سات دروازے ہیں۔ اس کے اندر کا دور ایک کوس پندرہ طناب ہے، طول پاؤ کوس دو طناب و عرض بائیس طناب سے زیادہ اور پندرہ سے کم نہیں، بلندی ایک سو چودہ درعہ ہے۔

قلعہ کے اندر دو حوض ہیں، قلعہ کی سیر سے فارغ ہونے کے بعد درگا کے تبخانے کی سیر پر متوجہ ہوئے، یہ تبخانہ بھون کے نام سے مشہور ہے، ایک عالم بادیۂ ضلالت میں سرگشتہ ہے بدبخت بیدینوں سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ انکا طریقہ ہی بت پرستی ہے تو بہت سے عوام اہل اسلام بھی دور دراز مسافتیں طے کرکے بھینٹ لیجاتے ہیں اور اس سنگ سیاہ کی پرستش سے جو ان کے دل سے زیادہ کالا ہے اور برکت حاصل کرنی چاہتے ہیں۔

اس تبخانہ کے پاس دامن کوہ میں بظاہر گندک کی کان معلوم ہوتی ہے اس کی حرارت و تابش کے اثر سے ہمیشہ آگ شعلہ مارتی رہتی ہے، گمراہ لوگ اس کو جوالا مکھی کہکر بت کی کرامت قرار دیتے ہیں۔ اور عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں۔

ہندوؤں کا قول ہے کہ جب مہادیوجی کی بیوی کی عمر پوری ہوی تو مہادیو نے اس دلبستگی و تعلق کیوجہ سے جو اس کے ساتھ تھی اس کی لاش کندھے پر رکھی اور مدتوں ساتھ لئے دنیا میں پھرتے رہے۔ جب اس طرح ایک زمانہ ہوگیا ترکیب بدن میں انتشار پیدا ہوا، اعضا ایک دوسرے سے جدا ہوکر گر گئے، جو عضو جس جگہ گر گیا، عضو کی عزت و بزرگی کے لحاظ سے اس جگہ کی حرمت و تعظیم کیگئی۔ چونکہ سینہ جو تمام اعضا کے مقابلہ میں زیادہ شریف ہے اس جگہ گرا تھا اس لئے اس جگہ کی دوسری جگہوں کی بہ نسبت زیادہ عزت کی جاتی ہے۔

بعضوں کا خیال ہے کہ یہ پتھر جو اب ان گمراہوں کا معبود ہے، وہ پتھر نہیں ہے جو پہلے تھا بلکہ جو پتھر قدیم سے تھا اس کو اہل اسلام کے لشکر نے یہاں سے اٹھا کر دریا میں پھینکدیا۔ چونکہ کوئی شخص اس پتھر تک نہ پہنچ سکتا تھا اور مدتوں سے کفر و شرک کی بنیاد دنیا سے اٹھ گئی تھی ایک برہمن پجاری نے اپنی دکان چلانے کیلئے ایک پوشیدہ جگہ یہ پتھر تیار کرکے بڑے وثوق سے کہا کہ میں نے درگا کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہی ہے کہ وہ پتھر فلاں مقام پر پھینکا ہے اب میرے ظاہر

ہونے کا وقت آگیا ہے مجھے وہاں سے اٹھا کر میرے مناسب حال جگہ پر رکھدے اور حفاظت کر۔ راجہ نے مکاری اور روپیہ کی طمع میں جو بھینٹوں سے پوری ہو سکتی تھی برہمن کی بات کا اعتبار کر کے کچھ لوگوں کو اس کے ساتھ بھیجا کہ اس پتھر کو بڑی عزت و شان کے ساتھ لا کر اس جگہ نصب کریں۔ اور اس طرح از سر نو گمراہی و ضلالت کی دوکان لگی واللہ العلم عند اللہ

اسی تاریخ کو اعتماد الدولہ کی جاگیر و حشم اور تمام اسباب ریاست و امارت نور جہاں بیگم کو عطا فرمایا۔ خواجہ ابوالحسن دیوانی کل کے منصب عالی پر فائز ہوئے۔

اسی حال میں مخبران صوبۂ دکن کی عرضیوں سے بارگاہ اقدس میں خبر پہنچی کہ سلطان خسرو بیسویں بہمن کو درد قولنج کے عارضہ میں انتقال کر گئے اس سے پہلے قراول متعین ہوئے تھے کہ مقام کرجھاک میں شکار قمرغہ کا انتظام کریں جب معلوم ہوا کہ انتظام مکمل ہے شکار میں مصروف ہو کر ایک سو اکیس پہاڑی مینڈھے اور مارخور بکرے اور چکارے شکار کئے۔

آغاز سال ہفدہم جلوس

شب دوشنبہ ۹ جمادی الاول ۱۰۳۱ھ کو تحویل آفتاب کے وقت جلوس مبارک کے سترھویں سال کی ابتدا ہوئی۔ اس دن آصف خاں منصب شش ہزاری ذات و سوار پر مقرر ہوا) چالیس ہزار روپیہ زنبیل بیگ ایلچی کو عنایت ہوا۔

اس دوران میں سنا گیا کہ دارائے ایران نے تسخیر قندھار کا عزم کیا ہے ہر چند یہ بات گزشتہ و موجودہ تعلقات کے اعتبار سے بہت زیادہ بعید از قیاس معلوم ہوتی تھی تاہم چونکہ حزم و احتیاط شرط جہانداری و لازمۂ سلطنت ہے زین العابدین بخشی احدیان فرمان مرحمت عنوان کے ساتھ شاہزادہ گیتی ستان شاہجہاں کے پاس بھیجا گیا، کہ عساکر ظفر پناہ، فیلان کوہ شکوہ اور ایک شاندار توپخانہ کے ساتھ بہت جلد ملازمت حاصل کریں۔

انھیں ایام میں مہابت خاں کابل سے آکر آستاں بوس ہوا، حکیم مومنا نے مہابت خاں کے وسیلہ سے شرف ملازمت حاصل کیا، اور قدرت و دلیری ظاہر کر کے جہاں پناہ کے علاج کی خدمت اپنے ذمہ لی، پھر چند ہی روز کے بعد جب کہ آثار صحت جبین شاہنشاہی سے ہویدا ہوئے مہابت خاں کو صوبۂ کابل جانے کی اجازت عطا ہوئی۔

اعتبار خاں خواجہ سرا، پنجہزاری ذات و چار ہزار سوار کے منصب پر مفتخر ہوا، چونکہ بڈھا اور خمیدہ کمر

ہو گیا تھا اور صغر سنی سے جہاں پناہ کی خدمت گزاری کی سعادت اسی سے مخصوص تھی اس لئے بر بنائے خاص اکبر آباد کا صاحب صوبہ مقرر کرکے خزائن اور قلعہ کی نگرانی بھی اسی کو تفویض فرمائی (انیس فروری کو بیرون پکھلی بارگاہ اقبال نصب ہوئی اور جشن (نوروز) وہیں آراستہ ہوا، اور دوسری اردی بہشت کو کشمیر کے خطۂ دلپذیر میں داخل ہوئے)

اتنے میں خانجہاں کی عرضداشت ملتان سے پہنچی کہ شاہ عباس عراق و خراسان کے لشکروں اور قلعہ گیری کے آلات و اسباب کے ساتھ قندھار پہنچکر قلعہ کے محاصرہ میں مشغول ہے، اور خواجہ عبدالعزیز نقشبندی تین ہزار جوانوں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا ہے دیکھئے اس کے بعد کیا ہو۔"

زین العابدین جو شاہزادہ جوان بخت کو لینے بھیجا گیا تھا اسی تاریخ کو حاضر بارگاہ ہوا اور عرض کی کہ شاہزادہ والا شکوہ کی سواری برہانپور سے قلعہ مانڈو پہنچ چکی ہے چونکہ بارش کا موسم نزدیک ہے اس لئے ایام برشگال قلعہ مانڈو میں گزار کر متوجہ خدمت ہوں گے۔"

میرزا رستم صفوی کو حکم ہوا کہ پہلے لاہور پہنچکر قندھار کے لئے لشکر تیار کرے اور ایک لاکھ روپیہ تیاری کے لئے عنایت فرمایا۔

پہلے فرمان ہوا تھا کہ جب دکن کا لشکر فتح و نصرت کے ساتھ واپس ہو تو معتمد خاں بخشی بعجلت درگاہ والا میں حاضر ہو چنانچہ اس تاریخ کو معتمد خاں حاضر بارگاہ ہوا۔

اسی زمانہ میں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ حرم سرائے دولت میں ایک دانہ مروارید جسکی قیمت چودہ پندرہ ہزار روپیہ تھی گم ہو گیا۔ جوتک رائے منجم نے عرض کی کہ انھیں دو تین دنوں میں ملجائے گا، صادق رمال نے کہا اسی دو دن میں ایسی جگہ سے حاصل ہوگا جو صفائی و پاکیزگی سے متصف ہوگی، مثلاً عبادت خانہ یا وہ جگہ جو نماز و تسبیح وغیرہ سے مخصوص ہو، ایک رمالہ عورت نے پیشینگوئی کی دو ہی تین دن میں ملجائیگا اور ایک گورے رنگ کی خوبرو عورت خوشی خوشی مسکراتی ہوئی دست مبارک میں رکھدیگی۔

اتفاقاً تیسرے دن وہی مروارید ایک ترک کنیز نے عبادت خانہ میں پایا اور نہایت خوشی کے ساتھ تبسم کناں دست مبارک پر لاکر رکھدیا۔ تینوں کا قول کرسی نشین ہوا،

اس عرصہ میں شاہزادہ بلند اقبال نے پرگنہ دھول پور اپنی جاگیر میں منظور کرا کے دریا افغان کو وہاں کی حکومت پر تعین فرمایا، شاہزادہ کی عرضداشت پہنچنے سے پہلے دھولپور حسب التماس نور محل شہریار کی جاگیر میں بطور تنخواہ مقرر تھا۔ اور شریف الملک ملازم شہریار قلعہ دھول پور پر متصرف

تھا، اسی حال میں دریا پہنچا اور چاہا کہ قلعہ پر قابض ہو، دونوں میں لڑائی چھڑ گئی، اثنائے قتال میں ایک تیر شریف الملک کی آنکھ میں لگا جس سے وہ اندھا ہو گیا اس واقعہ سے بیگم سخت ناراض ہوئی اور اس طرح زمانہ کو ایک فتنۂ تازہ ہاتھ آیا۔

نہضتِ رایاتِ سلطانی بسمتِ لاہور

۲۰ بہمن امرداد ماہ الٰہی کو لاہور کی طرف کوچ ہوا، نور محل کی فتنہ پردازی و شورش طلبی سے قندھار کی خدمت شہریار کو تفویض ہوئی، بارہ ہزاری ذات و آٹھ ہزار سوار منصب ہوا اور طے پایا کہ میرزا رستم شاہزادہ کا اتالیق اور لشکر کا سپہ سالار ہو اور لاہور پہلے پہنچکر سپاہ کی فراہمی میں مصروف رہے۔

مقام ہیراپور میں اعتقاد خاں کشمیر کی صاحب صوبگی پر مامور ہوا، کنور سنگھ راجہ کشتوار کو قید سے آزاد کرا کے پھر ملک کشتوار عنایت فرمایا۔ اور قرار پایا کہ زعفران اور شکاری جانور خالصۂ شریفیہ میں ضبط کر لئے جائیں۔

جب دریائے چناب سے عبور ہو گیا تو میرزا رستم نے لاہور سے آکر سعادت حضوری حاصل کی، اسی تاریخ افضل خاں دیوان شاہزادہ گیتی ستاں شاہجہاں کی عرضداشت لاکر ملازمت سے سرفراز ہوا، اس خلف خاندان خلافت کی تمام ہمت اسی پر مصروف رہی کہ شورش کا جو غبار بلند ہوا ہے نرمی و ملائمت کی آبپاشی سے بیٹھ جائے اور حیا و ادب کا پردہ درمیان سے نہ اٹھنے پائے، اس کے برعکس بد اندیش مفسدوں کا ارادہ یہ ہوا کہ جانبین سے شورش و فساد پیدا ہو، اور شہریار کو پیش پیش رکھنے اور تربیت کرنے کا موقع ملجائے۔

ان بدسگالوں نے آصف خاں پر شاہجہاں کی طرفداری کا اتہام لگا رکھا تھا اور بیگم کا دل، حیلہ پردازی سے لغو اور دور از کار باتیں کہکر اس سے منحرف کر دیا تھا اس لئے جب کبھی اس قسم کا ذکر ہوتا آصف خاں خاموشی میں اپنی عزت جانکر لب نہ کھولتا اور اہل فساد میدان خالی پا کر فتنہ انگیزی کی کوشش کرتے مگر چونکہ خود اس کے اہل نہ تھے اس لئے ان لوگوں نے بیگم کو اس پر آمادہ کیا کہ مہابت خاں کو جو مدت سے آصف خاں کے ساتھ خصومت رکھتا ہے اور شاہجہاں کیساتھ اسے خلوص نہیں کابل سے طلب کرنا چاہتے

تاکہ فتنہ و فسا کے انتظامات کی تکمیل کرے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ ہر چند فرامین اور بیگم کے مہر شدہ احکام مہابت خاں کی طلبی میں صادر ہوتے تھے، سابقہ تعلقات و حالات پر نظر کرکے وہ اس سانحہ کو معقول وجوہ کے ساتھ دلنشین نہ کر سکتا تھا نہ اسے آنے کی جرأت ہوتی تھی اور نور جہاں بیگم کی خدمت میں عرضداشتیں بھیجکر عرض کرتا تھا کہ جب تک آصف خاں درگاہ میں رہے میرا آنا منظور نہیں، اگر حقیقت میں دولت شاہجہانی کی تباہی کا قصد مصمم ہے تو آصف خاں کو صوبہ بنگالہ بھیجدینا چاہیئے اور معتمد خاں کو جو شاہجہاں کا خلیفۂ بیعت ہے سزا دینا چاہیئے تاکہ میں آنے کی جرأت کرکے اس شغل اہم کی ذمہ داری لوں۔

اس مشورہ پر عمل ہوا اور امان اللہ خاں پسر مہابت خاں کو منصب سہ ہزاری ذات و یکہزار و ہفتصد سوار پر سرفراز کرکے حکم دیا کہ اپنے باپ کی جگہ نیابتاً کابل میں رہے اور مہابت خاں یہ تنہا حاضر درگاہ ہو۔

اسوقت جب کہ جلوس بادشاہی لاہور پہونچا، عبد اللہ خاں اپنے محال جاگیر سے آکر عتبہ بوس ہوا۔

نائبان دیوان اعلی کو حکم ہوا کہ شاہجہاں کے محال متعلقہ جو علاقہ حصار اور دوآبہ وغیرہ کے درمیان واقع ہیں شہریار کی جاگیر میں دیدیئے جائیں اور (شاہجہاں) ان محال کی جاگیر کے بدلے صوبہ دکن، گجرات اور مالوہ میں سے جہاں چاہیں متصرف ہوجائیں،

افضل خاں نے ہر چند اس فساد کی اصلاح میں سعی کی کوئی نتیجہ نہ نکلا اور بیگم نے بات کرنے کی بھی اجازت نہ دی، یونہی بے حصول مقصود واپسی کا حکم دے کر شاہزادہ بلند اقبال (شاہجہاں) کے لئے فرمان جاری کردیا کہ صوبہ دکن و گجرات و مالوہ آں فرزند کو عنایت ہوا، ان محال میں سے جس جگہ چاہیں اپنے رہنے کا انتظام کرکے ان حدود کے نظم و نسق میں مشغول ہوں۔ اور جس فوج کو ہم نے قندھار کی یورش کے لئے طلب فرمایا ہے جلد درگاہ والا میں روانہ کریں،، اگرچہ یہ احکام حضرت شاہنشاہی سے منسوب کئے جاتے تھے لیکن ان کو حضرت کے ارادہ و اختیار سے کوئی تعلق نہ تھا، سب بیگم کے ساختہ و پرداختہ تھے ان سب باتوں سے اصل غرض یہ تھی کہ اگر شاہجہاں جاگیر کی ضبطی اور آدمیوں کی علحدگی

راضی ہو کر اس تحکم و تعدی کو برداشت کریں تو تھوڑے ہی دنوں میں ان کی جمعیت و سامان میں بڑا فتور پیدا ہو جائیگا۔ اور اگر اس طرح مزاج شورش پر آمادہ ہو جائے اور خداوند مجازی و قبلہ حقیقی کے ساتھ سوء ادب و گستاخی کی جرأت کریں تو حضرت شاہنشاہی پر لازم و واجب ہوگا کہ اس طرف توجہ فرمائیں (دیکھیں فتنہ پرداز زمانہ کیا نیرنگیاں دکھائے اور کیا واقعات پیش آئیں) ۸۷

اس زمانہ میں خانجہاں فرمان کے مطابق ملتان سے آکر زمین بوسی سے شرف یاب ہوا، ہزار مہر اور ہزار روپیہ بصیغہ نذر اور اٹھارہ عراقی گھوڑے برسم پیشکش حضور میں پیش کئے

حیدر بیگ اور ولی بیگ شاہ عباس کے فرستادے حاضر آستاں ہو کر ایک محبت افزا مراسلہ بلاحظہ میں لائے اور اسی وقت خلعت اور خرچ دیکر رخصت کر دیئے گئے۔

خانجہاں کو جو بعض مصلحتوں سے رخصت کا طالب تھا اسپ و فیل و شمشیر اور خنجر مرصع عنایت کر کے بطور مقدمۃ الجیش متعین فرمایا اور حکم ہوا کہ جب تک شہریار نہ آجائے ملتان میں ٹھہر کر حکم کا انتظار کرے۔ اور آصف خاں کو دار الخلافت آگرہ بھیجا کہ تمام خزائن اشرفی و روپیہ جو عرش آشیانی کے آغاز سلطنت سے اب تک فراہم ہوئے ہوں درگاہ میں لائے۔ اور اس بھیجنے کا اصلی مطلب اس کو اپنے پاس سے جدا کرنا تھا جیسا کہ مہابت خاں نے التماس کی تھی اور اس سے قبل موقع پر اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

شریف وکیل شاہزادہ پرویز کو ایما ہوا کہ بہت جلد شہزادہ کو صوبہ بہار کے لشکر کے ساتھ ہمارے پاس روانہ کرے، اور ایک فرمان مرحمت عنوان خط خاص سے لکھکر آنے کی بہت تاکید کی۔

ان ایام میں جبکہ مزاج اقدس کسی قدر مرکز اعتدال سے منحرف تھا اور شاہ عباس کا تسخیر قندھار کے لئے آنا موجب وحشت و پریشانی خاطر تھا شاہجہاں کی طرف سے ہمیشہ ناملائم باتیں سنکر طبیعت منتشر ہو جاتی تھی اور یہ سانحہ جہاں پناہ پر سخت گراں تھا۔ مجبوراً موسوی خاں کو اس کوکب مراد کے (شاہجہاں) پاس بھیجکر اس کی زبانی ہوش افزا نصیحتیں کہلا بھیجیں اور خان موصوف کو حکم ہوا کہ باطنی ارادوں اور دلی مقاصد سے واقف ہو کر حاضر خدمت ہو۔ تا کہ جو کچھ مقتضائے وقت ہو عمل میں لایا جائے۔

اس تاریخ کو مہابت خاں نے کابل سے آکر زمیں بوسی کی سعادت سے

سرفرازی پائی اور خلوت میں عرض کی کہ جب تک معتمد خاں درمیان میں ہے شاہجہاں کا ہنگامہ فرو ہونا محال معلوم ہوتا ہے۔ اگر حضرت صریحاً اس کے قتل پر راضی نہ ہوں تو کسی کام کے بہانہ سے کابل روانہ کریں تاکہ میں اس کا خاتمہ کردوں، اسی حال میں آگرہ سے اعتبار خاں کی عرضی پہنچی کہ شاہجہاں بہت سے لشکر کے ساتھ مانڈو سے اس طرف آرہے ہیں جو ارشاد والا ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اس بنا پر رائے صواب نما کا اقتضا ہوا کہ سیر و شکار کے بہانہ سے دریائے سلطان پور تک چلنا چاہیئے پھر جو کچھ پردۂ غیب سے ظاہر ہو اس کے مناسب عمل کیا جائے۔

ورود موکب جلال جانب دار الخلافت آگرہ

یہ عزم کرکے سترھویں بہمن کو حضرت شاہنشاہی آگرہ کی جانب روانہ ہوئے اسی حال میں اعتبار خاں اور دیگر خدام کی عرضداشت آگرہ سے موصول ہوئی کہ چونکہ شاہزادہ گیتی ستان شاہجہاں کا موکب منصور نہایت عجلت کے ساتھ ان حدود کی طرف متوجہ ہے خانخاناں اور اس کا بیٹا داراب خاں مع دوسرے امرائے متعینہ صوبۂ دکن کے ان کے ساتھ ہے اس لئے خزانہ لانا اور آصف خاں کو روانہ کرنا صلاح نہ دیکھکر احتیاطاً برج و فصیل وغیرہ کے استحکام میں مصروفیت رہی۔

اس عرضی کے ساتھ ہی آصف خاں بھی پہنچا اور شاہجہاں کے آنے کی کما حقہ تحقیق ہوگئی، اب آگرہ کی جانب موکب شاہنشاہی کی روانگی تمام مصالح پر مقدم سمجھی گئی۔ اس لئے دریائے سلطانپور سے عبور فرمایا۔

الحاصل نورجہاں بیگم کی فتنہ سازی سے یہاں تک نوبت پہنچی، نسبت شہریاری کی شامت وجہ شورش بنگئی، جو فرزند اخلاص و رضاجوئی کا دستور العمل تھا اس کو زور و سختی سے جنگ و مقابلہ پر آمادہ کیا گیا اور ایسے بادشاہ کو کبرسنی میں نہایت ضعف و علالت کے باوجود ایسی ہوا میں جو مزاج اشرف کے سخت ناموافق تھی بیٹے کے ساتھ جنگ کی ترغیب دی اس کی پروا نہ کی کہ جس جانب بھی چشم زخم پہنچے گا اسی دولت کا نقصان ہوگا اور سوائے ندامت کے کوئی نتیجہ نہ برآمد ہوگا۔ جن لوگوں کو شاہانہ تربیت کرکے امارت کے رتبہ پر پہونچایا

اور چاہیے تھا کہ وہ شاہزادۂ والا قدر کے ہمرکاب قندھار پر جو آبروئے سلطنت ہے ایک دوسرے سے سبقت لیجاتے ان کو جنگ خانگی میں ضائع کیا۔

اس وقت چند ارباب فساد نے جو اس عداوت کے بیچ بو رہے تھے عرض کی کہ محرم خاں خواجہ سرا، خلیل بیگ ذوالقدر اور فدائی خاں میر توزک شاہزادہ کے ساتھ مراسلت رکھتے ہیں۔ چونکہ وقت اغماض و چشم پوشی کا مقتضی نہ تھا اس لئے تینوں کی نسبت قید کا حکم دیا۔

میرزا رستم نے عداوت کی بنا پر خلیل بیگ کی منافقت کی قسم کھائی۔ نورالدین قلی نے بھی اس کے ساتھ جھوٹی گواہی دی۔ اسی طرح ابو سعید نے محرم خاں خواجہ سرا سے خیانت کرکے چند باتیں جس سے بوئے خوں آتی تھی عرض کیں اور پریشانی و ناسازی مزاج کے عالم میں ان دونوں بیچاروں کے قتل کا حکم ہوا مہابت خاں نے جو ان مظلوم تہمت زدوں کی ہلاکت کے درپے تھا بے تامل و توقف تہ تیغ کردیا۔ صرف فدائی خاں کی جان چرب زبانی سے بچ گئی اور قتل سے محفوظ رہا۔

اس اثنا میں دارالخلافت سے اعتبار خاں کی عرضی گزری کہ شاہجہاں ایک بے شمار لشکر کے ساتھ نواح اکبرآباد میں آکر فتح پور میں توقف پذیر ہیں۔ اور موسوی خاں نے فتح پور میں ملازمت حاصل کرکے احکام شاہی پہونچا دیئے اور مقرر ہوا ہے کہ قاضی عبدالعزیز مشارالیہ کی رفاقت میں متوجہ درگاہ ہوکر ان (شاہجہاں) کا مطلب عرض اقدس تک پہونچائے۔

صورت واقعہ یہ تھی کہ جب افضل خاں سے درگاہ میں کوئی کام نہ نکلا ہر چند اصلاح فساد کی کوشش کی کوئی نتیجہ نہ ہوا، تو مجبوراً مایوس واپس ہوا اور بیگم نے نزاع و مخاصمت سے شاہجہاں کی جاگیر کے محال ظلم و تعدی سے ضبط کرکے شہریار کی تنخواہ میں دے دیئے۔ اور جب نامناسب اور اشتعال انگیز باتیں حضرت شاہنشاہی کی بے التفاتی اور بیگم کی بداندیشی کی نسبت شاہ جواں بخت کو پہونچیں اور یقین ہوگیا کہ جتنی نرمی اور بردباری کام میں لائی جائیگی عاجزی و کمزوری سمجھکر تعدی و تحکم میں اضافہ کیا جائیگا اور اب جو لوگ بڑی امیدیں لیکر اکٹھا ہوگئے ہیں حالات سے مایوس ہوکر بیوفائی کرینگے اس وقت دشواری ہوگی۔ لامحالہ خاطر صلاح اندیش میں یہ آئی کہ شاہزادہ پرویز کے

پہنچنے اور اطراف و اقطار ممالک سے لشکر جمع ہونے سے پہلے پدر بزرگوار کی خدمت میں جانا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ یہ حجاب درمیان سے اٹھ جائے اور یہاں تک نوبت نہ آئے کہ طرفین کو ندامت ہو۔

مختصر یہ کہ دریائے لودیانہ کے کنارے موسوی خاں قاضی عبدالعزیز کیساتھ پہونچا۔ چونکہ مزاج اشرف نورمحل کی تحریک و فساد انگیزی سے مکدر ہوچکا تھا اس لئے قاضی کو گفتگو کی اجازت نہ دیکر مہابت خاں کے حوالہ فرمایا کہ قید رکھے۔

جب موکب جہانگیری سرہند سے آگے بڑھا امراء اور تمام بندگان بارگاہ اپنی جاگیر کے محال سے آکر زمیں بوس ہوئے۔ جن میں سے راجہ نرسنگدیو بوندیلہ نے فوج آراستہ کر کے ملاحظہ میں پیش کی۔ آصف خاں کرنال میں حاضر خدمت ہوا، نوازش خان پسر سعید خاں نے گجرات سے آکر آستان خلافت پر ناصیہ سائی کی عزت حاصل کی غرض دارالملک دہلی پہونچنے تک بہت سی جمعیت سایۂ دولت میں جمع ہوگئی۔

سید بہوہ بخاری، صدر خاں، اور راجہ کشنداس دہلی میں حاضر خدمت ہوئے۔ باقر خاں نے صوبۂ اودھ سے ایک آراستہ فوج لاکر ملاحظہ میں پیش کی، راجہ گردھر پسر رائے سین درباری نے ملازمت سے سعادت پائی۔

اس یورش میں تدبیر امور و ترتیب افواج کا مدار مہابت خاں کی صوابدید پر موقوف تھا، فوج ہراول کی سرداری عبداللہ خاں کے تفویض تھی۔ اس کی نسبت حکم تھا کہ اردو سے ایک کوس آگے اترا کرے اور اخبار رسانی اور راستوں کے انتظام کی خدمت بھی اسی کے متعلق رہے۔

سال ہژدہم جلوس مبارک

شب چارشنبہ ۲۰ رجمادی الاول ۱۰۳۲ھ کو نوروز کے وقت جلوس میمنت مانوس کا اٹھارھواں سال آغاز ہوا۔

راجہ جے سنگھ نبیرۂ راجہ مان سنگھ اپنے وطن سے آکر سندھ میں باریاب ہوا، اس وقت خبر آئی کہ شاہزادۂ والاشکوہ اپنی سعادت جبلی و حق شناسی سے طے نہیں کرسکے کہ اس لشکر و جمعیت کے ساتھ مقابلہ پر آئیں مبادا ایسی نوبت آئے جس کا تدارک مشکل ہو،

مجبوراً راہ راست سے جدا ہو کر خان خاناں اور بہت سے خدام کے ساتھ پرگنہ کوٹلہ کی طرف روانہ ہو گئے جو مشہور رستہ سے بائیں جانب بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے،

چونکہ عبداللہ خاں نے یہ تصفیہ کیا تھا کہ جب افواج باہم نزدیک ہوں اور قابو ملے تو خود کو شاہجہاں کی خدمت میں پہونچاؤں اس لئے شاہزادہ نے راجہ بکرماجیت، داراب خاں پسر خان خاناں اور بہت سے ملازموں کو لشکر منصور کے مقابلہ میں چھوڑا اور اس سے نظر دوربیں کا مطمح نظر یہ تھا کہ اگر بیگم کی تحریک سے کوئی فوج مقابلہ ومقاتلہ کیلئے نامزد ہو تو یہ لوگ اس کو نظر میں رکھیں تاکہ اس فساد کا گرد وغبار جو ناہنجار زمانہ کی فتنہ کاری سے برپا ہو گیا ہے لطف ومدارات کی بدولت رفع ہو جائے اور تمام کام پسندیدہ طریقہ پر طے ہو جائیں،

ادھر بیگم نے مہابت خاں کی تحریک سے آصف خاں، عبداللہ خاں، خواجہ ابوالحسن، لشکر خاں، اور نوازش خاں وغیرہ کو پچیس ہزار سواروں کے ساتھ مقابلہ پر بھیجا، اب راجہ بکرماجیت اور داراب خاں بھی افواج ترتیب دیکر سامنے آ گئے۔ عبداللہ خاں جو فرصت کا منتظر تھا، موقع غنیمت جانکر، گھوڑا دوڑاتا شاہزادہ کے لشکر میں شامل ہو گیا،

اس مختصر معرکہ میں زبردست خاں، شیر حملہ، شیر پنجہ پسر شیر حملہ، محمد حسین برادر خواجہ جہاں اور نورالزماں پسر اسد خاں معموری عبداللہ خاں کی فوج سے مارے گئے۔ راجہ بکرماجیت جو عبداللہ خاں کے ارادہ سے آگاہ تھا داراب خاں کے پاس دوڑا کہ اس کے آنے کی خوشخبری پہونچائے۔ مگر قضا تاک میں تھی یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا، اور کسی نامعلوم شخص کی گولی نے راجہ کا کام تمام کر دیا۔ راجہ کے ختم ہوتے ہی انتظام افواج کا شیرازہ برہم ہو گیا۔ باوجودیکہ عبداللہ خاں جیسا شخص فوج ہراول کی سرداری کو ویران کر کے شاہزادہ کی خدمت میں پہونچ چکا تھا تاہم داراب خاں اور دوسرے سرداران لشکر پاؤں نہ جما سکے۔

اس طرف عبداللہ خاں کے آنے سے افواج کا انتظام خراب ہو گیا اس طرف راجہ بکرماجیت کے مارے جانے سے دست ودل بیکار ہو گئے۔ آخر دن کو طرفین کی فوجیں اپنی اپنی جگہ مقیم ہوئیں۔

غرض ان حالات میں حضرت شاہنشاہی کا موکب منصور حوالی اکبرآباد سے گزر کر اجمیر روانہ ہوا، شاہجہاں نے مانڈو کا رخ کیا،

تالاب فتحپور کے کنارے اعتبار خاں خواجہ سرا نے عتبۂ سلطنت پر سر جھکا کر جبین سعادت پر نور کی، چونکہ قلعۂ آگرہ کی حفاظت میں شرائط و لوازم بندگی میں پیش از پیش تندہی کی تھی اس لئے عواطف و نوازش خسروانہ سے مرادوں میں کامیاب ہوا۔ حضرت نے ششش ہزاری ذات و پنجہزار سوار منصب عنایت کر کے خلعت مع شمشیر مرصع اور اسپ و فیل خاصہ مرحمت فرمایا اور واپسی کی اجازت دی۔

دس اردی بہشت کو حوالی پرگنہ ہنڈون میں پڑاؤ ہوا، چونکہ شاہزادہ پرویز نواح اردو میں آچکے تھے اس لئے حکم ہوا کہ امرائے عظام استقبال کریں۔ ماہ مذکور کی گیارھویں کو نصف روز گزرنے کے بعد اختر شناسوں کے مشورہ سے اچھی ساعت میں شاہزادہ نے زمین بوسی کی سعادت حاصل کی۔ حضرت نے بڑے شوق محبت سے آغوش مبارک میں لیکر نہایت شفقت ظاہر فرمائی۔ اسی موقع پر صادق خاں بخشی صوبہ پنجاب کی حکومت و حراست پر سرفراز ہوا۔ اسی حالت میں اطلاع پہونچی کہ میرزا بدیع الزماں پسر میرزا شاہرخ جو علاقہ پٹن گجرات میں جاگیردار تھا، ایک شب کو اس کے چھوٹے بھائیوں نے بیخبری کی حالت میں نرغہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا۔

اطلاع کے بعد ہی اس کے بھائی اس کی حقیقی ماں کے ساتھ درگاہ والا میں آئے لیکن اس کی ماں جیسا کہ چاہیئے تھا بیٹے کے خون کی مدعی نہیں ہوئی۔ اور ثبوت شرعی نہ پہونچا سکی۔ اگرچہ اس کی فتنہ جوئی اور بدخصالی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اسے بیٹے کے قتل کا افسوس نہ تھا۔ چونکہ ان بدنصیبوں نے بڑے بھائی کی نسبت ایسی بے باکی کا ظہور ہوا تھا اس لئے حکم ہوا کہ بالفعل قید رکھیں۔ اس کے بعد جیسا مناسب ہوگا کیا جائیگا۔

شاہزادہ پرویز کا لشکر شاہی کیساتھ مانڈو روانہ ہونا

جب معلوم ہوا کہ شاہزادۂ بلند اقبال شاہجہاں گھاٹی چاندا کی راہ سے ہو کر مانڈو روانہ ہو گئے تو پچیس ۲۵ اردی بہشت کو شاہزادۂ پرویز عساکر جہاں شکوہ کے ساتھ جو سایۂ عالم سلطانی میں فراہم تھے ان کے تعاقب کے لئے بھیجے گئے۔

شاہزادۂ کامگار کی عنان اختیار اور عساکر اقبال کا مدار انتظام مہابت خاں

کی مصلحت اندیشی سے متعلق ہوا۔ جن امرا کو شاہزادہ کی ہمراہی کی عزت عطا ہوئی وہ یہ ہیں۔ خان عالم، راجہ نرسنگھ دیو بندیلہ، راجہ کشن سنگھ کچھواہہ، سربلند رائے، لشکر خاں منصور خاں، راجہ جے سنگھ، سورج سنگھ، فاضل خاں، رشید خاں، راجہ گردھر، خواجہ میر عزیز اللہ، اسد خاں، سید ہزبر خاں، اکرام خاں وغیرہ چالیس ہزار سوار اور ایک بڑا توپ خانہ مع بیس لاکھ روپیہ خزانہ ساتھ کیا گیا۔ فاضل خاں لشکر کی واقعہ نویسی اور بخشی گری کی خدمت پر مقرر ہوا۔

یکم خورداد کو شاہزادہ داور بخش پسر سلطان خسرو کو ملک گجرات کا صاحب صوبہ مقرر کر کے منصب ہشت ہزاری ذات و سہ ہزار سوار اور دو لاکھ روپیہ نقد مدد خرچ مرحمت فرمایا اور خان اعظم کو اتالیقی کے منصب پر عزت دیکر ایک لاکھ روپیہ بطور امداد عطا فرمایا۔

آصف خاں کو ولایت بنگالہ و اڑیسہ کی صاحب صوبگی کا پروانہ عنایت کیا گیا۔ ۳۱ خورداد ۱۸ جلوس مطابق ۱۹ رجب ۱۰۳۲ھ کو دار البرکہ اجمیر میں وارد ہوئے یہیں مریم زمانی کے انتقال فرمانے کی خبر ملی۔ خدا غریق رحمت کرے۔

جگت سنگھ پسر رانا کرن اپنے وطن سے آکر حاضر خدمت ہوا، ابراہیم خاں فتح جنگ حاکم بنگالہ نے چونتیس زنجیر ہاتھی برسم پیشکش ارسال کئے تھے وہ ملاحظۂ مبارک میں پیش ہوئے۔

اس وقت متصدیان صوبہ گجرات کی عرضداشت سے عبد اللہ خاں اور صفی خاں پسر امانت خاں و دیگر ملازمان شاہی کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی اس کا حال معلوم ہوا جس کی اجمالی کیفیت یہ ہے کہ ولایت گجرات شاہجہاں کی جاگیر میں مقرر تھی اور راجہ بکرماجیت ہی اس ملک کا صاحب صوبہ بنا جس وقت حضرت شاہنشاہی نے مانڈو سے کوچ فرمایا، راجہ بکرماجیت حسب الحکم اپنے بھائی کنہر داس کو احمد آباد میں چھوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور حوالی دہلی میں اپنے آقا پر جان فدا کر دی۔ چنانچہ یہ واقعات موقع پر بیان کئے جا چکے ہیں اور جب مراجعت فرما کر مانڈو کی طرف متوجہ ہوئے تو گجرات عبد اللہ خاں کو مرحمت کر کے کنہر داس کو اس صوبہ کے دیوان صفی کے ساتھ خزانہ اور تخت مرصع قیمتی پانچ لاکھ اور پرتلۂ شمشیر قیمتی دو لاکھ روپیہ

والد بزرگوار کی خدمت میں پیشکش بھیجنے کے لئے اپنے پاس طلب فرمایا۔

عبد اللہ خاں نے اپنے خواجہ سرا وفادار کو اس ملک کی حکومت پر نامزد کیا و چند بے سروپا لوگوں کے ساتھ احمد آباد آکر متصرف ہوگیا، صفی نے دولتخواہی درگاہ کا قصد مصمم کرکے سپاہیوں کی نگرانی اور جمعیت کی فراہمی پر ہمت صرف کی اور کنہر داس سے چند روز پہلے شہر سے نکلکر کاکریہ تال کے کنارے منزل کی۔ اور وہاں سے محمود آباد روانہ ہوگیا، ظاہر میں یہ ثابت کرتا تھا کہ شاہجہان کی خدمت میں جارہا ہوں باطن میں ناہر خاں سید دلیر خاں، بابو خاں، افغاں اور دوسرے بندگان شاہی کیساتھ جو اپنے محال جاگیر میں مقیم تھے مراسلت سے اظہار دولت خواہی کرکے موقع کا منتظر تھا۔

صالح فوجدار علاقہ بتلاد نے حالات کا رنگ دیکھکر معلوم کیا کہ صفی کا ارادہ کچھ اور ہے بلکہ کنہر داس بھی اس حقیقت سے آگاہ ہوگیا تھا لیکن چونکہ صفی کے پاس جمعیت بہت فراہم ہوگئی تھی اور حزم و احتیاط کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم رکھتا تھا اسلئے اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ صالح جو ایک واقف کار سپاہی تھا اس اندیشہ سے کہ مبادا صفی بے باک ہوکر خزانۂ شاہی پر دست تصرف دراز کر بیٹھے دوربینی سے کام لیکر خزانہ کے ساتھ پہلے روانہ ہوگیا۔ اور تقریباً دس لاکھ روپیہ شاہ والاقدر (شاہجہاں) کی خدمت میں پہونچا دیا، کنہر داس بھی پرولہ مرصع لیکر اس کے پیچھے روانہ ہوا لیکن تخت مرصع گرانی کے سبب سے ساتھ نہ لیجا سکا۔

صفی نے جو میدان خالی پایا تو جن لوگوں کے ساتھ متفق تھا ان کے ساتھ خطوط بھیجکر طے کیا کہ ہر ایک موجودہ جمعیت کے ساتھ اپنی جاگیر کے محالوں سے آناً فاناً چلکر طلوع نیر اعظم کے وقت جو دروازہ سمت راہ میں واقع ہو اس سے شہر میں داخل ہوں۔

پہلے بابو خاں افغاں پرگنہ کریج سے یلغار کرکے سحر کے وقت حوالی شہر میں پہونچکر تھوڑی دیر باغ شعباں میں ٹھہرا کہ دن اچھی طرح روشن ہوجائے اور دوست دشمن میں تمیز ہوسکے، پھر صبح صادق ہونے کے بعد جب شہر کا دروازہ کھلا پایا رفیقوں کا انتظار کئے بغیر سارنگپور کے دروازہ سے حصار احمد آباد میں داخل ہوگیا۔

اس اثنا میں ناہر خاں بھی پہونچکر دروازہ سے شہر کے اندر آگیا۔ عبد اللہ خاں کا خواجہ سرا اس سانحہ سے جو اس کے خیال میں بھی نہ تھا سراسیمہ ہوکر شیخ حیدر نبیرۂ

میاں وجیہ الدین کے گھر پناہ گزیں ہوا اور ان لوگوں نے برج و فصیل کا استحکام کر کے ایک جماعت محمد تقی دیوان اور حسن بیگ بخشی کے گھر بھیجی۔ اور ان کو پکڑوا بلایا شیخ حیدر نے خود آکر بیان کر دیا کہ عبد اللہ خاں کا خواجہ سرا میرے گھر میں ہے وہ بھی فوراً ہاتھ اور گردن باندھ کر گرفتار کر لیا گیا۔

جب ان لوگوں کو شہر کے انتظام سے اطمینان ہوا تو لشکر کو دلاسا دینے اور جمعیت فراہم کرنے میں مصروف ہوئے۔ نقد و جنس میں سے جو کچھ ہاتھ آیا جدید و قدیم لوگوں کو تقسیم کر دیا یہاں تک کہ تخت مرصع جس کی نظیر مشکل ہے توڑ کر اس کے سونے سے جدید نوکروں کی تنخواہ تقسیم کی اور جواہر پر خود متصرف ہوئے الغرض تھوڑی مدت میں ان لوگوں کے پاس خاصی تعداد میں فوج جمع ہو گئی۔

جب یہ خبر مانڈو پہونچی تو عبد اللہ خاں شاہ والا قدر (شاہجہاں) سے رخصت لیکر کومک و مدد پر توجہ دئے بغیر چار پانچسو سواروں کے ساتھ منزل بہ منزل چلتا بیس روز میں مانڈو سے بڑودہ پہونچا، صفی اور ناہر خاں شہر سے نکلکر تال کاکریہ کے کنارے صف آرا ہوئے، جب عبد اللہ خاں کو کثرت غنیم کی اطلاع ملی تو چند روز بڑودہ میں توقف کیا تاکہ کومک آجائے۔ چند روز کے بعد کوچ کر کے محمود آباد میں لشکر آراستہ کیا شہر کے لوگ تال کاکریہ کے کنارے سے اٹھکر موضع بتوہ کے باہر قطب عالم کے مزار کے نزدیک مقیم ہوئے، عبد اللہ خاں محمود آباد سے موضع بارنچہ میں آیا صفی و ناہر خاں نے موضع بانود میں قیام کیا۔ اب دونوں فریقوں کے درمیان تین کوس کا فاصلہ تھا۔

دوسرے دن جانبین سے فوجیں ترتیب دیکر آمادۂ کارزار ہوئے قضائے کار جس جگہ عبد اللہ خاں صف آرا تھا وہاں زقوم کے درخت، تنگ کوچے اور پست و بلند زمین تھی اس بنا پر اس کی افواج کا سلسلۂ انتظام شائستہ نہ رہا۔ پہلے ناہر خاں کا جو لشکر پادشاہی کا ہراول تھا ہمت خاں کے ساتھ مقابلہ ہوا جو عبد اللہ خاں کی فوج کے پیش قدموں میں تھا، ہمت خاں کے ایک گولی لگی جس سے وہ جانبر نہ ہوا، ادھر عبد اللہ خاں کی فوج کے آگے جو ہاتھی تھا وہ بان اور بندوق کی آواز سے روگرداں ہو کر ایک تنگ کوچہ سے جس کے دونوں طرف زقوم کے درخت تھے بہت سے سپاہیوں کو پامال کرتا ہوا بھاگا اس طرح نیرنگی تقدیر سے عبد اللہ خاں شکست کھا کر بڑودہ پہونچا

اور وہاں سے بھروچ گیا، تین روز بھروچ میں گزار کر بندر سورت کی راہ لی اور دو ماہ وہاں رہکر اپنے پریشان آدمیوں کو جمع کرنے اور ایک فوج فراہم کرنے کے بعد شاہ جہاں کی خدمت میں پہونچا۔

جب یہ خبر حضرت شاہنشاہی کو پہونچی تو صفی کو جس نے ایسی خدمت انجام دی تھی ہفتصدی وسیصد سوار منصب سے سہ ہزاری و دو ہزار سوار منصب پر ترقی دیکر سیفخاں خطاب وعلم و نقارہ عطا کیا، ناہر خاں کو بھی منصب سہ ہزاری و دو ہزار و پانصد سوار سے عزت امتیاز عنایت ہوئی سبحان اللہ کجا صفی، کجا عبداللہ خاں۔

این از فلک ست واز حسن نیست

اب کچھ حال موکب گیہاں شکوہ شاہجہانی اور لشکر متعینۂ شاہزادہ پرویز کا بیان کیا جاتا ہے۔

چونکہ عساکر شاہی موکب اقبال کے ساتھ تھا شاہزادہ پرویز چاندا کی گھاٹی سے گزر کر ولایت مالوہ میں آیا۔ شاہجہاں نے فدائیان دولت کے ساتھ قلعہ مانڈو سے اتر کر اپنے سے پہلے رستم خاں کو ایک فوج کے ساتھ مقابلہ پر بھیجا بہاء الدین برق انداز جو بندگان شاہ والا شکوہ (شاہجہاں) کے سلسلہ میں تھا اور رستم خاں کا خاص آدمی تھا مہابت خاں سے قول لیکر گہات میں بیٹھا اور جس وقت لشکروں میں باہم صف آرائی ہونے لگی ازراہ فتنہ انگیزی لشکر باشاہی میں ملگیا۔

رستم خاں جو نہایت معمولی حیثیت کا ناچیز شخص تھا شاہ عالی قدر (شاہجہاں) نے اس کو منصب سہ بیستی سے منصب پنجہزاری وخطاب رستم خانی پر ترقی دیکر گجرات کا صاحب صوبہ مقرر فرمایا تھا اور اس پر بہت اعتماد رکھتے تھے اس وقت جبکہ اس کو لشکر کا سردار کرکے شاہزادہ پرویز کے مقابلہ پر بھیجا وہ بھی حقوق تربیت و نوازش کو نافرمانی سے بدل کر سر پر ذلت و بے حیائی کی خاک ڈالے بھاگتا ہوا مہابت خاں سے جاملا۔ اس کے جاتے ہی تمام فوج منتشر ہوگئی انتظام باقی نہ رہا، اعتماد اٹھ گیا، بہت سے لوگ بیوفائی کرکے فرار ہوگئے۔

جب ان سیاہ دل بے حقیقتوں کا حال معلوم ہوا تو شاہ والا قدر بقیہ جمعیت کو اپنے پاس طلب کرکے نربدا سے پار ہوئے اور وہاں کشتیاں منگوا کر بیرم بیگ بخشی کو

ایک جمعیت کے ساتھ دریا کے کنارے چھوڑا اور خود خان خاناں کے ساتھ قلعۂ اسیر برہانپور کی طرف کوچ کیا۔ اسی زمانہ میں محمد تقی بخشی نے خان خاناں کا خط جو اس نے خفیہ طور پر مہابت خاں کے پاس بھیجا تھا شاہزادۂ والا قدر (شاہجہاں م) کی خدمت میں پیش کیا۔ خط کے عنوان میں یہ شعر مرقوم تھا ؎

صد کس بنظر نگاہ میدارندم　　ورنہ بپرید مے زبے آرامی

لہٰذا خان خاناں کو مع اس کے بیٹے داراب خاں کے گھر سے طلب کر کے وہ نوشتہ خلوت میں دکھایا۔ کوئی قابل سماعت جواب نہ دے سکا، سوائے اس کے، کہ ندامت وشرم سے سر جھکا لے کوئی چارہ نہ دیکھا اس بنا پر اس کو اس کے فرزندوں کے ساتھ دولتخانہ کے متصل نظر بند رکھا جو فال اس نے خود لی تھی کہ ؎ صد کس بنظر نگاہ میدارندم۔ وہی پیش آئی۔

الحاصل جب موکب شاہجہانی قلعۂ اسیر پہونچا، میر حسام الدین پسر میر جمال الدین حسین انجو قلعہ سے نکلکر حاضر خدمت ہوا۔ جہاں پناہ (شاہجہاں) نے خود اہل حرم کے ساتھ قلعہ میں تین روز قیام فرمایا، قلعہ کی حفاظت گوپال داس راجپوت کو تفویض فرمائی جو ایک تجربہ کار سپاہی تھا، اور تمام مصالح قلعہ داری حسب دلخواہ مکمل کر کے بہت سے پرستاران حرم سرا کو غیر ضروری سامان کے ساتھ جس کا ساتھ رکھنا دشوار تھا وہیں چھوڑا اور خود برہانپور کی طرف توجہ فرمائی ۔

اس مدت میں عبد اللہ خاں بھی گجرات سے آکر شاہزادہ کے قدموں میں پہونچ چکا تھا۔ اس لئے چنداں بے اطمینانی نہ تھی ۔

اس طرف شاہزادۂ پرویز اور مہابت خاں نے نربدا کے کنارے پہونچکر ہر چند عبور کی کوشش کی، چونکہ بیرم بیگ نے کشتیاں اس پار لیجا کر راستوں کو توپ و تفنگ سے محفوظ کر لیا تھا، کچھ نہ چلی، چونکہ مہابت خاں حیلہ جوئی وفریب کاری اور عیاریوں میں شیطان کا بھی استاد تھا اس لئے اس نے پوشیدہ طور پر خان خاناں کے پاس خط بھیجکر اس کہن سال دنیا دوست فرتوت کو شیطان کی طرح مردم فریب باتوں سے بہکایا۔ اور خان خاناں نے جہاں پناہ (شاہجہاں) کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ چونکہ زمانہ ناموافق ہو رہا ہے اگر چند روز کے لئے ناکامی گوارا کر کے طرح صلح ڈالی جائے تو بیشک امن عالم اور بندگان خدا کی رفاہیت کا سبب ہو۔ شاہجہاں جو ہمیشہ رفع فساد پر ہمت

مبذول رکھتے تھے اس صورت کو غنیمت سمجھے اور خان خاناں کو خلوت سرائے دولت میں لیجا کر کلام اللہ کی قسم سے اپنی طرف سے اس کو اطمینان دلایا، پھر اس نے بھی مصحف پر ہاتھ رکھکر نہایت سخت قسم کھائی کہ ہرگز جہاں پناہ سے منافقت نہ کریگا اور جس میں دونوں کا نفع ہوگا وہی کریگا،

جہاں پناہ نے (شاہجہاں م) اطمینان قلب کے بعد خان خاناں کو رخصت فرماکر داراب خاں کو اس کے فرزندوں کے ساتھ اپنی خدمت میں رکھا اور یہ طے پایا کہ خان خاناں دریا کے اس طرف توقف کر کے مراسلت کے ذریعہ سے مقدمات صلح مرتب کریں۔

جب صلح اور خان خاناں کی رخصت کی خبر شاہجہاں کے ملازموں کو پہونچی انتظامات میں نقصان پیدا ہوا، اور جو احتیاط گذرگاہوں کے استحکام میں کی جاتی تھی اس میں کمی آگئی۔ یہانتک کہ ایک شب غفلت کے خواب گراں میں بادشاہی فوج کی ایک کارآمد جماعت ہمت کر کے دریا سے عبور کر گئی۔

اُس آدھی رات کو اس شورش و فساد کے ہول سے بہتوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں بیرم بیگ سے مدافعت نہ ہوسکی اور مقابلہ کی تاب نہ لاکر جب تک جنبش کرے بہت سے لوگ دریا سے اتر گئے۔

اس وقت شاہزادۂ پرویز اور مہابت خاں کے خطوط خان خاناں کے پاس آئے، وہ ناحق شناس طومار حقیقت و وفا کو آب عصیاں سے دھو کر مصحف کی قسم شربت کی طرح نگل گیا، اور خدا اور روز جزا کا اندیشہ نہ کر کے منہ سے شرم وحیا کا پردہ اٹھائے مہابت خاں سے ملگیا۔ بیرم بیگ خجالت زدہ سر جھکائے شاہ عالی قدر (شاہجہاں) کی خدمت میں پہونچا۔

جب خان خاناں کی حقیقت اور نربدا سے عبور لشکر شاہنشاہی کا حال اور بیرم بیگ کی آمد کی اطلاع شاہ جواں بخت کو ہوئی۔ تو برہانپور کا قیام مصلحت نہ جانکر باوجود شدت باران وطغیان دریائے پتی سے عبور فرمایا۔ اس پریشانی میں اکثر بندگان دولت بیوفائی کر گے اس دنیا میں مردود اور ہمیشہ کے لئے مطعون ہوئے۔

شاہزادۂ پرویز نے برہانپور پہونچکر چند منزل تعاقب کیا مگر جب شاہ والاشکوہ کا موکب اقبال ولایت قطب الملک کے راستہ سے صوبۂ اڑدیسہ و بنگالہ کی طرف روانہ ہوا، تو واپس ہو کر برہانپور میں ٹھہر گئے۔

توجہ رایات شاہنشاہی طرف کشمیر

جب خاطر قدسی اقبالمند فرزند کی مہم سے ایک گونہ مطمئن ہوئی تو چونکہ ہندوستان کی گرمی مزاج مبارک کو موافق نہ تھی اس لئے دوسری آذر ۱۰۳۲ھ کو سیر کشمیر کا عزم فرمایا۔

آصف خاں کو جسے بنگالہ کا صاحب صوبہ مقرر فرمایا تھا چونکہ نورجہاں بیگم بھائی کی جدائی سے پریشان رہتی تھی اس لئے حکم ہوا کہ واپس آجائے۔

جگت سنگھ پسر راناکرن کو وطن جانے کی اجازت ملی۔ اسی دوران میں عبداللہ پسر حکیم نورالدین کو قتل کا حکم ہوا

اس کے مفصل واقعات یہ ہیں کہ جب دارائے ایران نے اس کے باپ کو زر و سیم کے گمان سے شکنجہ میں کھینچا تو مشارٌالیہ ایران سے بھاگ کر بصد پریشان حالی ہندوستان پہونچا اور اعتمادالدولہ کے وسیلہ سے بندگان درگاہ میں شامل ہوا قسمت کی موافقت سے تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ کا مزاج داں ہو کر خدمتگاران نزدیک میں داخل ہو گیا، پانصدی منصب اور آباد جاگیر صلہ میں ملی۔ لیکن چونکہ تنک حوصلہ تھا طالع نیک سے جھگڑا مول لیکر کفران نعمت و ناسپاسی شروع کی ہمیشہ خدا اور آقائے ولی نعمت کی شکایت کرنے لگا اس اثنا میں کئی مرتبہ حضور میں خبر آئی کہ ہرچند اس کے حق میں عنایت و رعایت زیادہ کی جاتی ہے۔ وہ حق ناشناس شکایت و رنجش میں ترقی کرتا جاتا ہے باوجود اس کے جہاں پناہ سابقہ مراحم پر نظر فرما کر سماعت نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ بے غرض لوگوں سے جنھوں نے محفلوں اور جلسوں میں اسکی بے ادبانہ باتیں سنی تھیں اسکی تحقیق ہوئی اس وقت جہاں پناہ نے ثبوت کے بعد حضور میں طلب کرکے بازپرس فرمائی اور جواب معقول نہ پاکر سیاست کا حکم دیا

نظم زبان سرخ سر سبز مید ہد برباد۔

اس زمانہ میں صادق خاں کوہستان شمالی کے انتظام کے لئے جانب پنجاب رخصت ہوا اور سید بہوہ بخاری نے دہلی کی حکومت و حفاظت پر ممتاز ہو کر عزت حاصل کی۔ علی محمد پسر علی رائے حاکم تبت باپ کی رہبری سے درگاہ میں آکر سعادت اندوز ہوا۔

پانچویں اسفندار مذکور کو سرہند کے باغ نے نزول شہنشاہی سے طراوت

ورونق تازہ پائی۔ دریائے بیاہ کے کنارے صادق خاں اپنے کومک والوں کے ساتھ کوہستان شمالی کے انتظام واستحکام سے مطمئن ہوکر آستاں بوس ہوا اور جگت سنگھ کو جو چند روز سے پہاڑ کی گھاٹیوں میں آتش فساد مشتعل کر رہا تھا مراحم بیکراں کی امید دلاکر ساتھ لایا۔ نورجہاں بیگم کی سفارش سے اس کی خطائیں معاف ہوئیں۔

انھی ایام میں صوبۂ دکن کے مخبروں اور متصدیوں کی عرضیوں سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ شاہجہاں قطب الملک کی سرحد سے گزر کر جانب اوڈیسہ وبنگالہ روانہ ہوگئے۔ اور اس یورش میں ان کے بہت سے ملازم وتربیت یافتہ لوگ خاک ادبار سر پہ ڈالکر بھاگ گئے۔

انھیں میں سے ایک دن کوچ کے وقت ان کے دیوان افضل خاں کا بیٹا میرزا محمد بھی اپنی والدہ وعیال کے ساتھ نکل گیا۔ اس زمانہ میں افضل خاں بیجاپور میں تھا جب یہ خبر شاہ والاقدر (شاہجہاں م) کو پہونچی تو سید جعفر اور خان قلی اوزبک کو اپنے چند معتمدوں کے ساتھ میرزا محمد کے تعاقب میں بھیجا اور حکم دیا کہ جہاں تک ممکن ہو تسلی دلاسا دیکر اس کو زندہ لائیں اور یہ نہ ہوسکے تو اس کا سر لائیں۔ یہ لوگ جتنی جلد ہوسکا مسافت طے کرکے اثنائے راہ میں اس سے ملے، اس نے اس حادثہ سے مطلع ہوکر اپنی والدہ اور متوسلوں کو جنگل کی طرف روانہ کیا اور خود کمان لیکر کھڑا ہوگیا۔ سامنے ایک نہر اور دلدل درمیان میں تھی، سید جعفر نے نزدیک آکر چاہا کہ سخن سرائی وچرب زبانی سے فریب دے مگر باوجود ہر قسم کی امید وبیم کی باتیں کرنے کے اس پر کچھ اثر نہ ہوا، اور شاہ کی خدمت میں واپس لیجانے کی کوئی صورت نہ نکلی، اس نے ان باتوں کا جواب زبان تیر سے دیا اور مردانہ جنگ کرکے خان قلی اوزبک کو چند لوگوں کے ساتھ جان سے مار ڈالا، پھر سید جعفر کو زخمی کرکے خود بھی زخمہائے کاری سے جان دیدی مگر جب تک اس میں ذرا بھی جان باقی رہی بہت سے جانداروں کو موت کے مزے چکھاتا رہا۔

القصہ موکب اقبال شاہی (شاہجہاں) بندر مچھلی پٹن کے راستہ سے جانب اوڈیسہ روانہ ہوا، قطب الملک نے محال متعلقہ کے متصدیوں اور اپنی سرحد کے حکام کو احکام بھیجے کہ غلہ فروشوں اور زمینداروں کو تیار رکھیں کہ غلہ اور تمام اجناس وضروریات لشکر شاہی میں پہونچاتے رہیں اور نقد وجنس کی پیشکش اور میوہ واجناس

وغیرہ متواتر بھیجتے رہیں اور جہاں پناہ کی خدمت کو اپنی سعادت جانیں۔

سال نوزدہم جلوس میمنت مانوس

بروز چہارشنبہ ۲۹ رجمادی الاول ۱۰۳۳ھ ایک پہر دو گھڑی گزرنے کے بعد تحویل آفتاب کے وقت جلوس جہانگیری کا انیسواں سال شروع ہوا۔

جب شاہجہاں کی جانب بنگالہ و اڑیسہ جانے کی تصدیق ہو گئی تو شاہزادہ پرویز اور مہابت خاں کے نام فرمان ہوا کہ صوبۂ دکن کے انتظام و استحکام سے مطمئن ہو کر صوبۂ الہ آباد و بہار کی طرف روانہ ہوں تاکہ اگر صاحب صوبۂ بنگالہ راستہ روکنے اور مقابلہ کرنے سے قاصر رہے تو تم عساکر منصور کے ساتھ مقابلہ کرو۔

حزم و احتیاط پر نظر کر کے عمدۂ سلطنت خانجہاں کو دارالخلافت بھیجا کہ ان حدود میں رہکر حکم کا انتظار کرے، اگر کسی خدمت کی ضرورت ہو اور توجہ دلائی جائے تو فرمان کے مطابق کاربند ہو۔

جس زمانہ میں قاضی عبدالعزیز شاہ والاجاہ (یعنی شاہجہاں) کی خدمت سے ایلچی گری کے لئے آئے تھے حکم اشرف کے بنا پر مہابت خاں نے انکو نظربند رکھا تھا، چند روز کے بعد مہابت خاں نے قاضی کو چار و ناچار اپنا ملازم کر لیا اور برہانپور سے وکیل کی حیثیت سے عادل خاں کے پاس بھیجا۔ اہل دکن نے سچے دل سے بندگی و خیرخواہی اختیار کی، عنبر حبشی نے اپنے ایک معتمد علی شیر کو مہابت خاں کے نزدیک بھیجا اور نوکروں کی طرح عرضی میں نہایت عاجزی و فروتنی ظاہر کی۔ اور وعدہ کیا کہ دیول گاؤں میں مہابت خاں سے ملاقات کریگا اور اپنے بڑے بیٹے کو غلامان درگاہ کے سلسلہ میں داخل کریگا

پھر قاضی عبدالعزیز کا نوشتہ پہونچا کہ عادل خاں کمر خدمت و دولتخواہی باندھکر ملا محمد لاہوری کو جو اس کا مطلق العنان وکیل اور نفس ناطقہ ہے اور تحریر و تقریر میں اس کو ملا بابا کہکر خطاب کیا جاتا ہے پانچ ہزار سوار کے ساتھ روانہ کر رہا ہے کہ ہمیشہ خدمت میں بسر کرے، جو متعاقب زمیں بوس ہوگا۔

چونکہ کئی فرمان تاکید کے ساتھ صادر ہو چکے تھے کہ شاہزادہ پرویز اپنے ساتھ کے لشکر کے ہمراہ بنگالہ کی طرف متوجہ ہوں اس لئے باوجود ایام برسات و شدت بارش

اور مٹی کیچڑ کی کثرت کے برہانپور سے ولایت مالوہ کو کوچ فرمایا، اور مہابت خاں شاہزادہ کو روانہ کرنے کے بعد چند روز ملا محمد لاہوری کی آمد تک شہر میں ٹھہرا۔ لشکر خاں، جادو رائے اودارام، وغیرہ کو متعین کیا کہ بالا گھاٹ جا کر ظفر نگر میں خیمہ زن ہوں جانسپار خاں کو بدستور سابق علاقہ بیر کے لئے رخصت کیا، اسد خاں معموری کو ایلچپور میں قائم رکھا، منوچہر پسر شاہنواز خاں کو جالناپور میں تعینات کیا اور رضوی خاں کو تھانیسر بھیجا کہ صوبۂ خاندیس کی حفاظت کرے۔ اسی طرح ہر جگہ کا انتظام تجربہ کار لوگوں کے سپرد کر کے مطمئن ہوا۔

اسی زمانہ میں ابراہیم خاں فتح جنگ کی عرضداشت بنگالہ سے پہونچی لکھا تھا کہ شاہزادۂ بلند اقبال کی سواری اوڈیسہ میں داخل ہو گئی۔ اب کچھ حال مجملاً ابراہیم خاں اور صوبۂ بنگالہ کا رقم کیا جاتا ہے۔

اول یہ کہ احمد بیگ خاں برادر زادۂ ابراہیم خاں جو اوڈیسہ کا صاحب صوبہ تھا کردھر زمیندار کی مہم پر گیا تھا، اس عجیب واقعہ کی اتفاقی رونمائی سے متردد و متحیر ہو کر اس مہم سے باز آیا اور موضع پیپلی میں جو اس صوبہ کا مستقر حکومت ہے آکر اپنی اشیا ساتھ لئے کٹک روانہ ہوا جو پیپلی سے بنگالہ کی طرف بارہ کوس پر ہے پھر چونکہ مقابلہ کی استطاعت نہیں رکھتا تھا کٹک میں بھی ٹھہرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہاں سے جعفر بیگ کے برادر زادہ صالح کے پاس بردوان چلا گیا اور صورت حالات بیان کی، صالح کو یہ بات بہت بعید معلوم ہوئی، اسے شاہجہاں کے آنے کا یقین نہ آیا۔

ان میں ابھی کوئی تصفیہ نہ ہوا تھا کہ صالح کو ہموار کرنے کے لئے عبداللہ خاں کا نوشتہ پہونچا" اس نے اس وعدہ پر راضی نہ ہو کر قلعۂ بردوان کی مضبوطی کے انتظامات کئے اور اپنے اوپر صلاح و صواب کا دروازہ بند کر لیا۔

ابراہیم خاں یہ خبر سنکر اپنے کئے سے حیران ہوا، اور باوجودیکہ اسکے اکثر مددگار سرحد مگھ اور دوسرے تھانہ جات میں متفرق تھے، اکبر نگر میں پائے ہمت جما کر استحکام حصار و فراہمی سپاہ، استمالت لشکر و حشم اور ترتیب اسباب رزم و پیکار میں مشغول ہوا۔ اس وقت اس کے پاس اس مضمون کا شاہی (شاہ جہاں کی طرف سے) نشان پہونچا کہ حسب تقدیر ربانی و سرنوشت آسمانی جو باتیں اس دولت خداداد کے لائق نہ تھیں ظاہر ہوئیں، اور گردش روزگار سے بہادران لشکر اسلام کو اس جانب گزرنے کا اتفاق

ہوا۔ اگرچہ ہماری نظر ہمت میں اس ملک کی وسعت ایک جولانگاہ سے زیادہ نہیں اور مطلب ہمارا اس سے زیادہ ہے لیکن چونکہ یہ سرزمین پاؤں کے نیچے آگئی ہے اس لئے سرسری طور سے چھوڑی نہیں جاسکتی، اگر جانے کا ارادہ ہو تو تمھارے جان و مال و ناموس سے دست تعرض کوتاہ رکھکر ہم حکم دیتے ہیں کہ اطمینان خاطر کے ساتھ حاضر درگاہ ہو، اور اگر توقف میں صلاح وقت ہو تو اس ملک میں سے جو جگہ پسند ہو اختیار کرکے آسودہ و مرفہ الحال بسر کرو۔

ابراہیم خاں نے جواباً عرض کی کہ جب تک بندگان حضرت شہنشاہی نے یہ ملک اپنے غلام کو سپرد کیا ہے، میرا سر ہے اور یہ ملک، جب تک جان ہے کوشش کرتا رہونگا اور عمر گذشتہ کی خوبیاں معلوم۔ اب حیات مستعار کتنی باقی ہے! بجز اس کے کوئی ارمان و آرزو دل میں باقی نہیں کہ حقوق تربیت ادا کروں، اور راہ وفا میں جان نثار کرکے شہادت کی سعادت سے حیات جاوید حاصل کروں۔

القصہ جب شاہ گیتی ستاں کا موکب اقبال بردوان میں سایہ افگن ہوا تو صالح کوتہ اندیش نے قلعہ مضبوط کرکے گمراہی مول لی۔ عبداللہ خاں نے فرصت نہ دیکر، محاصرہ میں سختی کی، جب معاملہ میں دشواریاں پیدا ہوئیں اور کسی طرف سے کمک کی امید نہ رہی نہ کوئی صورت نجات نظر آئی مجبوراً قلعہ سے نکل کر عبداللہ خاں سے ملا۔ خان موصوف نے اس کو اسیر کرکے ملاحظہ شاہی میں پیش کیا جب یہ پتھر راستہ سے ہٹ گیا تو اکبر نگر کی طرف کوچ ہوا۔

ابراہیم خاں نے پہلے چاہا کہ قلعۂ اکبر نگر کو مستحکم کرکے قلعہ داری کے انتظام میں مصروف ہو، مگر چونکہ حصار اکبر نگر بڑا تھا اور اس قدر جمعیت اس کے ساتھ نہ تھی کہ ہر طرف سے جیسی چاہیئے حفاظت کرسکے اس لئے اپنے بیٹے کے مقبرہ میں جو مختصر سا مضبوط حصار رکھتا تھا، محفوظ ہو گیا۔

اس اثنا میں جو لوگ تھانوں پر متعین تھے اس کے پاس آگئے تھے اور بندگان شاہی بیرون اکبر نگر آکر حصار مقبرہ کو محاصرہ میں لے چکے تھے، اس لئے اب اندر باہر سے آتش جنگ بھڑکنا شروع ہوئی، اس وقت احمد بیگ خاں حصار کے اندر آیا، اُسکے آنے سے ان لوگوں کو ہمت ہوئی، چونکہ اکثر لوگوں کے اہل و عیال دریا کے اس طرف تھے اسلئے عبداللہ خاں اور دریا خاں افغان دریا سے گزر کر اس جانب صف آرا ہوئے۔

ابراہیم خاں یہ وحشت اثر خبر سنکر احمد بیگ کو ساتھ لئے سراسیمہ اس طرف دوڑا، دوسرے آدمیوں کو قلعہ کی حفاظت پر چھوڑا اور جنگی کشتیوں کو جن کو ہندوستان کی اصطلاح میں نواڑہ کہتے ہیں اپنے سے پہلے اس طرف روانہ کر دیا تاکہ سرراہ اس فوج کو روک کر دریا سے عبور نہ کرنے دیں۔

اتفاقاً نواڑہ پہونچنے سے پہلے دریا خاں افغان دریا سے گزر چکا تھا ابراہیم خاں نے یہ معلوم کرکے احمد بیگ خاں کو دریا کے راستہ سے دریا خاں کے پاس بھیجا۔ جب وہ دریا میں پہونچا تو کنارے پر دونوں فریقوں میں مقابلہ ہوا احمد بیگ کے بہت سے ساتھی قتل ہوئے، وہ بھاگ کر ابراہیم خاں کے پاس آیا اور غنیم کے غلبہ و تسلط کی اطلاع دی۔ ابراہیم خاں نے فوراً اس فوج کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا جو مقبرہ کے چار دیواری میں قلعہ بند تھی کہ جلد آئیں امداد کا وقت ہے چند خوش اسپہ نوجوانوں کا ایک گروہ نہایت عجلت کے ساتھ ابراہیم خاں کے پاس پہونچا۔

دریا خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ چند کوس پیچھے ہٹ گیا۔ اور عبداللہ خاں فیروز جنگ چند کوس آگے بڑھ کر زمینداروں کی رہبری سے دریا خاں کے پاس پہونچ گیا۔ اب بالاتفاق اس زمین میں جس کے متصل ایک دریا تھا دوسری طرف گھنا جنگل عرصۂ کارزار آراستہ کیا گیا۔ اور ابراہیم خاں دریا سے اتر کر میدان جنگ میں آیا۔

ابراہیم خاں خود اپنے ساتھ ہزار سواروں کا ایک غول لیکر کھڑا ہوا اور نور اللہ نام ایک سید زادہ کو جو اس صوبہ کے تجویزی منصب داروں میں تھا آٹھ سو سوار کے ساتھ ہراول مقرر کیا، احمد بیگ کو سات سو سواروں کے ساتھ علیحدہ کر دیا۔

دونوں فوجوں میں حرکت ہوئی اور سخت لڑائی شروع ہوگئی نور اللہ مقابل کی تاب نہ لاکر اپنی جگہ سے ہٹ گیا، احمد بیگ خاں مردانہ مقابلہ کرتا اور زخم کھاتا رہا۔ ابراہیم بیگ یہ حال دیکھکر تاب نہ لاسکا اور بیقرار ہو کر بڑھا۔ اس حملہ میں فوجوں کا انتظام ابتر ہوگیا۔ چونکہ تقدیر کچھ اور چاہتی تھی اس لئے اس کے اکثر رفقا بغیر ساتھ دیئے فرار ہوگئے۔

ابراہیم خاں چند لوگوں کے ساتھ نہایت غیرت و حمیت سے قائم رہا۔

ہر چند اس کے آدمیوں نے اس کا گھوڑا پکڑ کے چاہا کہ اس مہلکہ سے نکال لیں راضی نہ ہوا اور کہا کہ میرا وقت اس کا مقتضی نہیں ہے، اس سے بہتر کیا دولت ہو سکتی ہے کہ شہادت کی سعادت نصیب ہو، ہنوز بات پوری نہ ہوئی تھی کہ چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے اور جانستاں زخموں سے اس کا کام تمام کر دیا۔

جو لوگ مقبرہ کے حصار میں محفوظ تھے ابراہیم خاں کی شہادت سے واقف ہو کر ہمت ہار گئے اس وقت بندگان شاہی نے حصار کے نیچے جو سرنگ لگائی تھی اس میں آگ دے دی۔ بہادر جوان ہر طرف سے دوڑ کر حصار کے اندر داخل ہو گئے اس ہنگامہ میں عابد خاں دیوان، شریفا بخشی اور دوسرے روشناس جان نثار تیر و تفنگ سے ہلاک ہوئے اور حصار فتح ہو گیا۔

جو لوگ قلعہ کے اندر تھے اس میں سے بعض سر و پا برہنہ دریا میں گر پڑے اور جن کے اہل و عیال تھے وہ حاضر خدمت ہوئے

چونکہ ابراہیم خاں کے اموال و اشیا اور فرزند ڈھاکہ میں تھے اس لئے موکب اقبال دریا کی راہ سے اس جانب روانہ ہوا۔ احمد بیگ خاں برادر زادۂ ابراہیم خاں موکب منصور سے پہلے ڈھاکہ پہونچ چکا تھا بجز بندگی و فرماں پذیری کے چارہ نہ دیکھ کر مقربان درگاہ کے وسیلہ سے ملازمت سے سرفراز ہوا، حکم اشرف کے مطابق وکلائے سرکار ابراہیم خاں کے اموال ضبط کرنے میں مصروف ہوئے۔ تقریباً چالیس لاکھ روپے نقد علاوہ جنس کپڑوں اور ہاتھیوں وغیرہ کے ہاتھ آئے۔

داراب خاں کو اب تک مقید رکھا تھا اس وقت قید سے نکال کر قسم دینے کے بعد بنگالہ کی حکومت اس کے تفویض کی اور اسکی عورت کو ایک لڑکی ایک بیٹے اور ایک شاہنواز خاں کے بیٹے کے ساتھ اپنے ہمراہ رکھا۔

راجہ بھیم پسر راما کو جسے اس فساد میں اپنی خدمت سے علحدہ رکھا تھا ایک فوج کے ساتھ بطور مقدمۃ الجیش اپنی روانگی سے قبل پٹنہ بھیجدیا، خود عبداللہ خاں اور دوسرے ملازموں کے ساتھ بعد میں روانہ ہوئے۔

صوبۂ پٹنہ شاہزادۂ پرویز کی جاگیر میں تھا، وہاں شاہزادہ کا دیوان مخلص خاں حکمراں تھا الہ یار پسر افتخار خاں اور شیر خاں افغان فوجدار تھے، راجہ بھیم کے پہونچنے

سے ان کے قدم ڈگمگا گئے اور توفیق نہ ہوئی کہ حصار پٹنہ کا استحکام کر کے چند روز لشکر کے آنے تک صبر کریں۔ پٹنہ سے نکل کر الہ آباد کا راستہ لیا اور ایسے ملک کو رائگاں کر کے اپنی سلامتی کو ترجیح دی۔

راجہ بھیم بے محنت و تکلیف شہر میں آکر صوبہ بہار پر متصرف ہو گیا چند دن کے بعد شاہ گیتی ستاں کا مرکب اقبال اس سرزمین کے باشندوں پر پرتو افگن ہوا۔ اس صوبہ کے جاگیر دار حاضری خدمت سے مشرف ہوئے، سید مبارک نے جس کے ذمہ قلعۂ رہتاس کی حکومت تھی قلعہ سپرد کر دیا، اور چینہ کا زمیندار بھی باریاب سعادت ہوا۔

یہاں سے کوچ فرمانے سے قبل عبد اللہ خاں کو الہ آباد اور دریا خاں کو اودھ فوجیں دیگر روانہ فرمایا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بیرم بیگ کو صوبہ بہار کا حاکم بنا کر خود بھی رایت اقبال بلند فرمایا۔

قبل اس کے کہ عبد اللہ خاں جوسا کے راستہ سے گزر جائے، جہانگیر قلی خاں پسر اعظم خاں میرزا کوکہ جو جونپور کا حاکم تھا اپنی جگہ چھوڑ کر میرزا رستم کے پاس الہ آباد پہونچا۔ عبد اللہ خاں تیزی و مستعدی کیساتھ راستہ طے کرتا، قصبۂ جھونسی میں جو دریائے گنگ کے اس پار الہ آباد کے مقابل واقع ہے لشکر آرا ہوا، حضرت جہانپناہی دشاہجہاں، جونپور میں تشریف لائے۔ چونکہ بنگالہ سے جنگی کشتیوں کا عظیم الشان بیڑا ہمراہ لائے تھے اس لئے عبد اللہ خاں نے توپ و تفنگ کے زور سے دریا سے پار ہو کر الہ آباد میں لشکر گاہ بنائی۔

اب کچھ واقعات دکن کے بیان کئے جاتے ہیں، پہلے لکھا جا چکا ہے کہ عنبر حبشی نے اپنے وکیل علی شیر کو مہابت خاں کے پاس بھیجکر نہایت انکسار و فروتنی کا اظہار کیا تھا اس امید میں کہ اس صوبہ کے مہمات کا دار و مدار اس کے ذمہ تفویض ہو اور چونکہ اس میں اور عادل خاں میں نزاع و مخاصمت شروع ہو گئی تھی اس لئے بندگان درگاہ کی اعانت و امداد سے اس پر تسلط و تفوق ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اسی طرح عادل خاں بھی اس کا شر دفع کرنے کے لئے اس صوبہ کا اختیار اپنے قبضۂ اقتدار میں لینے کا خواہشمند تھا آخر عادل خاں کا افسوں زیادہ کارگر ہوا اور مہابت خاں نے عنبر کی طرفداری چھوڑ کر عادل خاں کی خواہش پوری کرنے میں حصہ لیا۔

چونکہ عنبر راست میں حائل تھا اور ملا محمد وکیل عادل خاں کو اس کی طرف سے اندیشہ تھا اس لئے مہابت خاں نے لشکر منصور سے ایک جمعیت بالاگھاٹ پر متعین کر دی کہ رہبری کر کے ملا محمد کو برہانپور پہونچا دے۔

عنبر یہ خبریں سنکر متردد ہوا، اور نظام الملک کے ساتھ قصبہ کھڑکی سے نکلکر قندھار کی طرف روانہ ہوا جو ولایت گولکنڈہ کی سرحد پر واقع ہے اور فرزندوں کو اسباب و سامان کے ساتھ قلعۂ دولت آباد میں چھوڑ کر کھڑکی کو خالی کر دیا۔ اور یہ ظاہر کیا کہ قطب الملک کی سرحد پر اپنی مقررہ رقم وصول کرنے جاتا ہوں۔

جب ملا محمد لاہوری برہانپور پہونچا تو مہابت خاں نے شاہپور تک استقبال کرکے نہایت سرگرمی و دلجوئی ظاہر کی اور وہاں سے اس کے ساتھ شاہزادۂ پرویز کی خدمت میں روانہ ہوا۔ سربلند رائے کو شہر برہانپور کی حکومت پر مامور کرکے جادو رائے اس کے بھائی اور اودارام کو امداد کے لئے مقرر کیا اور پسر جادو رائے و برادر اودارام کو احتیاطاً اپنے ساتھ لیا۔

ملا محمد شہزادہ سے ملا تو یہ طے پایا کہ ملا پانچ ہزار سوار کے ساتھ برہانپور میں رہکر سربلند رائے کے اتفاق سے اجرائے احکام اور انتظام مہمات کی کارروائی کرے اور اس کا بیٹا امین الدین پانچ ہزار سوار کے ساتھ شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اس قرارداد کے ساتھ مشار الیہ کو رخصت فرما کر خلعت و شمشیر مرصع و اسپ و فیل عطا کیا۔ اور اس کے داماد محمد امین کو بھی خلعت و خنجر و اسپ و فیل عنایت ہوا اور پچاس ہزار روپیہ مدد خرچ پسر ملا محمد کو مرحمت فرما کر اپنے ہمراہ لیا۔ مہابت خاں نے بھی اپنی جانب سے ایکسو دس گھوڑے دو ہاتھی ایک نر ایک مادہ اڑسٹھ ہزار روپیہ نقد اور ایکسو دس خوان کپڑوں کے ملا محمد اس کے بیٹے اور داماد کو دئے۔

۱۷ خورداد کو کشمیر حضرت شاہنشاہی کے نزول اجلال سے مشرف ہوا اعتقاد خاں نے کشمیر کے تحفے جو اس مدت میں مہیا کئے تھے بطور پیشکش نذر کئے۔

جب یہ خبر پہونچی کہ پلنگ توش ازبک سپہ سالار نذر محمد خاں نے ارادہ کیا ہے کہ حوالی کابل و غزنین کو تاخت و تاراج کرے، اور خانہ زاد خاں پسر مہابت خاں ان امرا کے ساتھ جو اس کی کمک پر مقرر ہیں شہر سے نکلکر اس مدافعت و مقابلہ میں

مصروف ہیں۔ اس بنا پر غازی بیگ جو مقرب خدمتگاروں سے تھا ڈاک چوکی کے ذریعہ سے روانہ ہوا کہ حقیقت حال سے واقف ہو کر صحیح خبر لائے۔

اس زمانہ میں آرام بانو بیگم جہاں پناہ کی ہمشیرہ کا انتقال ہوا، حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ اپنی اس لڑکی پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں جیسی دنیا میں آئی تھیں ویسی ہی جانب آخرت روانہ ہوئیں۔

غازی بیگ جو خبر گیری کے لئے گیا تھا اس تاریخ حاضر خدمت ہو کر عرض رسا ہوا کہ یلنگتوش نے ہزارجات کے انتظام کے لئے جن کی آبادی حدود غزنین میں ہے اور قدیم سے حاکم غزنین کو وہاں کے لوگ مالگزاری ادا کرتے تھے چتور مضافات غزنین میں قلعہ بنا کر اپنے ہمشیرزادہ کو متعین کیا تھا۔ سرداران الوس نے خانہ زاد خاں کے پاس آکر نالش کی کہ ہم تمہاری قدیم رعایا ہیں، اگر اس کا شر ہم سے دفع کر دو تو بدستور سابق رعیت و فرماں پذیر رہیں ورنہ بمجبوری ان لوگوں کے ملتجی ہو کر اپنے آپ کو ازبکوں کے ظلم و تعدی سے بچائیں۔ خانہ زاد خاں نے ایک فوج ہزارہ والوں کی امداد کے لئے روانہ کی، ازبکوں نے مدافعت کی اور آمادۂ جنگ ہوئے اس دار و گیر میں یلنگتوش کا خواہرزادہ ازبکوں کی ایک جماعت کے ساتھ قتل ہوا، سپاہ منصور اس حصار کو منہدم کر کے فتحمندانہ واپس ہوئی یلنگتوش نے اس خبر سے اپنے کردار پر خجل ہو کر نذر محمد خاں سے التماس کی کہ سرحد کابل پر یورش کر کے خود کو دائرۂ انفعال سے نکالے۔

نذر محمد خاں، اسکا اتالیق اور مخصوص و معتمد لوگ اس جرأت و بیباکی کے روادار نہ ہوئے، بہت اصرار و مبالغہ کے بعد یلنگتوش نے ایک گونہ رضامندی حاصل کی، اب اس مفسد نے ازبک، المانجی اور ہر طبقہ کے جتنے لوگ مل سکے فراہم کر کے ان حدود کا رخ کیا۔ خانہ زاد خاں بھی امرائے سرحد اور ان لوگوں کو جو تھانوں پر متعین تھے جمع کر کے اسباب جنگ کی تیاری میں مشغول ہوا۔

جاں نثار خدام اور بہادر فداکار سب یکدل و یکرو ہو کر رزم طلب ہوئے، اور موضع شیرک درہ میں جو غزنین سے دو کوس ہے لشکر آراستہ کیا۔ وہاں سے فوجیں ترتیب دیکر زرہیں پہنے مقابلہ کو بڑھے، خانہ زاد خاں

منصبداروں اور اپنے باپ کے ملازموں کی ایک جماعت کے ساتھ غول میں قدم جما کر کھڑا ہوا، مبارز خاں افغان، امیر امیے سکھدلن، سید حاجی اور دوسری بہادر فوج ہراول کے پیش قدموں میں قرار پائے، اسی طرح فوج یمین و یسار پس و پیش شائستہ طریقہ پر ترتیب دیکر بتائید الٰہی مقابلہ میں مصروف ہوئے۔

چونکہ ذکر ہوا کرتا تھا کہ اوزبکوں کی فوج تین کوس کے اندر غزنین میں لشکر جمائے ہے اس لئے دولتخواہوں کو خیال ہوتا تھا کہ شاید دوسرے روز فریقین کے مقابلہ کی نوبت آئے۔ قضارا موضع شیر سے تین کوس چلنے پر اوزبکوں کے قراول نظر آئے اور لشکر منصور کے قراولوں نے مردانگی کے ساتھ قدم بڑھا کر جنگ شروع کی شاہی توپ خانہ اور کوہ شکوہ ہاتھی آہستہ آہستہ بان پھینکتے اور توپیں چلاتے رہے اتفاقاً یلنگتوش رات کو آکر ایک پشتہ کے پیچھے ایک عمیق جگہ پر کھڑا اس قصد میں تھا کہ جب لشکر شاہی تھک کر راستہ سے گزرے تو کمین گاہ سے نکل کر حملہ کرے۔ مبارز خاں نے جو فوج ہراول کا سردار تھا غنیم کو دیکھکر ایک دستہ قراولوں کی کمک کے لئے بھیجا ان لوگوں نے بھی یلنگتوش کے پاس آدمی بھیجکر لشکر اور افواج قاہرہ کی آمد سے مطلع کیا۔ لشکر گاہ سے ایک کوس پر غنیم کی فوج نظر آئی۔

اس مردود بارگاہ نے اپنے آدمیوں کو دو فوجوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اسکی ایک فوج لشکر منصور کے ہراول سے مقابل ہوئی دوسری فوج وہ خود ایک گولی کے ٹپہ کے فاصلے پر لئے کھڑا رہا، چونکہ مخالف کی فوج تعداد کے اعتبار سے بہادران فوج ہراول سے زیادہ تھی۔ اس لئے بہادر خاں اپنے غول کی فوج تیزی سے بڑھاتا ہوا انکا پہلے بان اور بندوق سے بہت کام لیا گیا، اس کے بعد جنگی ہاتھی دوڑا کر نبرد آزمائی ہوئی۔ عین اس وقت جب کہ لڑائی پوری سختی کے ساتھ جاری تھی یلنگتوش کمک کو پہونچا، مگر مخالفوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے، اس کی امداد سے کچھ نتیجہ نہ نکلا بہادران لشکر قید و قتل اور تاخت و تاراج میں حیرت انگیز قوت کا ثبوت دے رہے تھے اور نہایت سرگرمی سے سربازی میں مصروف تھے کہ اتنے میں فوج غنیم کے قدم اکھڑے اور ساری فوج دیکھتے دیکھتے بھاگ اٹھی، غلامان بارگاہ نے ان بدبختوں کا قلعہ جہاد تک تعاقب کیا جو میدان جنگ سے چھ کوس کے فاصلہ پر تھا اور مارتے بھگاتے

تقریباً چھ سو آدمی موت کے گھاٹ اتار دئے۔ ہزار راس گھوڑے اور بہت سی زرہیں جو وزن کی وجہ سے راستہ میں پھینکدی تھیں سپاہ منصور کے ہاتھ آئیں[1] اور ایسی فتح حاصل ہوی جو قدیم فتح ناموں کا عنوان بنائی جانیکے قابل ہے (یلنگتوش اصل میں الوس المان قوم کا اوزبک ہے، اس کا نام حستی تھا ترکی یلنگ برہنہ کو کہتے ہیں اور توش سینہ کو، ایک جنگ میں سینہ کھلے لڑائی میں مصروف تھا، اس دن سے عوام کی زبانوں میں یلنگتوش مشہور ہوا، نذر محمد خاں حاکم بلخ کا نوکر ہے یہ لوگ ہمیشہ سرحد خراسان میں غزنین اور قندھار کے درمیان گزر کرتے ہیں، تنخواہ دار نوکر کم رکھتے ہیں تاخت و تاراج پر مدار زندگی ہے یہی حالت اس کی ہے لوٹ مار اور قزاقی میں بہت مشہور ہے، جب دوبارہ سرحد خراسان پر گیا تو داراسے ایران کا سرحدی علاقہ لوٹ لیا، میر سرحد کمزوری کی وجہ سے ان حدود کی رعایا اور باشندوں کو اس کے فتنہ سے نہ بچا سکا، اور شاہ ایران نے اس کے ہاتھوں ایسا نقصان اٹھایا کہ مدت عمر میں کبھی نہ اٹھایا ہوگا)

جن لوگوں سے جنگ میں خدمات شائستہ ظاہر ہوئی تھیں ان میں سے ہر ایک اپنی استعداد و حالت کے لحاظ سے اضافۂ منصب و عنایات پادشاہی سے بہرہ مند ہوا۔ اسی دوران میں فاضل خاں بخشی لشکر دکن کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ جب ملا محمد لاہوری برہانپور گیا اور اولیائے دولت صوبۂ دکن کے ضبط و نسق سے مطمئن ہوے تو شاہزادہ نے مہابت خاں اور دوسرے امرا کے ساتھ ملک بہار و بنگالہ کی جانب کوچ کیا چونکہ خاطر اقدس خان خاناں کی نیرنگ سازی و فتنہ پردازی سے پریشان تھی اور اس کا بیٹا داراب شاہزادۂ والا شکوہ (شاہجہاں) کی خدمت میں تھا اس لئے خیر سگالوں کی صلاح و صوابدید سے اسکو نظر بند رکھا اور ارشاد ہوا کہ شاہزادہ کے دولتخانہ سے متصل ایک خیمہ اس کے لئے استادہ کیا جائے، اسکی بیٹی جانہ بیگم جو شاہزادہ دانیال کے نکاح میں تھی اور اپنے باپ کی شاگرد رشید، باپ کے ساتھ رہنے لگی، اور چند معتمد لوگ اس خیمہ کی نگرانی کے لئے مقرر کئے گئے۔

خان خاناں کو قید کرنے کے بعد اس کے غلام فہیم کو جو اس کا خاص اور معتبر آدمی تھا اور کار آگاہی کے ساتھ بہادر بھی تھا قید کرنا چاہا۔ اس نے آپ کو

یونہی حوالہ نہ کیا اور ہمت کر کے بیٹے اور چند نوکروں کے ساتھ غیرت و مردمی پر جان فدا کر دی۔

غرۂ شہریور کو ویرناک میں جو دریائے بہٹ کا سرچشمہ ہے اور نزہت سرائے کشمیر کی جانفزا سیرگاہوں میں مشہور ہے مہابت خاں کی عرضداشت پہونچی کہ چونکہ لشکر شاہجہاں کے سرداروں نے دریائے گنگ کے راستوں کو مضبوط کر کے کشتیاں اپنے قبضہ میں کرلیں تھیں اس لئے چند روز لشکر عبور نہ کر سکا، بعد ازاں زمینداروں نے بخت و دولت کی رہنمائی سے تیس کشتیاں مہیا کر کے چالیس کوس دریا کے کنارے عبور لشکر کی غرض سے طے کر کے رہبری کی اور عساکر منصور خدا کی حفاظت میں دریا سے گزر گئے۔

"نہضت رایات گرامی طرف"

" دار السلطنت لاہور "

۵ شہریور کو جلوس شاہنشاہی سمت لاہور روانہ ہوا، اس وقت گجرات کے خبر رسانوں کی عرضی سے اطلاع ملی کہ خان اعظم میرزا کوکہ نے گجرات میں اجل طبعی سے انتقال کیا۔

د خان اعظم کا نام عزیز میرزا محمد ہے، حضرت عرش آشیانی کا کوکہ تھا، جہاں پناہ اس کو اپنے تمام رضائی بھائیوں میں زیادہ عزیز و قابل عزت خیال کرتے تھے اور بات چیت میں کبھی عزیز، کبھی میرزا کوکہ اور احیاناً خان اعظم کہکر خطاب فرماتے تھے، بچپن اور لڑکپن سے جہاں پناہ کی خدمت میں گستاخ تھا، چونکہ اس کی والدۂ ماجدہ جیجی انگہ کو نسبت قوی حاصل تھی اور والدۂ حقیقی سے زیادہ اس کی مراعات خاطر ملحوظ تھی اس لئے ہمیشہ اس کی گستاخیوں کو حسن ادب سے نظر انداز فرما دیتے تھے، جیجی انگہ کی رعایت خاطر ہی سے سلطنت آبد قرین میں کوئی بیس شخص اس کی قوم، اولاد، اعمام و خاندان کے مرتبۂ امارت پر پہونچکر صاحب علم و نقارہ ہوئے ہوگئے۔

مشارٌ الیہ تیزی فہم، سلامت بیان، چرب زبانی اور تاریخ دانی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا، نہایت مضبوط طبیعت پائی تھی، خط نستعلیق بہت اچھا لکھتا تھا، میرزا باقر پسر ملا میر علی کا شاگرد ہے، اس پر ارباب استعداد کا اتفاق ہے کہ اسکا قلم مشہور استادوں کے خط سے کسی طرح کم نہ تھا، دعا نویسی میں ید طولی رکھتا تھا لیکن عربی سے ناآشنا تھا۔ اس کا قول تھا کہ میں عربی میں ایک غریب دیہاتی کی مثال رکھتا ہوں۔

وہ کہا کرتا تھا کہ ایک شخص نے ایک بات کہی میں نے اس کو سچ جانا جب اس بات میں مبالغہ کیا تو مجھے شک ہوا اور جب قسم کھائی تو میں سمجھ گیا کہ جھوٹ بولتا ہے۔

وہ لطیفہ گوئی میں ماہر تھا، اس کا ایک لطیفہ ہے کہ دولتمند مردوں کو چار بیویاں کرنا لازم ہیں، ایک عراقی، دوسری خراسانی، تیسری ہندوستانی، چوتھی ماوراءالنہری عراقی مصاحبت و ہمزبانی کے لئے، خراسانی انتظام خانہ داری کے لئے، ہندوستانی تعلقات زناشوئی کے لیے اور ماوراءالنہری کو کوڑے مارنے کے لئے تاکہ جب ان میں سے کوئی کسی تقصیر کی مرتکب ہو تو ماوراءالنہری عورت کو تازیانہ کی سزا دی جائے تاکہ دوسری بیویاں عبرت کریں۔

خان اعظم بے نظیر مصاحب تھا، لیکن خباثت و نفاق میں سرآمد زمانہ تھا، درشت گفتار کج کردار، درشت گو، اور زشت خو تھا۔ ہمیشہ اس تلاش میں رہتا تھا کہ کوئی بات کرنے والا ملے تو کسی عالم کی برائی کرے اور بدترین طریقہ پر لوگوں کی غیبت و بدگوئی میں حصہ لے حضرت عرش آشیانی کی نسبت بہت گستاخیاں کرتا تھا، جہاں پناہ اپنی فطری خوئے کرم و مراحم جبلی سے درگزر کر دیتے تھے اور اس کی والدہ کے حقوق خدمت پر لحاظ فرما کر ہمیشہ فرمایا کرتے تھے میرے اور عزیز میرزا کے درمیان جوئے شیر حائل ہے جس سے میں تجاوز نہیں کر سکتا

خان اعظم جس زمانہ میں بغیر جہاں پناہ کی اجازت کے گجرات سے کشتی پر بیٹھکر خانہ کعبہ کی زیارت کو روانہ ہوا، تو باوجود اس کے کہ بڑی بڑی رقمیں سفر حجاز میں صرف کر چکا تھا تاہم اپنی عزت و ناموس کے خیال سے وہاں کے شرفا و امرا کے ساتھ مقدور سے زیادہ تواضع و تکلف سے پیش آیا اور طرح طرح کی سبکی و خواری اٹھا کر پھر درگاہ والا میں حاضر ہوا۔ جہاں پناہ نے ذرا بھی گرانی خاطر کا اظہار نہ کیا اور

ایسی عنایتوں سے سرفراز فرمایا جو بالکل اس کی امیدوں کے خلاف تھیں۔

داور بخش کو حضور میں طلب کر کے خان جہاں کو گجرات کی صاحب صوبگی پر مامور فرمایا اور حکم ہوا کہ اکبر آباد سے احمد آباد جا کر وہاں کی حفاظت کرے۔

اس تاریخ خبر آئی کہ بنگالہ کے زمینداروں میں سے جو لوگ شاہجہاں کی خدمت میں آ گئے تھے وہ سب نواڑہ (جنگی کشتیاں) مع اس کے لوازم توپ تفنگ وغیرہ ہمراہ لیکر بنگالہ کی طرف بھاگ گئے۔ اب شاہجہاں کنپت کے جنگل میں جس کے چاروں طرف دار عدال و دریائے عظیم پیوستہ ہے ایک مٹی کی حصار بنا کر توپ و تفنگ سے استحکام کرنے کے بعد مطمئن بیٹھے ہیں لیکن وہاں غلہ کی رسد کمتر پہونچتی ہے اور آذوقہ کی طرف سے انکے لشکر میں کسی قدر عسرت کا سامنا ہے، دیکھئے اس کے بعد کیا ہو۔

اسی زمانہ کے قریب طہماسپ قراول نے شاہزادہ پرویز کی خدمت سے ڈاک چوکی پر آ کر گزارش کی کہ ہمنے شاہجہاں سے جنگ کر کے فتح پائی اور وہ شکست کھا کر پٹنہ اور بہار کی طرف گئے ہیں۔"

اس جنگ کی تفصیل یہ ہے کہ چند روز طرفین کے لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا رہے، باوجود اس کے کہ لشکر شاہنشاہی قریب چالیس ہزار سوار کے موجود تھا اور لشکر شاہی میں قدیم و جدید نوکروں میں دس ہزار سوار سے زیادہ نہ تھے، اور ان کے اکثر خیر خواہ جنگ کی صلاح نہ دیتے تھے سب کی رائے کے خلاف راجہ بھیم پسر رانا نے جہالت سے اسقدر مبالغہ و اصرار سے کام لیا کہ "بغیر جنگ کیے میری ہمراہی متصور نہیں اور یہ اس قسم کی آمد و رفت آئین راجپوتی کے منافی ہے وغیرہ" ناگزیر شاہ عالی قدر نے اس کی رعایت خاطر سب پر مقدم رکھکر باوجود عدم استعداد و کمزوری لشکر جنگ کا فیصلہ کیا۔ دونوں فریق لشکر آراستہ کر کے مقابلہ میں آئے، پہلے توپ خانہ حصار سے نکلکر نہایت تیزی سے حملہ آور ہوا افواج شاہنشاہی نے تین طرف سے میدان کو گھیر اولوں کی طرح تیر و تفنگ کی بارش شروع کر دی، راجہ بھیم دشمنوں کی کثرت کا اعتبار نہ کر کے راجپوتوں کی فوج کے ساتھ توسن ہمت کو مہمیز کرتا ہوا بڑھا، اور خود کو شاہزادہ پرویز کی افواج تک پہونچا کہ شمشیر آبدار سے لڑنے لگا۔ جتا جوت نام ہاتھی جو افواج کے آگے تھا

تیر و تفنگ کے زخم کھا کر گر پڑا اس وقت وہ شیر بیشۂ ہمت و دلیری جاں نثار راجپوتوں کے ساتھ نہایت استقلال سے مردمی و شجاعت کا ثبوت دے رہا تھا، یہ حالت دیکھکر جوانان چیدہ و سپاہیان جنگ دیدہ جو شاہزادہ اور مہابت خاں کے گرد و پیش کھڑے تھے ہر طرف سے ہجوم کرکے ٹوٹ پڑے اور اس یکتائے عرصۂ ہمت کو تیغ بیدریغ سے ہلاک کر ڈالا اس بہادر میں جب تک جان باقی رہی برابر لڑتا رہا آخر کو جان نثار کی۔

فوج کے دوسرے سردار کومک و مدد کی توفیق سے محروم رہے توپخانہ کے منتظم جو خلاف احتیاط آگے بڑھ گئے تھے توپیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور توپ خانہ لشکر شاہنشاہی کے ہاتھ آیا۔ دریا افغان بھی تمام افغانوں کے ساتھ جنھوں نے بندگی اختیار کی تھی بغیر جنگ کئے بھاگ گیا، اب یہانتک نوبت پہونچی کہ شاہنشاہی فوجیں حلقہ کی طرح سر سے سر ملائے امنڈ رہی تھیں، سوائے فیلاں علم و نشان اور قورچیاں خاصہ کے جو شاہ جواں بخت (شاہجہاں) کے پیچھے سوار تھے اور عبداللہ خاں کے جو دست راست کی جانب تھوڑے فاصلہ پر کھڑا تھا کوئی شخص نظر نہ آتا تھا۔

اس وقت اس شیر بیشۂ توکل (شاہجہاں) کے سواری کے گھوڑے کو ایک تیر لگا عبداللہ خاں نے باگ پکڑ کر نہایت تاکید و عاجزی کے ساتھ میدان کارزار سے نکالا چونکہ گھوڑے کے زخم سخت لگا تھا، اس لئے اپنی سواری کا گھوڑا لیکر بڑی منت کے بعد اس پر سوار کیا۔ غرض موکب شاہی رزمگاہ سے قلعۂ رہتاس روانہ ہوا۔ چونکہ اس چند روز میں شاہزادہ مراد بخش کی ولادت ہوئی تھی اور نقل و حرکت دشوار تھی اس لئے انکو حمایت ایزدی میں دیکر خدمت پرست خاں اور کوتوال خاں کو چند قابل اعتماد خادموں کے ساتھ ان کی خدمت کے لئے چھوڑا اور دوسرے شہزادگان والاشوکت اور پرستاران حرم سرائے دولت کو ہمراہ لیکر نہایت سنجیدگی و وقار کیساتھ جانب پٹنہ و بہار روانہ ہوگئے۔

اس وقت اہل دکن خصوصاً ملک عنبر کی کئی عرضیاں ان حدود پر توجہ فرمانے کے التماس میں پہونچیں۔ اب ملک دکن کے مجمل سوانح جو جہاں پناہ کی غیبت میں

رونما ہوئے عرض کیے جاتے ہیں
جب ملک عنبر ولایت قطب الملک کی سرحد میں پہونچا تو مقررہ رقم جو ہر سال خرچ سپاہ کے لئے اس سے لیتا تھا اور ان دو برسوں میں وصول نہیں ہوئی تھی اس سے بازیافت کر کے پھر عہد و سوگند سے دل کو یہاں سے مطمئن کرنے کے بعد ولایت بیدر کی حدود میں پہونچا اور عادل خاں کے لوگوں پر جو اس ملک کی حفاظت پر مقرر تھے کمزور و بے خبر ناگہاں پاکر حملہ آور ہوا اور شہر بیدر کو تاراج کر کے وہاں سے فوج اور پوری تیاریوں کے ساتھ ملک بیجاپور پر یورش کی ۔

چونکہ عادل خاں نے اکثر ہوشیار آدمیوں اور اپنے پسندیدہ سرداروں کو ملا محمد لاری کے ساتھ برہانپور بھیج دیا تھا اور اتنی جمعیت کہ اس کے رفع شر کو کافی ہو موجود نہ تھی اس لئے مصلحت وقت اپنی عزت و دولت کی حفاظت میں دیکھ کر قلعہ بیجاپور میں قلعہ بند ہو گیا اور برج و فصیل وغیرہ قلعہ داری کے انتظام میں مشغول ہو کر ملا محمد لاری اور اس لشکر کی طلبی میں جو اپنے امرا کے ساتھ برہانپور بھیجا تھا آدمی بھیجا ۔ اور صوبہ مذکور کے حاکموں کو کئی مرتبہ تاکید و مبالغہ کے ساتھ لکھا کہ میرے اخلاص و دولتخواہی کی حقیقت سب پر ظاہر ہے، میں خود کو منسوبان درگاہ میں سمجھتا ہوں ۔ اس وقت جبکہ عنبر حق ناشناس میرے ساتھ ایسی گستاخی سے پیش آیا میں امید کرتا ہوں کہ تمام خیر خواہ اس صوبہ کے موجودہ سپاہ کے ساتھ کمک پر توجہ کریں تاکہ اس بیہودہ غلام سے راستہ صاف کر کے اس کی بدکرداری کی سزا دی جائے ۔

جس زمانہ میں مہابت خاں شاہزادہ پرویز کے ساتھ الہ آباد کی طرف متوجہ ہوا سربلند رائے کو برہانپور پر حاکم کر کے حکم دیا کہ رائے موصوف تمام مہمات کلی و جزئی میں ملا محمد لاری کے مشورہ سے کام کرے ۔ اور معاملات دکن کے انتظام میں انکی صلاح سے منحرف نہ ہو ۔

جب ملا محمد بہت مصر ہوا، اور مبلغ تین لاکھ ہون جو بارہ لاکھ روپے کے برابر ہوتے ہیں بصیغۂ مدد خرچ لشکر وہاں کے ارباب انتظام کو تقسیم ہو گئے، اور عادل خاں کے خطوط کو کمک کی طلبی میں مہابت خاں کے پاس پہونچے اور مہابت خاں نے بھی اس تجویز سے اتفاق کر کے متصدیان دکن کو لکھا کہ بے تامل و توقف ملا محمد لاری

کے ساتھ عادل خاں کی کومک کو روانہ ہوں، تو ناگریز سربلند رائے چند لوگوں کے ساتھ برہانپور میں مقیم رہا اور لشکر خاں، میرزا منوچہر، خنجر خاں حاکم احمد نگر، جاں سپار (خاں) خاں حاکم بیڑ، رضوی خاں، ترکمان خاں، عقیدت خاں بخشی، اسد خاں، عزیز اللہ، جادورائے، اودارام، اور تمام امرا اور منصبدار جو صوبہ دکن کے علاقوں پر تھے ملا محمد لاری اور عادل خاں کے سرداروں کے ساتھ عنبر کے استیصال کے قصد سے روانہ ہوئے،

جب عنبر کو اس حقیقت کا علم ہوا، تو بندگان بادشاہی کے پاس عرضیاں بھیجیں کہ میں غلامان درگاہ سے ہوں اور سگان آستان کی نسبت مجھ سے کوئی گستاخی و بے ادبی ظاہر نہیں ہوئی، کس تقصیر اور کس گناہ میں میرے استیصال کے درپے ہیں اور عادل خاں کے کہنے اور ملا محمد لاری کی تحریک سے مجھ پر چڑھائی کا قصد ہے، میرے اور عادل خاں کے درمیان اس ملک پر جو سابق میں نظام الملک سے متعلق تھا اور اب وہ خلاف قرارداد عمل کر رہا ہے، جھگڑا ہے اگر وہ بندگان دولت میں سے ہے تو میں بھی غلاموں میں شامل ہوں، مجھے اس کے ساتھ اور اسے میرے ساتھ سمجھ لینے دیجیے جو کچھ مرضی الٰہی ہے ظاہر ہو رہیگی"

مگر امرا نے اس پر کوئی توجہ نہ کی، منزل بہ منزل کوچ کرتے آگے بڑھے ہر چند عنبر نے الحاح وزاری میں اضافہ کیا، انھوں نے تشدد زیادہ ظاہر کیا، مجبوراً بیرون بیجاپور سے اپنے ملک کی حدود میں پہونچا، جب فوجیں نزدیک آگئیں تو عنبر دفع الوقتی اور مدارا کرکے زمانہ گزارنے لگا اور دائیں بائیں چل پھر کے یہ کوشش کرتا رہا کہ جنگ کی نوبت نہ آئے، اور ملا محمد لاری امرائے بادشاہی کے ساتھ اسکے درپے ہو کر فرصت نہ دیتا تھا، وہ جتنی عاجزی و تواضع کرتا تھا ملا محمد لاری کمزوری پر محمول کرکے سختی بڑھاتا جاتا، جب کوئی صورت مفر نظر نہ آئی اور اضطرار دامنگیر ہوا تو جس دن بادشاہ کے آدمی غافل تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ جنگ نہیں کرتا، لشکر کے کنارے آکر نمایاں ہوا، کچھ لوگ نکلے اور دست بدست ہو کے خطرہ سے بھاگ گئے، بعد ازاں عادل خاں کے آدمیوں سے عنبر کے آدمیوں کی جنگ ہوئی (احمد نگر سے پانچ کوس پر جنگ کا فیصلہ کرکے مقابلہ میں آیا -

وقت ضرورت چو نماند گریز　　　　دست بگیرد سر شمشیر تیز

پہلے، عادل خاں کے آدمیوں سے عنبر کے آدمیوں کی جنگ ہوئی ملا محمد لاری جو عادل خاں کے لشکر کا سردار تھا، مارا گیا، اوس کے مرنے سے عادل خاں کی فوج درہم برہم ہوگئی، جادو رائے، اور اودارام بے لڑے فرار ہوگئے، غیرت الٰہی نے اپنا کام کیا، اور بدخصال و کمینوں کی شومی قسمت سے اس لشکر کو سخت شکست ہوئی ۔

اخلاص خاں وغیرہ پچیس نفر عادل خاں کی فوج کے سردار جن پر اس کی دولت کا مدار تھا گرفتار ہوئے، ان میں سے عنبر نے فرہاد خاں کو جس کے خون کا عنبر تشنہ تھا، چشمۂ تیغ سے سیراب کیا اور دوسروں کو قید رکھا، بادشاہی سرداروں میں لشکر خاں، میرزا منوچہر اور عقیدت خاں گرفتار ہوئے، خنجر خاں فوراً احمد نگر پہونچکر قلعہ کے استحکام میں مشغول ہوا، جاں نثار خاں نے بھی پرگنہ بیڑ میں جاکر جو اس کی جاگیر میں تھا، حصار بیڑ کو مضبوط کیا، بقیہ جو لوگ اس ورطۂ ہلاکت سے بچ گئے ان میں سے بعض احمد نگر پہونچے اور بعض برہانپور گئے ۔

جب عنبر کی مراد پوری ہوئی اور جو بات اس کے خیال میں بھی نہ تھی اسکی تائید میں پیدا ہوگئی تو اسیروں کو مسلسل و محبوس دولت آباد بھیجا اور خود احمد نگر جاکر قلعہ کا محاصرہ کیا، لیکن ہر چند کوشش کی اور توپوں سے کام لیا کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی ناکام ایک فوج قلعہ کے گرد متعین کرکے خود جانب بیجاپور مراجعت کی ۔

عادل خاں پھر قلعہ بند ہوگیا، عنبر نے اس کے تمام ملک کو مع حدود متعلقہ بادشاہی جو بالاگھاٹ میں تھیں قبضہ میں کرکے بہت سی فوج اکٹھا کرلی اور قلعہ شولاپور جس پر ہمیشہ نظام الملک اور عادل خاں میں نزاع رہتی تھی محاصرہ میں لیکر یاقوت خاں کو فوج کے ساتھ برہانپور بھیجا، اور توپ ملک میدان دولت آباد سے نکالکر گولہ اندازی زور بازو اور اپنی قوت سے قلعہ شولاپور فتح کرلیا ۔

ان پریشان کن خبروں سے حضرت شاہنشاہی کی خاطر اقدس متردد ہوئی اسی دوران میں مہابت خاں کی التماس پر اس کے بیٹے خانہ زاد خاں کو مع فوج کے کابل سے طلب کرکے باپ کے پاس بھیجا اور صوبۂ کابل خواجہ ابوالحسن کو تفویض ہوا احسن اللہ خاں پسر خواجہ باپ کی نیابت میں کابل کی حکومت و حراست پر مقرر کیا گیا اور حکم ہوا کہ پانچ ہزار سوار، خواجہ کو ضابطۂ دو اسپہ و سہ اسپہ کے مطابق دئے جائیں،

احسن اللہ منصب ہزار و پانصدی ذات ہشتصد سوار اور ظفر خانی خطاب سے سرفراز ہوا، خلعت با شمشیر و خنجر مرصع و فیل اور عنایت علم سے مزید عزت افزائی فرمائی گئی۔

اس وقت مہابت خاں کی عرضداشت ملاحظہ میں پیش ہوئی لکھا تھا کہ شاہجہاں پٹنہ اور بہار سے گزر کر ملک بنگالہ میں آگئے اور شاہزادہ پرویز عساکر منصورہ کے ساتھ ملک بہار پہونچے، اس کے بعد جو ہوگا، عرض کیا جائیگا۔

اوراق گذشتہ میں لکھا جاچکا ہے کہ شاہجہاں نے داراب خاں پسر خان خاناں کو قسم دیکر بنگالہ کی حکومت پر مقرر کرکے بنظر احتیاط اس کی بیوی کو اس کے ایک لڑکے اور ایک بھتیجے سمیت اپنے ہمراہ رکھ لیا، جنگ اور مراجعت کے بعد اس کی بیوی کو قلعۂ رہتاس میں چھوڑ کر داراب خاں کو لکھا کہ گڑھی میں خود کو خدمت میں پہونچائے داراب نے ناراستی و زشت خوئی سے صورت حال کو دوسری روشنی میں دیکھا عرضی بھیجی کہ زمینداروں نے اتفاق کرکے مجھے محاصرہ میں لے لیا ہے اس لئے حضور میں نہیں پہونچ سکتا۔

جب شاہ گردوں رکاب (شاہجہاں) داراب کے آنے سے مایوس ہوئے اور وہ لوگ ساتھ نہ رہے جن سے خاطر خواہ کام نکل سکتے ناچار خفگی سے داراب کے بیٹے کو عبداللہ خاں کے حوالہ کرکے اکبر نگر روانہ ہوئے، اور کارخانجات کا ساز و سامان جو اکبر نگر میں چھوڑ دیا تھا ساتھ لیکر اسی راستہ سے جس سے دکن سے آئے تھے علم مراجعت بلند فرمایا۔

چونکہ داراب خاں نے ایسی ناپسندیدہ حرکت سے ہمیشہ کے لئے خود کو مطعون و مردود بنا لیا تھا اس لئے عبداللہ نے اس کے جوان بیٹے کو قتل کرکے دل کا بوجھ ہلکا کیا، اور ہر چند شاہ حقیقت آگاہ نے آدمی بھیجکر منع فرمایا باز نہ آیا۔

شاہزادہ پرویز نے صوبۂ بنگالہ مہابت خاں اور اس کے بیٹے کی جاگیر میں دیکر عناں معاودت پھیری، زمینداران بنگالہ (جن کے پاس داراب خاں نظربند تھا) کے نام احکام صادر ہوئے کہ خبردار اس سے دست تعرض کوتاہ کرکے روانہ ملازمت کریں۔ وہ ان احکام کے بعد بہت جلد شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا،

جب داراب کے آنے کی خبر حضرت شاہنشاہی کو ہوئی تو فرمان ہوا کہ اس بے سعادت کے زندہ رکھنے میں کیا مصلحت ہے، چاہیئے کہ وہاں پہونچتے ہی اس گمراہ کا سر کاٹ کے درگاہ عدالت پناہ میں روانہ کریں۔ غرض مہابت خاں نے حکم کے مطابق اس کا سر تن سے جدا کر کے ارسال دربار کیا،

چونکہ صوبۂ دکن میں سخت شورش پیدا ہو گئی تھی اور اعیان لشکر میں سے ایک گروہ اسیر نکبت ہو کر قلعۂ دولت آباد میں محبوس تھا اور شاہ جہاں کا موکب جلال بنگالہ سے ملک دکن کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ مجبوراً مخلص خاں کو بعجلت شاہزادہ پرویز کے پاس بھیجا گیا کہ سزاولی کر کے انکو امرائے عظام کے ساتھ صوبۂ دکن روانہ کریں،

اسی زمانہ میں قاسم خاں مقرب خاں کے معزولی کی وجہ سے دارالخلافت آگرہ کی حکومت پر ممتاز ہوا۔ اسی تاریخ کو برہانپور سے اسد خاں بخشی لشکر دکن کی عرضداشت آئی کہ یاقوت حبشی دس ہزار سوار کے ساتھ ملکاپور پہونچا ہے جو شہر سے بیس کوس پر ہے اور سربلند رائے شہر سے نکلکر اس ارادہ میں ہے کہ جنگ کرے۔ اس بنا پر نہایت تاکید کے ساتھ فرمان صادر ہوا کہ کمک اور مدد پہونچنے تک ہرگز جسارت نکرے اور برج و فصیل مستحکم کر کے شہر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھے۔

موکب مسعود کا کشمیر کی طرف متوجہ ہونا

اور بیسویں سال جلوس کا آغاز

آٹھ اسفندارماہ الٰہی کو گلزار کشمیر کی سیر کے لئے موکب مسعود نے کوچ فرمایا۔ شنبہ کے دن دس جمادی الثانی ۱۰۳۳ھ کو آفتاب برج حمل میں آیا اور جلوس کا بیسواں سال برکت وسعادت کے ساتھ شروع ہوا۔

دامن کوہ بھنبر میں بتقریب تفریح ایکسو اکیاون پہاڑی مینڈھے بندوق اور تیر سے شکار ہوئے۔ منزل چنگس ہتی پر جشن نوروز منایا۔ بھنبر سے اس منزل تک بڑے بڑے ارغوان زاروں کی سیر فرمائی۔

چونکہ اس موسم میں پیرپنجال کے کوہ ودر برف سے مالا مال ہوتے ہیں اور ان پر سے

سواروں کا عبور دشوار بلکہ محال ہوتا ہے اس لئے پونچ کی گھاٹی سے کوچ ہوا، اس تالاب میں ایک عجیب پھول نظر آیا، جو اب تک نہ دیکھا گیا تھا، بے تکلف نہایت شاندار تین رنگ کا پھول ہے، ایک سرخ آتشین گل انار کی طرح بعض گل شفتالو کے رنگ کا بعض ابلق سیر دنیم سیر دور سے گل گڈہل کی طرح جو ہندوستان میں ہوتا ہے، لیکن گل گڈہل سے بڑا ہوتا ہے اور اب معلوم ہوتا ہے جیسے خطمی کے پست و بلند پھولوں کا ایک جگہ گلدستہ بنا کر رکھدیا ہے خوش رنگی اور نظر فریبی میں بے نظیر پھول ہے، اس کا درخت درخت توت اور امرود کے برابر بڑا اور پتہ درخت بید مشک کے پتہ کے مشابہہ ہوتا ہے، لیکن برگ بید مشک میں تیز نوک ہوتی ہے اور اس کا پتہ سرے کی طرف سے چوڑا ہوتا ہے اور گرانی میں بھی بید مشک کے برابر ہوتا ہے، اس کا پھول اتنا بڑا ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھوں میں نہیں سماتا، اس کا درخت پر گل ہوتا ہے اور سر سے پاؤں تک گھیر لیتا ہے، اس کو اہل کشمیر کرپوش اور پکلی ودھتور کے آدمی بوہ بہلول کہتے ہیں اور یہ صرف انھیں پہاڑوں پر ہوتا ہے جہاں سات آٹھ دن سے زیادہ برف نہ ٹھہرے اور جلد دور ہو جائے ۔

اس کوہستان میں نارنج بھی ہوتا ہے، دو سال اور تین سال درخت پر بار رہتا ہے میر نصر اللہ عرب اس سرزمین کے جاگیردار سے سنا گیا کہ تقریباً ایک ہزار نارنج ایک درخت میں ہوتے ہیں ۔

جمعہ کی انتیس تاریخ کو نور آباد کی منزل میں جو دریائے بہٹ کے ساحل پر واقع ہے اترنے کا اتفاق ہوا بہنبر کے تالاب سے کشمیر تک جس طرح پیر پنجال کے راستہ میں منزل بہ منزل مکانات اور سیر گاہیں بنائی ہیں اس راستہ میں بھی بنی ہیں اور خیمہ و تمام اسباب فراشخانہ کی کوئی حاجت نہیں پڑتی ۔ ان چند منزلوں میں اردوئے جہانگیری برف و باراں اور شدت سرما کی وجہ سے دشوار گزار گھاٹیوں سے بمشکل پار ہوا، اثنائے راہ میں ایک نہایت خوشنما آبشار نظر آیا۔ جس کو ایک حیثیت سے کشمیر کے اکثر آبشاروں سے بہتر کہہ سکتے ہیں، اس کی بلندی پچاس گز اور عرض چار ہاتھ ہوگا، عمارات کے منصرفوں نے اس کے برابر ایک بڑا چبوترہ بنا دیا تھا، حضرت شاہنشاہی یہاں تھوڑی دیر بیٹھے، چند پیالے نوشجان فرمائے

چشم و دل کو اس پانی کی سیر سے جلا دی۔ اور حکم دیا کہ ایک پتھر کی تختی پر تاریخ عبور لشکر ثبت کیا جائے تاکہ یہ نقش دولت صفحۂ روزگار پر یادگار رہے۔

اس منزل پر لالہ جو عاسن، ارغوان، اور یاسمن کبود کشمیر سے لایا گیا، لوگوں نے عرض کی کہ سیر لالہ کا وقت رو بہ تنزل ہے اور تقریباً گزر چکا ہے، معلوم نہیں شہر میں داخل ہونے تک اتنا وقت رہتا ہے کہ اس کی سیر سے محظوظ ہو سکیں یا نہیں۔ روز یکشنبہ غرۂ اردی بہشت کو قصبۂ بارہ مولا جو کشمیر کے بڑے قصبوں میں ہے ورود شاہنشاہی سے رونق پذیر ہوا، شہر کے لوگوں میں اہل فضل ارباب سعادت، سوداگر، سازندے، قوال اور ہر طبقہ کے آدمی جوق جوق استقبال کیلئے حاضر ہو کر باریاب آستانۂ دولت ہوئے۔

ان دو منزلوں میں شگوفہ زاروں کی خوب سیر ہوئی، بارہ مولا سے بندگان حضرت اور تمام امرا کشتی پر بیٹھکر شہر تشریف لیگئے روز شنبہ اٹھارھویں تاریخ کو ساعت نیک میں کشمیر کی عمارات دلنشین سے گزر ہوا، اگرچہ نور منزل کے باغ میں جو دولتخانہ کے درمیان واقع ہے شگوفہ کی بہار آخر تھی لیکن یاسمن کبود کو دیکھکر دماغ منور و معطر ہو گیا بیرون شہر کے باغوں میں ہنوز شگوفہ کے اقسام دنیا کی رونق بڑھا رہے تھے ؎

باز ایں چہ جوانی و جمال ست جہاں را   زیں حال کہ نو گشت زمیں را و زماں را

چونکہ متواتر معلوم ہوا اور کتب طبی خصوصاً ذخیرہ خوارزمشاہی میں لکھا ہے کہ زعفران کھانے سے ہنسی آتی ہے، اگر کوئی شخص زیادہ کھالے تو اتنی ہنسی آتی ہے کہ ہلاکت کا خوف ہوتا ہے۔ حضرت شاہنشاہی نے ایک گردن زدنی چور کو زنداں سے طلب کر کے اپنے حضور میں پاؤ بھر زعفران جس کے چالیس مثقال ہوتے ہیں کھلایا، اس کی حالت میں ذرا بھی تغیر نہ ہوا۔ دوسرے دن اس کی دگنی یعنی اسی مثقال کھائی گیا، تبسم بھی نہ آیا ہنسی کا کیا ذکر اور مرنا کسے کہتے ہیں۔

غرۂ خورداد کو اسد خاں بخشی دکن کی عرضداشت سے اطلاع ملی کہ شاہجہاں دیول گام پہونچے اور یاقوت حبشی نے عنبر کے لشکر کے ساتھ برہانپور کا محاصرہ کر لیا ہے، سربلند رائے غیرت و حمیت قائم رکھکے لوازم قلعہ داری میں مشغول ہے، محاصرہ کرنے والے ہمیشہ باہر سے لڑتے ہیں مگر کچھ کر نہیں سکتے۔

چند روز کے بعد خبر آئی کہ شاہ جہاں والا قدر نے لعل باغ کے صحن میں بارگاہ اقبال نصب کی، جو کام کے جوان، ان کی خدمت میں تھے کئی بار قلعہ پر حملہ آور ہوئے مگر کچھ نہ کر سکے۔ اس اثنا میں شاہ والا قدر سخت علیل ہو گئے اور بیرون برہانپور کوچ کرکے بالاگھاٹ رو ہن گڑھ روانہ ہوئے، عنبر کے آدمی بھی حصار برہانپور سے ناکام ہو کر عنبر کے پاس گئے۔

جب یہ خبر حضرت شاہنشاہی کو ہوئی تو سربلند رائے کو بے شمار عنایات و مراحم سے سرفرازی بخشی، پنجہزاری ذات و سوار کا منصب اور رامراج خطاب جس سے بڑا کوئی خطاب ملک دکن میں نہیں ہوتا عطا کیا۔

اس تاریخ کو دست غیب عرب جو ملا شنگ پسر شاہزادۂ دانیال اور عبدالرحیم خان خاناں کو طلب کرنے شاہزادۂ پرویز کے پاس گیا تھا ان لوگوں کو لاکر زمیں بوس ہوا اس کو عواطف روز افزوں سے مخصوص کرکے مظفر خاں میر بخشی کو حکم دیا کہ اس کے حالات سے خبردار رہ کر اس کی ضروریات سرکار خاصہ سے پوری کرتا رہے اس کے بعد عبدالرحیم خان خاناں نے سعادت سجود سے جبین خدمت نورانی کی اور بہت دیر تک شرم سے پیشانی زمین سے نہ اٹھائی جہاں پناہ نے اس کی تسلی و دلنوازی کے لئے فرمایا کہ اس مدت میں جو کچھ ظاہر ہوا قضا و قدر کے اثر سے ہوا۔ نہ ہمارے اور تمہارے اختیار سے۔ باوجود ان نافرمانیوں اور خطاؤں کے جو اس سے صادر ہوئیں ان تنبیہوں اور عذابوں کے خیال سے جو اس نے نافرمانیوں کے مقابل اٹھائی تھیں حضرت شاہنشاہی نے حضار دربار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں خود کو اس سے زیادہ شرمندہ پاتا ہوں۔

؎ کرم بین و لطف خداوندگار گنہ بندہ کردست و او شرمسار

پھر ارشاد ہوا کہ بخشی اس کو آگے لاکر مناسب جگہ بٹھائیں۔

اس سے پہلے فدائی خاں کو شاہزادۂ پرویز کے پاس بھیجا تھا کہ مہابت خاں کو ان کی خدمت سے جدا کرکے جانب بنگالہ روانہ کرے اور خان جہاں گجرات سے آکر شاہزادہ کی نیابت میں فخر امتیاز حاصل کرے۔ اس زمانہ میں فدائی خاں کی عرضداشت پہونچی لکھا تھا کہ سارنگپور میں بھی شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہو کر

احکام شاہنشاہی عرض کر دئے گئے، شاہزادے مہابت خاں کی جدائی اور خان جہاں کی ہمراہی پر راضی نہیں ہیں۔ ہر چند میں نے اس باب میں مبالغہ اور تاکید کیساتھ گزارش کی کوئی نتیجہ نہ ہوا، چونکہ اس لشکر میں میرا رہنا بے فائدہ تھا اس لئے سارنگپور میں توقف کر کے خان جہاں کی طلب میں تیز رو قاصد بھیجے کہ بہت جلد اُن حدود کی طرف توجہ کرے۔

الحاصل جب فدائی خاں کی عرضی سے حقیقت حال معلوم ہوئی تو پھر تاکید کے ساتھ شاہزادہ کے نام فرمان صادر ہوا کہ جو کچھ حکم ہوا ہے ہرگز اس کے خلاف دل میں نہ لاؤ اور اگر مہابت خاں بنگالہ جانے پر راضی نہ ہو تو تنہا حاضر در دولت ہو اور تم تمام امرا کے ساتھ برہانپور میں توقف کرو۔

کشمیر سے لاہور کی جانب بندگانِ شاہنشاہی کی مراجعت

اُنیس محرم ۱۰۳۵ھ کو کشمیر سے لاہور کا قصد فرمایا۔ اس سے قبل کئی بار سننے میں آیا تھا کہ کوہ پیر پنجال میں ایک جانور ہما کے نام سے مشہور ہے، اور اس سرزمین کے لوگ کہتے تھے کہ اس کی غذا ہڈی ہے ہمیشہ ہوا میں پرواز کرتا دیکھا گیا ہے، بیٹھا ہوا کم نظر آیا۔ چونکہ حضرت شاہنشاہی کی خاطر اشرف و اعلیٰ ان مقدمات کی تحقیق کا بہت لحاظ رکھتی ہے اس لئے حکم ہوا کہ قراولوں میں سے جو شخص بندوق مار کر حضور میں پیش کریگا، اس کو پانچسو روپیہ انعام دیا جائیگا، اتفاقاً جمال خاں قراول بندوق سے مار کر حضور اشرف میں لایا۔ چونکہ زخم اس کے پاؤں پر آیا تھا اس لئے زندہ و تندرست نظر آیا حکم دیا کہ چینہ دان ملاحظہ کریں تاکہ اسکی غذا معلوم ہو جب چینہ دان کو شگاف دیا تو اس کے پوٹے سے ہڈی کے ریزے نکلے اس کوہستان کے آدمیوں نے عرض کی کہ اس کی خوراک کا مدار استخواں ریزوں پر ہے ہمیشہ ہوا پر اُڑتا رہتا ہے، زمین پر نگاہ رکھتا ہے، جب کوئی ہڈی نظر آتی ہے اپنی چونچ میں لیکر بلند ہو جاتا ہے اور بلندی سے پتھر پر پھینکتا ہے تاکہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے، پھر چگ کر کھا لیتا ہے۔ اس صورت میں ظن غالب یہ ہے کہ مشہور پرندہ ہما یہی ہوگا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہمائے برہمہ مرغاں ازاں شرف دارد کہ استخواں خورد و جانور نیازارد

جثہ و ترکیب میں عقاب سے مشابہ ہے، اس کی چونچ مرغ کے کیس کی طرح ہوتی ہے لیکن مرغ کے کیس میں پر نہیں ہوتے اس میں سیاہ چمکدار پر ہوتے ہیں حضور میں وزن کیا گیا تو چار سو پندرہ تولہ نکلا جس کے ایک ہزار ساڑھے سینتیس مثقال ہوتے ہیں۔

(ان ایام میں سردار خاں برادر عبداللہ خاں نے وفات پائی -)

شنبہ کی مبارک رات کو بتاریخ تیس آذر دولت خانۂ لاہور میں نزول اجلال کا اتفاق ہوا، ایک لاکھ روپیہ خان خاناں کو انعام میں مرحمت فرمایا۔ اس تاریخ آقا محمد ایلچی شاہ عباس زمیں بوسی کی دولت سے سربلند ہوا۔

فدائی خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ مہابت خاں شہزادہ کی خدمت سے رخصت ہو کر بنگالہ روانہ ہو گیا۔

عجیب واقعہ یہ ہے کہ شہزادہ داور بخش نے ایک زرد شیر پیشکش کیا جو بکری سے مانوس ہو کر ایک پنجرہ میں رہتا ہے اور اس بکری کے ساتھ نہایت محبت اور دلچسپی ظاہر کرتا ہے اور جس طرح جانور جفت ہوتے ہیں اسی طرح بکری کو آغوش میں لیکر حرکت کرتا ہے، حکم ہوا کہ اس بکری کو اسکی نظر سے دور لیجا کر چھپا دیں اس پر فریاد و اضطراب ظاہر کیا پھر حسب ارشاد ایک دوسری بکری اسی رنگ اور وضع کی اس قفس میں داخل کی گئی۔ شیر نے پہلے اس کو سونگھا بعد ازاں اسکی کمر منھ سے پکڑ کے توڑ ڈالا، پھر ایک بھیڑ پنجرہ میں پہونچائی گئی اسکو بھی فوراً توڑ مروڑ کر کھا گیا، اس کے بعد پھر وہی بکری اس کے نزدیک لے گئے تو بدستور سابق الفت و مہربانی ظاہر کی، خود چت لیٹ گیا اور بکری کو اپنے سینہ پر بٹھا کر اس کا منہ چاٹنا شروع کیا۔ کسی پالو یا وحشی جانور کو اپنی جفت کا منہ چاٹتے نہیں دیکھا گیا۔

اس زمانہ میں افضل خاں کو دیوانی صوبۂ دکن کی خدمت عطا کر کے ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار کا منصب عنایت ہوا اور خلعت و اسپ و فیل بھی مرحمت فرمایا۔ اور اسی کے ساتھ اس صوبہ کے بتیس امرا کو خلعت بھیجا۔

چونکہ مہابت خاں نے صوبۂ بنگالہ وغیرہ سے حاصل کئے ہوئے ہاتھی ابتک درگاہ والا میں نہ بھیجے تھے اور گراں قدر رقمیں سرکاری مطالبات کی اسکے ذمہ

نکلتی تھیں اور بندگان دولت کے محال جاگیر پربھی تغیر و تبدل کے وقت متصرف ہوگیا تھا اس لئے حکم ہوا کہ دست غیب عرب مشار الیہ کے پاس جاکر جو ہاتھی اس کے پاس فراہم ہیں درگاہ والا میں لائے۔ اور حسابی مطالبات بھی اس سے بازیافت کرے اگر اس کا جواب قرین عقل ثابت ہو تو وہ خود درگاہ میں آکر دیوانیان عظام سے حساب صاف کرلے۔

اسی عرصہ میں فدائی خاں کی عرضی گزری کہ خان جہاں نے گجرات سے آکر شاہزادہ پرویز کی ملازمت حاصل کی۔ اسی مدت میں خان جہاں کی عرضداشت بھی آئی لکھا تھا کہ عبد اللہ خاں شاہجہاں کی خدمت سے جدا ہوگیا۔ اس نے اس فدوی کو اپنے جرائم کا شفیع بناکر ایک تحریر مبنی بر اظہار ندامت و خجالت ارسال کی ہے جہاں پناہ کے کرم و بخشش کے بھروسہ پر بجنسہ اصل تحریر بھیجکر مراحم بیکراں سے امیدوار ہوں کہ اس کی خطائیں معاف فرمائی جائیں (اور اسے اس عطیۂ عظمیٰ سے معاصرین میں سرفرازی و امتیاز کا موقع ملے) اس کے جواب میں فرمان ہوا "این درگاہ درگہ نومیدی نیست اس کی التماس منظور ہوئی"

اس تاریخ کو طہورث شہزادہ دانیال کا بڑا بیٹا شاہجہاں کی خدمت سے علیحدہ ہوکر حاضر بارگاہ ہوا اس سے پہلے اس کا چھوٹا بھائی ہوشنگ زمیں بوسی کی دولت سے سعادت حاصل کرچکا تھا، اس وقت وہ بھی قسمت کی رہنمائی سے آستان قدسی پر پہونچکر انواع مراحم و نوازش سے مخصوص ہوا۔ مزید سرفرازی کیلئے دونوں کو نسبت خویشی میں تسلیم کرکے جس کو سلاطین چغتائی کی اصطلاح میں گورگاں کہتے ہیں خلعت مرحمت فرمایا۔

اپنی بیٹی بہار بانو بیگم کی نسبت طہورث سے اور سلطان خسرو کی بیٹی بانو بیگم کی نسبت ہوشنگ سے کردی، اس وقت راقم اقبالنامہ معتمد خاں بخشیگری کی خدمت سے معزز و ممتاز ہوا۔

"نہضت ہمایوں سمت کابل"

بتاریخ سترہ اسفندار مطابق آٹھ جمادی الثانی سیر و شکار کے عزم سے

کابل کی طرف کوچ ہوا، چند روز بیرون شہر مقام فرما کر جمعہ کے دن ماہ مذکور کی تیئیس[۲۳] کو روانگی ہوئی۔ افتخار خاں پسر احمد بیگ خاں کابل سے صوبۂ بنگش سے احداد کا سر لاکر زمیں بوس ہوا، حضرت شاہنشاہی نے درگاہ بے نیاز میں سر نیاز جھکا کر اس تازہ نعمت عظمیٰ پر شکر کے سجدے ادا کرکے شادیانہ بجانے کا حکم دیا اور فرمان نافذ فرمایا کہ اس آشفتہ دماغ تباہ اندیش کا سر لاہور لیجا کر قلعہ کے دروازہ سے لٹکا دیا جائے ۔

اس مجمل واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب ظفر خاں پسر خواجہ ابوالحسن کابل پہونچا تو سنا کہ یلنگ توش اوزبک شورش و فتنہ انگیزی کے ارادہ سے غزنین میں آگیا ہے مجبوراً اپنے صوبۂ متعینہ کے دوسرے عہدہ داروں کی شرکت لشکر فراہم کیے اور اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا، اس اثنا میں احداد قابو پاکر اس تباہ اندیش کے اشارہ سے تیراہ میں آکر رہزنی اور لوٹ مار کرنے لگا جو بدبخت مفسدوں کا شیوہ ہے، جب لشکر آنے کی خبر ملی تو یلنگ توش کی آنکھیں کھلیں اور اس ارادۂ باطل سے نادم ہوکر اپنے ایک عزیز کو اظہار ملایمت و چاپلوسی کے لئے ظفر خاں کے پاس بھیجا، اولیائے دولت اس طرف سے مطمئن ہوکر اسی تیاری اور فوج کے ساتھ گرد بر کے راستہ سے احداد پر چڑھائی کے لئے چلے، اس کو یلنگتوش کے واپس ہونے اور لشکر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو گھبرا گیا اور مقابلہ کی تاب نہ لاکر اپنی قیامگاہ کوہ لواغر میں پناہ گیر ہوا ۔

اس بدبخت نے کوہ لواغر کو روز بد کی پناہ سمجھکر درہ کے آگے ایک دیوار کھڑی کرلی تھی، اور آلات حرب سے استحکام دیگر ذخیرہ اور تمام اسباب قلعہ داری مہیا کر لئے تھے، "تاہم اولیائے دولت اس کے استیصال پر ہمت کرکے بہت سا نشیب و فراز طے کرنے کے بعد درہ میں داخل ہوئے اور سب نے یکدل ہوکر چاروں طرف سے درہ کی تسخیر میں کوشش کی۔ کوئی پچاس روز سختی کے ساتھ محاصرہ کیا تھا کہ وہ عاجز ہوگیا اور شنبہ کے مبارک دن سات جمادی الاول کو فتح کے نقارہ سے پہاڑ گونج اٹھے صبح سے تین پہر دن تک آتش جنگ بھڑکتی رہی، فدائیان دولت بڑی شان سے لڑے خوب داد شجاعت دی، اس کے بعد وہ درہ مفتوح ہوا، اور احداد کا تمام

سازو سامان مع جائے پناہ بہادراں لشکر کے قبضہ میں آگیا۔

اس وقت ایک احدی شمشیر، گرز، انگشتر، اور ایک چھڑی جو غنیمت میں ملی تھی ظفرخاں کے پاس لایا جس سے یقین ہوا کہ یہ چیزیں اسی نافرمان کی ہیں مزید اطمینان کے لئے ظفرخاں احدی کو ساتھ لئے اس کی لاش پر گیا تو ظاہر ہوا کہ ایک گولی غیب سے لگی جس سے اس گنہگار کی روح واصل جہنم ہوئی۔ ہرچند منادی کی گئی کہ یہ گولی جسکے ہاتھ سے لگی ہو حاضر خدمت ہو، کوئی نہ آیا۔

الحاصل (اس مفسد کا سر سردارخاں کے ساتھ روانہ درگاہ کیا گیا)

ظفرخاں اور دوسرے شائستہ خدمت لوگ جنھوں نے کارہائے نمایاں انجام دئے تھے سب اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق اضافۂ منصب و مراحم شاہی سے سرفراز ہوئے

(اس تاریخ مرزا ہندال کی بیٹی رقیہ سلطان بیگم منکوحۂ حضرت عرش آشیانی کے آگرہ میں وفات پانے کی خبر آئی۔ جہاں پناہ کی بڑی بیوی یہی تھیں، چونکہ ان کے بطن سے اولاد نہ تھی جس زمانہ میں موٹہ راجہ کی بیٹی کے پیٹ سے شاہجہاں پیدا ہوئے تو حضرت عرش آشیانی نے اس یکتائے گوہر خلافت کو بیگم کی تربیت میں دے دیا۔ اور وہ شاہزادہ والا گہر کی تربیت کی کفیل ہوئیں۔ ان کی وفات چوراسی برس کی عمر میں ہوئی)

نویں اسفندارمذ کو دریائے چناب کا ساحل ورود موکب اقبال سے آراستہ ہوا

سال بست و یکم جلوس

شب شنبہ بائیس [22] جمادی الثانی سنہ ۱۰۳۵ھ کو ایک پہر گزرنے کے بعد آفتاب برج حمل میں آیا۔ جلوس مقدس کے اکیسویں سال کی برکتیں آغاز ہوئیں۔

آقا محمد ایلچی شاہ عباس کو رخصت عطا کر کے خلعت مع خنجر مرصع اور تیس ہزار روپیہ خرچ راہ کے لئے نقد مرحمت فرمایا۔ ایک خط شاہی محبت نامہ کے جواب میں لکھا گیا، اور گرز مرصع تمام الماس ایک لاکھ روپیہ قیمت کا کمر مرصع اور شمامۂ عنبر نفیس و نادر بطور تحفہ اس کے حوالہ کیا گیا۔ (تاکہ شاہ کی خدمت میں پہونچا دے م)

اوراق گذشتہ میں دست غیب عرب کا ہاتھی لانے کے لئے مہابت خاں

۱ کے پاس بھیجا جانا تحریر ہو چکا ہے، اس کے ساتھ اس کے بلانے کا بھی ذکر تھا۔

اس زمانہ میں مہابت خاں نے پہلے ہاتھی بھیجدئے پھر خود حوالی اردو میں داخل ہوا اسکی طلبی آصف خاں کی تحریک اور کار پردازی سے ہوئی تھی اور ان کا مقصد یہ تھا کہ مہابت خاں کو ذلیل و بے عزت کر کے اس کے ناموس و مال و جان پر دست تعرض بڑھائیں اور یہ اہم ارادہ نہایت سہولت کے ساتھ پورا کرنا چاہا تھا۔ مہابت خاں زحلالہ اس کے چار پانچ ہزار راجپوت مستعد و خونخوار اور ان میں سے اکثر کی اولاد بھی ساتھ لیکر آیا تھا کہ جب جان پر نوبت آئے اور ہر طرف سے مضطرب و مایوس ہو تو پاس عزت و ناموس کے لئے جہاں تک ممکن ہو ہاتھ پاؤں مارکر اپنے اہل و عیال کے ساتھ جان نثار کر دے۔

ع وقت ضرورت چو نماند گریز دست بگیرد سر شمشیر تیز۔

باوجود اس کے آنے کی اس روش سے لوگوں میں نامناسب خلفشار پیدا ہو گیا تھا اور نواب آصف خاں نہایت غفلت و بے پروائی سے بسر کر رہے تھے جب اس کے آنے کی خبر حضرت اقدس کو ہوئی تو پہلے فرمان ہوا کہ جب تک مطالبات بادشاہی دیوان اعلیٰ کو بے باق نہ کر دے اور اپنے مدعیوں کی مطابق انصاف تسلی نہ کر دے کورنش و ملازمت کا راستہ بند ہے اور جو ہاتھی اس مدت میں فراہم کئے ہوں درگاہ والا میں حاضر کرے۔

مہابت خاں نے اپنی بیٹی برخوردار پسر خواجہ عمر نقشبندی کو بغیر حکم منسوب کر کے بڑی شورش کا اظہار کیا تھا اس لئے اُس کو حضور میں طلب کر کے خواری و بے عزتی کے ساتھ دست و گردن باندھ کر زندان بھیجنے کا حکم دیا اور ارشاد ہوا کہ اس کو جو کچھ مہابت خاں نے دیا ہو فدائی خاں اس سے واپس لیکر خزانۂ عامرہ میں پہونچا دے (اب تھوڑی دیر کے لئے مری بات پر کان لگا دو تاکہ جو مشاہدہ ہوا ہے تمسے بیان کروں۔ تاریخ کی اتنی کتابیں اخبار و آثار سے بھری پڑی ہیں اس سال سے (اس بیان کے سوا) بجلی کا حادثہ کسی زمانہ میں مذکور نہیں غرض) چونکہ قیام دریائے بھٹ کے کنارے واقع ہوا تھا۔ آصف خاں ایسے قوی بازو، جان پر کھیلے ہوئے فریبی و دغاباز دشمن کے ساتھ نہایت غفلت

کے عالم میں اپنے پیر و مرشد کو دریا کے کنارے چھوڑ کر خود عیال و اسباب و سامان اور خدم و حشم کے ساتھ پل کے راستہ سے دریا کے دوسرے کنارے مقیم ہوا۔ اسی طرح محلات عالی کے سامان خزانہ، توشہ خانہ وغیرہ حتیٰ کہ خدمتگار اور بندگان مقرب سب دریا سے عبور کر گئے۔

لہ جب مہابت خاں حق ناشناس سب طرف سے نا امید ہوا تو اس کی دل میں

لہ جب مہابت خاں نے جان لیا کہ اب ناموس اور جان پر آبنی تو مجبوراً اسوقت کہ بندگان درگاہ میں سے کوئی شخص جہاں پناہ کے گرد و پیش نہ تھا۔ چار پانچ ہزار راجپوتوں کے ساتھ جن سے قول و قرار کر چکا تھا اپنی قیامگاہ سے نکلکے پہلے پل پر پہونچا، قریب دو ہزار سوار وہاں متعین کئے کہ اگر کوئی آنے کا ارادہ کرے تو پل میں آگ لگا کر مقابلہ پر اڑے رہیں اور خود دولتخانہ کی طرف متوجہ ہوا، چونکہ راقم اقبال نامہ کو خدمت بخشیگری و میر توزکی دونوں تفویض تھیں اس لئے دریا سے عبور نہ کرکے رات پیش خانہ میں ٹھہر گیا تھا اور نماز و اوراد سے فارغ ہونے کے بعد مصاحب اور دوستوں کے ساتھ مختلف مقالات اور سرگذشتوں کے ذکر میں مصروف تھا۔ اس وقت ایک آواز کان میں آئی کہ مہابت خاں آتا ہے دل میں آئی کہ شاید حرم سرا جاتا ہوگا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ حرم سرا سے گزر کر درگاہ کے نزدیک پہونچ گیا، بات دل سے زبان تک اور زبان سے لب تک پہونچی تھی کہ پیشخانہ فقیر کے دروازہ پر آکر حالات پوچھنے لگا، میں نے بھی اس کی آواز سن لی ناچار تلوار باندھ کر خیمہ سے نکلا۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو میرا نام لیکر حضرت شاہنشاہی کی کیفیت حال دریافت کی، اس وقت دیکھا تو قریب سو راجپوت پیادہ برچھے اور سپر ہاتھ میں اسکے گھوڑے کو درمیان میں لئے چلے آتے ہیں، گرد و غبار کے مارے اس وقت لوگوں کے چہرے اچھی طرح پہچانے نہیں جاتے تھے۔ اب مہابت خاں دروازۂ کلاں کی طرف بڑھا اور میں سراپردہ کے برج سے دولت خانہ میں داخل ہوا۔ چند پاسبان وغیرہ دولت خانہ کے صحن میں نظر آئے اور تین چار خواجہ سرا غسلخانہ کے دروازہ کے آگے کھڑے ہوئے دیکھے گئے کہ اتنے میں مہابت بد انجام سواری پر در دولت تک جا کر گھوڑے سے اترا، جس وقت پیادہ ہو کر غسلخانہ کی جانب لپکا قریب دو سو راجپوت اس کے ہمراہ تھے۔ میں نے سادہ دلی سے آگے بڑھکر کہا کہ یہ سب گستاخی اور بیباکی ادب سے دور ہے، اگر تھوڑی دیر توقف کرو تو فقیر جا کر اطلاع کردے

آئی کہ اس وقت جبکہ اکثر خدام پل سے عبور کرکے اس طرف جا چکے ہیں اور جہاں پناہ کے آس پاس کوئی نہیں ہے اگر میں آستانۂ قدسی پر پہونچوں اور دولت خانہ کو گھیر کر باریابی حاصل کروں تو ایسا کون ہے جو میرا سدراہ ہو اور جبکہ پانچ چھ ہزار سوار میری خدمت میں ہیں تو کسکو میری مخالفت میں دم مارنے کا یارا ہے ادھر امراء اس منصوبہ سے غافل حریف کی چال کو نظر میں نہ لاکر عیش میں مشغول تھے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جو حرکت اس مردود سے ظاہر ہوئی کسی کو اسکا ذرا گمان نہ تھا، نہ عقل کو اس کی تصدیق کی گنجایش تھی، اگر سو میں سے ایک کو بھی اس کا خیال ہوتا اور تھوڑی احتیاط کام میں لائی جاتی تو کس کی مجال تھی کہ ایسی جرأت و بے باکی کا قدم آگے بڑھاتا۔ مختصر یہ کہ صبح کے وقت اپنی جمعیت کیساتھ سوار ہو کر پہلے پل پر پہونچا اور قریب دو ہزار سوار راجپوت وغیرہ وہاں مقرر کئے اور تاکید کی کہ کسی متنفس کو پل سے نہ گزرنے دیں۔ اور اگر امرا عبور کے ارادہ سے ہجوم کریں تو پل کو آگ دیکر مدافعت و مقابلہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہیں، اور خود دولت خانہ کا قصد کیا (اس وقت حضرت غسلخانہ میں استراحت فرما رہے تھے عوام کے شور و غل سے بیدار ہو گئے اور معلوم ہوا کہ مہابت خاں درگاہ میں آ گیا۔ اس اثنا میں وہ بد انجام مراتب عبودیت و بندگی کو نظر انداز کرکے گستاخانہ و بے باکانہ دروازہ غسلخانہ و کلابی بار توڑتا چار پانچ سو راجپوتوں کے ساتھ اندر گھس آیا) مراسم کورنش و زمیں بوسی ادا کئے اور پالکی کے گرد پھر کر عرض کی کہ جب مجھے یقین ہو گیا کہ آصف خاں کی عداوت و کینہ پروری سے رہائی ممکن نہیں اور طرح طرح کی رسوائی و ذلت سے مارا جاؤنگا اس لئے مضطربانہ جرأت و دلیری کرکے خود کو حضرت کی پناہ میں لایا، اگر قتل و سیاست کا سزاوار ہوں تو حضور اشرف اپنے سیاست کا حکم دیں،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷ - کچھ جواب نہ دیا جب غسلخانہ کے دروازہ پر پہونچا تو اس کے ملازموں نے دروازہ کے کواڑ، جو ساہوں نے احتیاط کی غرض سے بند کر دیے تھے، توڑ ڈالے اور دولت خانہ کے صحن میں گھس آئے خادموں میں سے چند لوگ جو حضرت کے گرد و پیش سعادت حضور سے مشرف تھے عرض بیگاہوں میں اس کی گستاخی کی اطلاع کرنے گئے۔ جہاں پناہ خیمہ سے نکلکر پالکی پر جو باہر بیٹھنے کے لئے تیار کی گئی تھی رونق افروز ہوئے

اس وقت اس کے راجپوت سپاہی غول کے غول سراپردہ بادشاہی کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور جہاں پناہ کی خدمت میں بجز دست غیب عرب جو انکا حامی تھا، اور میر منصور بدخشی، جواہر خاں خواجہ سرا ناظر محل، فیروز خاں خدمت خاں خواجہ سرا، بلند خاں، خدمت پرست خاں، فصیح خاں مجلسی اور تین چار اور خاص لوگوں کے سوا کوئی نہ تھا۔

چونکہ اس سگ بیوفا نے مزاج اقدس منغض کر دیا تھا، سخت برہم ہوکر دو مرتبہ قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھکر چاہا کہ دنیا کو اس سگ ناپاک کے وجود سے پاک کردیں ہر مرتبہ میر منصور بدخشی نے ترکی میں عرض کی کہ حوصلہ آزمائی کا وقت ہے صلاح حال مد نظر رکھکر اس تیرہ بخت کی سزا کے کردار ایزد داورگر کے حوالہ فرمائیں اس لئے ضبط فرمایا، تھوڑی دیر میں اس کے راجپوتوں نے دولت خانہ کو اندر باہر دونوں طرف سے خوب گھیر لیا یہانتک کہ اب سوائے اس کے نوکروں کے کوئی نظر نہ آتا تھا۔

اس وقت اس بدبخت نے گزارش کی کہ سواری وشکار کا وقت ہے، ضابطۂ مقررہ کے موافق سواری فرمائیں تاکہ یہ فداکار غلام خدمت میں رہے اور لوگوں پر ظاہر ہوکہ یہ جرأت وگستاخی حسب الحکم مجھ سے ظاہر ہوئی اور اپنا گھوڑا بڑھاکر نہایت عاجزی ومبالغہ سے عرض کی کہ اسی گھوڑے پر سوار ہوں، غیرت سلطنت نے اجازت نہ دی کہ اس کے گھوڑے پر سواری فرمائیں اسی وقت حکم ہوا کہ سواری خاصہ کا گھوڑا حاضر کیا جائے اور لباس پہنے اور سواری کی تیاری کے لئے محل کے اندر جانا چاہا مگر وہ بدنصیب اس پر راضی نہ ہوا۔ القصہ تھوڑی دیر میں اسپ خاصہ حاضر ہوا اور جہاں پناہ سوار ہوکر دو تیر پرتاب کے فاصلہ پر دولت خانہ کے باہر تشریف لے گئے۔ بعد ازاں مہابت خاں حوضہ دار ہاتھی لیکر ملتمس ہوا کہ چونکہ شورش وازدحام کا وقت ہے، اس لئے صلاح دولت اس میں ہے کہ ہاتھی پر بیٹھکر شکارگاہ کی طرف توجہ فرمائیں۔ جہاں پناہ بے تامل اسی ہاتھی پر سوار ہو گئے۔ اس نے اپنا ایک معتمد راجپوت ہاتھی کے آگے اور دو حوضہ کے پیچھے کرکے بٹھا دئے تھے۔ اس اثنا میں مقرب خاں بھی پہونچکر اس کی اجازت سے حوضہ کے اندر جہاں پناہ کے نزدیک بیٹھ گیا۔

بظاہر اس آشوب گاہ بے تمیزی میں مقرب خاں کی پیشانی پر قشقہ کی طرح ایک زخم آگیا تھا، بہت سا خون اس کے منہ اور سینہ پر بہا تھا، خدمت پرست خواص بھی جو مقررہ شراب اور پیالہ خاصہ ہاتھ پر رکھے تھا، ہاتھی تک پہونچا، ہرچند راجپوتوں نے برچھے کی نوک اور دست و بازو کے زور سے منع کیا اور چاہا کہ جگہ نہ دیں اس نے نہ مانا اور حوضہ کا کنارہ مضبوط پکڑ کے خود کو محفوظ کر لیا چونکہ باہر تین آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لئے حوضہ کے اندر دھنس گیا کوئی نصف کوس مسافت طے ہوئی تھی کہ گجپت خاں داروغۂ فیلخانہ سواری خاصہ کی ہتھنی لیکر حاضر ہوا اس پر خود آگے اور اس کا بیٹا پیچھے بیٹھا ہوا تھا (بظاہر مہابت خاں کے بداندیش دل میں کوئی خطرہ پیدا ہوا ہوگا) مہابت خاں نے راجپوتوں کو اشارہ کیا، ان مردودوں نے ان دونوں کو بیگناہ شہید کر دیا غرض اس طرح سیر و شکار کے بہانے اپنے منحوس مکان کی طرف لے گیا۔

جہاں پناہ اس کے گھر میں داخل ہوئے، تھوڑی دیر توقف فرمایا، اس نے اپنے منحوس بیٹوں کو جہاں پناہ کے گرد پھرایا، پھر چونکہ اسے نور جہاں بیگم کا خیال نہ رہا تھا اس وقت اس کے دل میں آئی کہ پھر حضرت شاہنشاہی کو دولت خانہ لیجا کر اس طرف سے بھی اطمینان کرے، اور اس ارادہ سے دوبارہ حضرت کو دولتخانہ میں لایا۔

اتفاقاً جس وقت حضرت شاہنشاہی سیر و شکار کے قصد سے سوار ہوئے نور جہاں بیگم فرصت غنیمت جانکر جواہر خاں خواجہ سرا کے ساتھ دریا سے گزر کر اپنے بھائی آصف خاں کے مکان جا چکی تھی، وہ بے نصیب بیگم کے جانے کی خبر پاکر اپنی اس بھول سے جو اس نے بیگم کی محافظت میں برتی تھی نادم ہوکر پریشان ہوا۔ اب شہریار کی فکر ہوئی اور جانا کہ اس کو حضرت کی خدمت سے جدا رکھنا بڑی غلطی ہے یہ سمجھکر اسکی رائے فاسد بدلی اور جہاں پناہ کو سوار کرکے شہریار کے یہاں لے گیا (اضطراب و ہول کے مارے اس کافر نعمت حق ناشناس کی کردار و گفتار میں کوئی معقول سلیقہ نہ تھا، وہ نہ جانتا تھا کہ کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے، ہر وقت ایک ارادہ، ہر گھڑی ایک اندیشہ دل میں لاتا تھا اور پھر پشیمان ہوتا تھا۔)

جہاں پناہ وسعت حوصلہ و عالی ظرفی سے اس کی کوئی التماس نامنظور نہ فرماتے تھے، جب بدسگال گستاخانہ دولت خانہ کے اندر آیا تو چھوٹا نبیرہ شجاعت خاں (جو حضرت عرش آشیانی کے معتبر امرا سے تھا) باوجودیکہ اس قسم کے موقعوں میں اسے کوئی دخل نہ تھا مگر چونکہ اس کے قتل پر قلم تقدیر چل چکا تھا، اس وقت حاضر ہوکر ہر جگہ ساتھ رہا۔ جب شہریار کے یہاں تشریف لے گئے تو نہ معلوم کس قسم کا وسواس مہابت خاں کے دل میں آیا کہ، ساتھ ہو گیا، مہابت خاں کے اشارہ سے راجپوتوں نے اس کو پکڑ کے تیغ خون آشام سے قتل کر ڈالا۔

الغرض جب نورجہاں بیگم دریا سے پار ہو کر اپنے بھائی کے یہاں گئی تو مقربان دولت کو طلب کرکے بازپرس اور عتاب کیا کہ تمہاری غفلت اور ناتجربہ کاری سے یہاں تک نوبت آئی اور جو بات کسی کے خیال میں بھی نہ تھی پیش آگئی اور تم خدا اور خلق خدا کے سامنے اپنے کئے سے شرمندہ ہوئے اب اس کے تدارک کی کوشش کرنا چاہئے۔ اور جو کچھ مناسب مصلحت و قابل عمل ہو بیان کرنا چاہئے، سب نے ایک زبان عرض کی کہ تدبیر درست اور رائے صائب یہی ہے کہ کل فوجیں ترتیب دیکر علیا حضرت کی رکاب سعادت میں دریا سے عبور کر کے اس مفسد کو مقہور و ذلیل کریں اور بندگان حضرت کی زمیں بوسی سے عزت حاصل کریں۔

جب یہ ناصواب رائے جہاں پناہ کو معلوم ہوئی تو اس کو قاعدۂ عقل سے بیگانہ دیکھ کر اسی شب مقرب خاں، صادق خاں بخشی، میر منصور اور خدمت خاں کو پے در پے بھیجکر کہلایا کہ دریا سے عبور کرنا اور جنگ کرنا محض خطا ہے ہرگز اس نامناسب تدبیر پر عمل نہ کریں کہ اس سے سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور ایسی صورت میں کہ میں یہاں ہوں کس سرگرمی اور کس امید پر جنگ کیجائیگی اور اعتماد و احتیاط کی غرض سے انگشتری مبارک میر منصور کے ہاتھ بھیجدی۔

آصف خاں نے یہ گمان کرکے کہ یہ باتیں مہابت بدانجام کی گھڑی ہوئی ہیں باز نہ آکر اسی قرارداد کے مطابق پاسے عزم قائم رکھا، فدائی خاں جب زمانہ کی فتنہ پردازی سے واقف ہوا تو سوار ہو کر اس وقت دریا کے کنارے آیا۔ اور چونکہ راجپوتوں نے پل میں آگ لگا دی تھی، عبور کا امکان نہ تھا اپنے چند نوکروں

کے ساتھ فدائیانہ منہ دولت خانہ کی طرف کئے دریا میں گھوڑا ڈال کر تیر کر پار ہونا چاہا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے چھ آدمی ڈوب گئے اور چند پانی کے زور شور سے غوطے کھاتے نیم جاں ساحل تک زندہ پہونچے خود فدائی خاں سات سوار دل کے ساتھ نکلکر لڑنے لگا، اس کے اکثر رفیقوں کی شجاعت کام آئی۔

جب فدائی خاں نے دیکھا کہ کچھ بنائے نہیں بنتی اور دشمن زور پر ہے۔ ملازمت اشرف میں پہونچنا ناممکن ہے پھر اسی چستی وچالاکی کے ساتھ واپس ہوکر دریا سے نکل آیا۔ حضرت شاہنشاہی اس دن اور اس رات شہریار کے یہاں رہے، شنبہ کے دن بتاریخ تیس فروردی ماہ الٰہی مطابق اکیس جمادی الثانی آصف خاں نے خواجہ ابوالحسن اور دوسرے سرفرازان دولت کے ساتھ جنگ کا فیصلہ کرکے علیا جنابہ نورجہاں بیگم کی رکاب میں جس راستہ کو غازی بیگ داروغہ نوارہ (جنگی کشتیاں) نے پایاب سمجھا تھا۔ اس راستہ سے عبور کرنے کی ٹھان لی اتفاق سے بدترین راستہ یہی تھا تین چار جگہ نہایت عمیق وعریض پانی سے گزرنا پڑتا تھا، عبور کے وقت افواج کا انتظام باقاعدہ نہ رہا ہر فوج علحدہ علحدہ سمتوں میں جا پڑی۔

آصف خاں، خواجہ ابوالحسن اور ارادت خاں بیگم کی عماری کے ساتھ غنیم کی بڑی فوج کے مقابل جس میں زبردست وجنگی ہاتھی فوج کے آگے دریا کا کنارہ مضبوط کئے کھڑے تھے آتے نظر آئے۔ فدائی خاں ایک تیر پرتاب ہٹکر دوسری فوج کے سامنے دریا سے پار ہو گیا۔ ابو طالب پسر آصف خاں، شیر خواجہ، الہ یار اور بہت سے لوگ فدائی خاں سے زیادہ دور کے فاصلہ سے پار ہوئے۔

اس حالت میں گھوڑے تیراتی ہوئی، ایک جماعت کنارے پہنچی، ہنوز بعض لوگ پانی میں پہونچے تھے اور بعض کنارے ہی پر تھے کہ غنیم کی فوجیں ہاتھی بڑھاکر حملہ آور ہوئیں۔ ابھی آصف خاں اور خواجہ ابوالحسن پانی سے نہ نکلے تھے کہ آگے کے لوگوں کا منہ پھر گیا (اور اس کے مشاہدہ سے میری یہ حالت ہوگئی گویا میرے سر پر چکی چل رہی ہو) دوسرا کون تھا کہ کسی سے مشغول ہوتا اور بات سنتا اور پائے ہمت جمائے رہتا (پہلے چاہیئے تھا کہ جس راستہ سے عبور میں سہولت ہوتی اس پر قبضہ کرکے ایک فوج پیشتر روانہ کردیتے تاکہ لشکر غنیم کی نقل وحرکت نگاہ میں

رکھکر دریا کے کنارے سد سکندر کی طرح قائم ہو جاتی اس طریقے سے افسران فوج اور سپاہی اس فوج کی پناہ میں سہولت کے ساتھ پانی سے گزر کے پہلے فوج کو تقویت پہونچاتے پھر نہایت انتظام و استحکام کے ساتھ پائے عزم بڑھاکر قبلۂ اقبال کی پابوسی کی عزت سے سرفراز ہوتے اس وقت تو جو آتا ہے ضائع ہوتا ہے) جب کہ سرداران فوج اور پیشروان لشکر سراسیمگی سے بے نظم و ضابطہ ہو جائیں اور یہ نہ جانیں کہ کہاں جاتے ہیں اور لشکر کو کہاں لیجاتے ہیں تو ان کی حالت اس سے بہتر کیا ہو سکتی ہے۔

میں اور خواجہ ابوالحسن ایک کنارے سے اتر کر دوسرے کنارے کھڑے نیرنگی تقدیر کا تماشا دیکھ رہے تھے، سوار، پیادہ، گھوڑے، اونٹ، بیل، گاڑی سب دریا میں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو دریا سے عبور کرنے کی سعی کر رہے تھے۔ امید و بیم کا عجیب عالم تھا، اس وقت بیگم کا خواجہ سرا ندیم آکر ہم دونوں سے مخاطب ہوا کہ علیا حضرت فرماتی ہیں کہ یہ کیا تامل و توقف کا موقع ہے، قدم ہمت آگے بڑھاؤ کہ تمہارے آتے ہی غنیم شکست کھا کر آوارہ ہو جائیگا۔

میں اور خواجہ جواب دئے بغیر گھوڑے ڈال کر پانی میں در آئے، دشمن کی فوج کے ساتھ آٹھ سو سوار راجپوت اور فیل مست بے محابا بڑھائے دریا کے اس طرف ایک بلند جگہ پر کھڑے تھے، متفرق و پریشان آدمیوں میں سے سوار و پیادہ فوج کے لوگ نزدیک پہنچے تھے کہ فوج غنیم نے ہاتھی بڑھائے، اور ہاتھیوں کے پیچھے گھوڑے پانی میں ڈالکر تلواریں علم کر لیں یہ مٹھی بھر بے سرداروں کی جماعت بھاگ اٹھی اور غنیم نے شمشیر آبدار سے پانی کو سرخ کر دیا) اور راجپوت اس طرف کے لوگوں کو آگے رکھے مارتے کاٹتے چلے آرہے تھے، بیگم کی عماری میں شہریار کی لڑکی تھی جس کی انکہ شاہ نواز خاں کی بیٹی تھی، ایسے سختی کے وقت اس انکہ کے (دائی) بازو پر تیر لگا، جو بیگم نے خود ہاتھ سے نکال کر باہر پھینکدیا۔ تمام کپڑے خون سے رنگین ہو گئے۔ جواہر خاں خواجہ سرا ناظر محل اور ندیم خواجہ سرائے بیگم دو اور خواجہ سراؤں کے ساتھ ہاتھی کے سامنے فدا ہو گئے بیگم کے فیل سواری کی سونڈ پر دو زخم تلوار کے آئے، جب ہاتھی کا منہ پھر گیا تو دو تین وار برچھے کے ہاتھی کی پشت پر کئے۔ اس وقت راجپوت تلواریں کھینچے

پے بہ پے چلے آرہے تھے اور فیلبان ہاتھی بڑھانے کی کوشش میں تھی، اب یہاں تک
نوبت آئی کہ گہرے پانی سے سابقہ پڑا، گھوڑے تیرنے لگے، چونکہ غرق ہونے کا
خطرہ تھا اس لئے ناچار باگیں موڑیں۔ بیگم کا ہاتھی تیر کر پانی کے پار ہوا، دولتخانۂ
بادشاہی پر سب لوگ پیادہ ہو گئے ابوالحسن اور فقیر ہمراہ تھے، خواجہ نے مجھے چھوڑ کر
نہایت تیزی کے ساتھ دولت خانہ کی راہ لی اور میں دریا کے کنارے اپنے چالیس سواروں
کے ساتھ کھڑا رہا۔

چونکہ یہ لوگ سب تیروں کی بارش میں مصروف تھے اس لئے راجپوتوں نے
اس طرف کا ارادہ نہ کیا، ایسے عالم میں آصف خاں ظاہر ہوئے اور نیرنگی زمانہ اور
رفیقوں کی بے راہروی و بدانجامی کا گلہ کرکے روانہ ہو گئے، بات تمام نہ ہوئی تھی کہ
صحبت تمام ہو گئی ہرچند ان کا آنکھ اور زبان سے پتہ لگایا کچھ نہ معلوم ہوا کہ کس طرف چلے گئے

خواجہ ابوالحسن جو مجھ سے جدا ہو گئے تھے، تیز تیز جارہے تھے ہول اضطراب
کے مارے گھوڑا دریا میں ڈالدیا۔ چونکہ پانی گہرا تھا اور تیزی سے بہہ رہا تھا شناوری
کے وقت گھوڑے سے جدا ہو گئے لیکن زین کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑے
رہے، چند غوطے کھا کر گھوڑے کا دم پھول گیا، اس حالت مخمصہ میں ملاح کشمیری نے
اپنے آپکو پہونچا کر خواجہ کو نکالا۔

فدائی خاں بندگان بادشاہی کی ایک جماعت اور اپنے چند مخلص و قدیم
نوکروں کے ساتھ پانی سے گزر کے اپنے سامنے کی فوج سے لڑنے لگا۔ دشمن نے
اس سے زیادہ تعرض نہ کیا اور یہاں سے شہریار کے گھر جس میں حضرت شاہنشاہی
تشریف فرما تھے پہونچ گیا، چونکہ سراپردہ کے اندر تمام سوار و پیادے کھڑے ہوئے
تھے اس لئے دروازہ پر کھڑا ہو کے تیر اندازی میں مشغول ہوا، اس کے اکثر تیر خلوت خانہ
کے صحن میں جہاں پناہ کے نزدیک گرتے تھے اور مخلص خاں تخت کے آگے استادہ
خود کو تیر قضائی کی سپر بنائے ہوئے تھا۔

غرض فدائی خاں بہت دیر تک کھڑا تلاش کرتا رہا، اس کے ساتھیوں میں
سید مظفر جو فداکار کارآزمودہ اور کام کے لوگوں میں یکتا تھا، وزیر بیگ پسر خواجہ
تردی بیگ میدانی، اور عطاء اللہ خویش فدائی خاں کے ساتھ شہید ہو کر حیات جاوید

ہے سرخرو ہوا سید عبدالغفور بخاری کہ وہ بھی ایک زبردست اور بہادر جوان تھا، سخت زخمی ہوا، چار زخم فدائی کے گھوڑے کو آئے۔ جب فدائی خاں نے جانا کہ کوئی تدبیر نہیں چلتی اور جہاں پناہ کی خدمت میں پہونچنا ناممکن ہے، باگ موڑ کر لشکر کے درمیان سے گزرتا دریا کے چڑھاؤ پر نکلا اور دوسرے دن دریا سے پار ہو کر اپنے فرزندوں کے پاس رہتاس پہونچا۔

یہاں سے اپنے فرزندوں کو ساتھ لیکر نندنہ کے کرجاک میں آرام و اطمینان کے ساتھ مقیم ہوگیا۔ اور چونکہ بدربخش جنوہہ زمیندار پرگنۂ مذکور کے ساتھ مراسم یکجہتی قدیم تھے اس لئے اپنے بیٹوں کو وہاں چھوڑ کر جانب ہندوستان روانہ ہوا، شیر خواجہ الہ بروی قراول باشی، اور الہ یار خاں پسر افتخار حسن کو جدھر راہ ملی۔ ایک طرف روانہ ہوگیا

آصف خاں جو اس فساد کی جڑ تھا اور اس کی کم فکری وکوتہ اندیشی سے یہانتک نوبت پہنچی تھی۔ اب اچھی طرح سمجھ گیا کہ مہابت خاں بدخصال کی فتنہ انگیزی سے خلاصی ممکن نہیں۔ مجبوراً اپنے بیٹے ابوطالب اور دو تین سو مفلوک سواروں اور اہل خدمت کے ساتھ قلعۂ اٹک کی طرف روانہ ہوا جو اس کی جاگیر میں تھا جب رہتاس پہونچا تو ارادت خاں کا حال معلوم ہوا کہ ایک گوشہ میں مقیم ہے۔ آدمی بھیجکر بڑے مبالغہ کے ساتھ اپنے پاس بلایا اور بہت کوشش کی مگر وہ ساتھ دینے پر راضی نہ ہوا۔ آخر قلعۂ اٹک میں جاکر پناہ لی۔

ارادت خاں یہاں سے لوٹ کر لشکر میں آیا۔ جب خواجہ ابوالحسن نے عہد و قسم سے اس کا اطمینان کر دیا تو مہابت خاں سے ملکر ایک نوشتہ ارادت خاں اور فقیر کے نام کا مہابت خاں کا دستخطی حاصل کیا کہ ہرگز جان و عزت و ناموس کو کوئی گزند نہ پہونچیگا اس وقت خواجہ اور میں اس سے ملنے گئے (اس نے اس قدر بیہودہ اور رکیک باتیں کہیں کہ ان کو سنکر زندگی سے موت بدرجہا بہتر نظر آتی تھی)

اس دن عبدالصمد شیخ چاند منجم کا نواسہ جو آصف خاں سے بہت محبت کرتا تھا اور ایک مستعد جوان تھا، آصف کی محبت میں مہابت خاں کے حضور میں قتل کیا گیا اسی زمانہ میں نذر محمد خاں والی بلخ کا ایلچی شاہ خواجہ درگاہ والا میں حاضر ہوا کورنش و تسلیم و آداب کے بعد جو اس دولت خداداد کا معمول ہے نذر محمد خاں کا خط ملاحظہ مبارک

پیش کیا۔ اور بڑے خلوص و نیاز مندی کا اظہار کیا۔ پھر اپنی پیشکش اور نذر محمد خاں کے سوغات گھوڑے، باز توایغوں اور غلام ترک وغیرہ پچاس ہزار روپے کی قیمت کے پیش کیے

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جب آصف خاں مہابت خاں سے کسی طرح مطمئن ہو کر اٹک میں قلعہ بند ہوا اور کل دو سو پچاس آدمی سوار و پیادہ اس کے ساتھ ہوئے تو اس بد اندیش نے بہت سے احدیان بادشاہی، اپنے ملازم اور اس نواح کے زمینداروں کو اپنے بیٹے بہروز، جھوجھار راجپوت اور شاہ علی کی سرکردگی میں روانہ کیا کہ فوراً پہونچکر قلعہ کا محاصرہ کریں۔

یہ لوگ آناً فاناً پہونچکر امید و بیم کے عالم میں قلعہ پر قابض ہو گئے۔ آصف خاں نے ہر قسم کی محنت و مصیبت اپنے اوپر جھیلنے کی ٹھان کر خود کو قضائے الٰہی کے حوالہ کیا۔ مہابت خاں کے فرستادوں نے عہد و قرار سے اس کے دل کو ایک گونہ تسلی دیکر حقیقت حال مہابت خاں کو لکھی۔ اور جب موکب شاہنشاہی دریائے اٹک سے پار رہا تو مہابت بدخصال حضرت شاہنشاہی سے اجازت لیکر قلعہ اٹک پر پہونچا اور آصف خاں کو اس کے بیٹے ابوطالب اور خلیل اللہ ولد میر میران کیساتھ اردو میں لاکر قلعہ اپنے ملازموں کے سپرد کیا۔

اسی دن عبدالخالق برادر زادہ خواجہ شمس الدین محمد خوافی کو جو آصف خاں کے خاص لوگوں میں تھا محمد تقی بخشی شاہ جہاں کے ساتھ جو محاصرۂ برہانپور میں گرفتار ہوا تھا تہ تیغ کیا۔ ملا محمد ٹھٹھی کو بھی آصف خاں کی استادی کی تہمت لگاکر بے جرم و خطا شہید کیا، ملا محمد کو ان معاملات میں کوئی دخل نہ تھا اگر جانا چاہتا تو کسی نے اسکا راستہ نہ روکا تھا لیکن تقدیر میں بیگناہ مارا جانا لکھا تھا زندگی پوری ہو چکی تھی، اس سے مجبوری تھی۔ القصہ ظاہری و باطنی ملاقات کی بنا پر قاضی اور میر عدل کا توسل ڈھونڈھ کر ان کے ساتھ مہابت بد انجام کے پاس پہونچا، ان لوگوں نے ہر چند اس کے فضائل و خصائل اور صلاح و پرہیزگاری کا ذکر کیا کچھ اثر نہوا، فوراً اپنے راجپوتوں کو سپرد کرکے چند روز قید رکھنے کے بعد شہید کر ڈالا (اس کے اسباب قتل میں پہلی تہمت آصف خاں کی استادی تھی) قید کیا تھا، پہلے حلقہ دار زنجیریں اس کے پاؤں میں ڈالی گئیں تو جیسا چاہئے اتنی مضبوط بندش نہ رکھی، معمولی حرکت سے ڈھیلی ہو کر گر پڑیں، اس نے

یہ بات سحر و افسوں اور عملیات پر محمول کی، چونکہ حافظ قرآن تھا، ہمیشہ تلاوت میں مشغول رہتا تھا اور اس کے ہونٹ متحرک تھے حرکت لب سے سمجھا کہ مجھے بد دعا دیتا ہے اور یہی فرط وسواس و توہم سے اس مظلوم کو شہید کر دیا۔ ملا محمد فضائل صوری و کسب کمالات معنوی کے ساتھ زیور صلاح و پرہیزگاری سے آراستہ تھا افسوس کہ اس سفاک نے ایسے آدمی کی قدر نہ جانی اور مفت ضائع کر دیا۔

جب نواح جلال آباد میں لشکر شاہنشاہی وارد ہوا تو کافران درہ نور کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ اب ان لوگوں کے درمیان جو رسوم و اعتقادات رائج ہیں۔ غرابت کے لحاظ سے کچھ اس کا بیان کیا جاتا ہے:

ان لوگوں کا طریقہ کافران تبت سے ملتا جلتا ہے، ایک بت آدمی کی صورت کا سونے یا پتھر سے بنا کر پرستش کرتے ہیں، ایک عورت سے زیادہ نہیں کرتے مگر اس صورت میں کہ پہلی عورت بانجھ ہو یا شوہر کے ساتھ موافق نہ ہو، اس صورت میں اگر پہلی عورت کے عزیز قابو پا جائیں تو داماد کو مار ڈالتے ہیں" اگر یہ لوگ اپنے یا کسی دوست کے گھر جانا چاہتے ہیں تو ایک دوسرے کے کوٹھے سے آمد و رفت کرتے ہیں۔ شہر کے حصار میں صرف ایک دروازہ ہے۔ سور، مچھلی اور مرغ کے علاوہ ہر گوشت حلال جانتے ہیں اور کھاتے ہیں، اور کہتے ہیں ہماری قوم میں سے جس نے مچھلی کھائی یقیناً اندھا ہو گیا۔ گوشت کی یخنی تیار کر کے کھاتے ہیں۔ بڑے چوپائے مثلاً بیل بھینس وغیرہ تلوار سے گردن مار کر کھاتے ہیں، بھیڑ بکری اور اس قسم کے دوسرے حیوانات حلال کر کے کھاتے ہیں سرخ لباس پسند کرتے ہیں بہادر لوگ کمر پر گھنگرو باندھتے ہیں، اپنے مردہ کو لباس پہنا کر مسلح کر کے صراحی اور پیالہ شراب کے ساتھ قبر میں دفن کرتے ہیں۔ ان کی قسم کا طریقہ یہ ہے کہ ہرن یا بکری کی ہڈی آگ میں رکھتے ہیں، پھر نکال کر زیتون کے درخت پر لٹکاتے ہیں اور کہتے ہیں جو شخص ہم میں سے جھوٹی قسم کھائیگا بے شبہ کسی بلا میں مبتلا ہو جائیگا۔ ان میں یہ رسم بھی ہے کہ اگر باپ اپنے بیٹے کی بیوی پسند کر کے لے لے تو بیٹا اس میں کوئی تامل نہ کریگا۔

حضرت شاہنشاہی نے فرمایا۔ جو تم لوگوں کا جی چاہے مانگو، تلوار،

زر نقد اور سرو پائے سرخ مانگا اور اپنی مرادوں میں کامیاب ہوئے۔

روز یکشنبہ بتاریخ ۲۸ اردی بہشت مطابق ۱۲ شعبان برکت و سعادت کیساتھ شہر کابل میں داخل ہوئے۔ اس روز ہاتھی پر بیٹھکر نچھاور کرتے شہر کابل کے بازار سے گزر کر باغ شہر آرا میں نزول اجلال فرمایا۔ روز جمعہ غرۂ خورداد کو حضرت فردوس مکانی کے روضۂ منورہ پر تشریف لے گئے اور لوازم نیازمندی ادا کرکے جہاں پناہ کے باطن قدسی سے ہمت طلب کی۔ اسی طرح میرزا ہندال اور اپنے عم بزرگوار میرزا محمد حکیم کے مزار سے برکت حاصل کرکے حضرت حق سبحانہ تعالےٰ سے انکی مغفرت کی دعا مانگی۔

اس سال کے عجیب اتفاقات میں مہابت بدخصال کی پاداش عمل کا واقعہ ہے جس کے تفصیلی حالات یہ ہیں۔

جب دریائے بہٹ کے کنارے اس سے وہ جرأت و گستاخی ظاہر ہوئی اور امرائے بے حوصلہ اپنی غفلت سے ہمیشہ کے لئے شرمندہ ہوئے، اور جس بات کا کسی کو گمان بھی نہ تھا وقوع میں آگئی تو اس کے راجپوتوں نے اس تسلط و اقتدار سے کام لیکر جو اتفاقاً حاصل ہوگیا تھا خودسری شروع کی اور رعایا و زیردستوں پر ظلم و تعدی کا ہاتھ دراز کیا۔ یہانتک زبردستی شروع کی کہ کسی کا وجود ہی نہ سمجھتے تھے۔ آخر زمانہ نے بدلہ لینے کا منصوبہ باندھا اور ان کے خرمن ہستی میں فتنہ کی آگ لگادی۔ یعنی راجپوتوں کی ایک جماعت نے یورت چالاک نام کابل کی مقررہ شکار گاہ پر اپنے گھوڑے چرنے کے لئے چھوڑ دئے تھے، جو احدی شکار گاہ کی حفاظت کے لئے مقرر تھا مانع ہوا اور گفت و شنید بڑھتے بڑھتے نزاع و جنگ کی نوبت آئی، ان بے باکوں نے احدی کو شہید کردیا۔

یہ خبر سنکے اس احدی کے چند خویش و برادر استغاثہ و دادخواہی کیلئے درگاہ میں آئے حضرت نے حکم دیا کہ اگر تم اس کو پہچانتے ہو تو اسکا نام و نشان بیان کرو تاکہ حضور میں طلب کرکے بازپرس کیجائے اور ثبوت قتل کی سزا دیجائے

احدیوں کو اس حکم سے تسلی نہ ہوئی، یہاں سے جاکر سب ایک جگہہ جمع ہوئے اور جنگ کا تصفیہ کیا۔ اتفاق سے جس جگہہ احدی ٹھہرے ہوئے تھے وہیں راجپوت اترے تھے، دوسرے دن احدی مستعد قتال ہوکر سب یکدل و متفق

راجپوتوں کے پڑاو پر چڑھ آئے۔ اور بڑی خطرناک جنگ شروع ہوگئی۔
چونکہ احدی اکثر تیرانداز اور توپچی تھے اور راجپوتوں کے پاس اسلحہ کم معمولی جھڑپ میں بہت سے راجپوت مارے گئے اور چند وہ خاص آدمی بھی جنکو مہابت صلبی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتا تھا تیغ انتقام کی نذر ہوگئے تخمیناً چھ سات سو راجپوت قتل ہوئے، مہابت یہ خبر سنکر اپنے نوکروں کی مدد کیلئے سراسیمہ و پریشان لپکا، اثنائے راہ میں یہ رنگ دیکھا تو اس ڈر سے کہ قتل ہو جائے الٹے قدموں بھاگ کر دولت خانہ میں پناہ گزیں ہوا، اس کی التماس پر حبش خاں کوتوال خاں، جمال خاں، محمد خواص اور خاں راہنور کو حکم ہوا کہ تدبیر کرکے اس فتنہ کو فرو کردیں۔
دوسرے دن اس مفسد نے عرض کی کہ باعث جنگ اور بانی فساد خواجہ قاسم برادر ابوالحسن اور اسکا ایک عزیز بدیع الزمان ہیں، ان لوگوں کو حضور میں طلب کرکے بازپرس فرمائی۔ تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ چونکہ مہابت کے بہت سے آدمی قتل ہوگئے تھے۔ ابھی صفائی اور پردہ اٹھنے کا وقت نہیں آیا تھا۔ اس کی رعایت خاطر مناسب وقت سمجھکر ان لوگوں کو اسکے سپرد کردیا۔ وہ بیحیا نہایت ذلت و رسوائی کے عالم میں انکو سر و پا برہنہ اپنے گھر لے گیا اور سب کو قید کردیا، اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب پر متصرف ہوگیا،
اس زمانہ میں عرضی گزری کہ اکتیس اردی بہشت کو عنبر حبشی اسی سال کی عمر میں انتقال کرگیا۔ عنبر ایک کارآمد غلام تھا، فنون سپاہ گری، سرداری اور تدبیر و کارگزاری میں اپنی مثال نہ رکھتا تھا، اس نے قزاقی کے طریقے جسکو اہل دکن برگی گری کہتے ہیں خوب سیکھے تھے، اس ملک کے بدمعاشوں کو کما حقہٗ قابو میں رکھتا تھا آخر عمر تک اس کا پائے عزم اپنی جگہ سے نہ ہلا، اور سارا زمانہ عزت سے بسر ہوا، کسی تاریخ میں نظر نہیں آیا کہ کسی حبشی غلام کو یہ رتبہ ملا ہو۔
چونکہ خاطر اشرف شکار پر بہت مائل ہے اور اس شغل سے اتنے مانوس ہیں کہ سفر و حضر میں ایک دن بھی بغیر شکار کے بسر نہیں ہوتا، لامحالہ جو شخص فن شکار میں مہارت و واقفیت رکھتا ہے وہ بندگان بادشاہی کی توجہ اپنی طرف مائل

کرکے تقرب حاصل کرلیتا ہے، انھیں لوگوں میں سے اللہ وردی خاں قراول بیگی نے ایک بڑا جال جس کو اہل ہند باور کہتے ہیں رسیوں سے تیار کرکے پیشکش کیا تھا، اس میں مبلغ چوبیس ہزار روپے صرف ہوئے، اس کا دور ڈھائی کوس پیمائش میں آیا اس کو تین سو فراش ڈیڑھ پہر میں نصب کرتے ہیں، اور سفر میں اسی اونٹ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اور ہانکے کے شکار کا مدار اس پر اس طرح رکھا گیا ہے کہ ہر قسم کا بڑا چھوٹا جانور جو جال میں داخل ہو اس کا باہر جانا محال ہے منصرمان شکار کو حکم ہوا کہ اس جال کو موضع ارغندی جو اس ملک کی مقررہ شکارگاہ ہے لیجاکر نصب کریں اور سولہ تاریخ کو پرستاران حرام سرائے عزت کے ساتھ نشاط شکار پر توجہ فرمائی۔

شاہ اسماعیل ہزارہ جو اس جماعت کے ارباب ریاضت و صلاح میں تھے اور ہزارہ کے لوگ انکو بزرگ و مرشد سمجھتے تھے اپنے توابع و متعلقین کے ساتھ مہانوس کے گاؤں کے باہر ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت شاہنشاہی نورجہاں بیگم اور اہل حرم کے ساتھ شاہ اسماعیل کے یہاں تشریف لے گئے، بیگم نے شاہ کے فرزندوں کو قسم قسم کے جواہر و زیورات، مرصع آلات اور طلائی آلات مرحمت فرمائے۔

یہاں سے شکار میں مشغول ہوکر کوئی تین سو راس پہاڑی بکرے اور نیل گائیں اور ریچھ اور بجو جو جال میں پھنس گئے تھے شکار فرمائے ایک نیل گاؤ سب سے بڑا تھا وزن کیا گیا تو تین من تیس سیر جہانگیری نکلا۔

اس زمانہ میں صوبۂ دکن کے مخبروں کی عرضداشت سے اطلاع ملی کہ شاہجہاں نظام الملک کی حدود متعلقہ سے نکل آئے اور محال صوبۂ مالوہ سے گزر کر اجمیر پہونچے، پھر وہاں بھی توقف میں مصلحت نہ دیکھکر جیسلمیر کے راستہ سے جانب ٹھٹھہ توجہ فرمایا۔

مراجعت گرامی از کابل طرف ہند

حضرت شاہنشاہی دوشنبہ کے دن غرۂ شہریور کو ساعت مسعود میں کابل

سے ہندوستان روانہ ہوئے -

اس تاریخ کو اوراق وقائع دکن سے شاہزادۂ پرویز کی بیماری کا حال عرض ہوا لکھا تھا کہ پہلے درد قولنج سے بہت دن تک بے ہوش رہے، بڑی تدبیروں کے بعد کسی قدر کمی ہوئی - اس اطلاع کے بعد ہی خان جہاں کی عرضداشت پہونچی اس سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ پھر بیہوش ہو گئے اس مرتبہ بیہوشی میں استداد اور سختی بھی شامل تھی - پانچ گھڑی جو دو ساعت نجومی کے برابر ہیں بے شعور رہے مجبوراً اطبا نے داغ دینے کا تصفیہ کیا پانچ داغ سر، پیشانی اور کنپٹی میں دیے گئے، اطبا نے انکی بیماری کو صرع تشخیص کیا ہے اور یہ افراط شراب کا ثمرہ ہے، ان کے عم بزرگوار شاہزادۂ شاہ مراد اور شاہزادۂ دانیال بھی اسی بیماری میں مبتلا ہو کر جان سے گئے -

اس زمانہ میں شاہزادۂ والا گہر سلطان دارا شکوہ اور شاہزادۂ اورنگ زیب پدر عالی قدر کی خدمت سے جد بزرگوار کی قدمبوسی کو حاضر ہوئے ہاتھیوں کے علاوہ جواہر مرصع آلات تقریباً تین لاکھ کے نذر گزرانے، متصدیان دار الخلافت آگرہ کی عرضداشت سے مسموع ہوا کہ اس سے قبل ایک عورت کے تین لڑکیاں ایکبار پیدا ہوئی تھیں حال میں پھر اس عورت کے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں اور سب زندہ ہیں (راقم اقبال نامہ کے ہمسایہ میں ایک سنار کا مکان تھا، پہلے اس کی بیوی بارہ ماہ کے بعد جنی، دوبارہ اٹھارہ ماہ کے بعد تیسری بار دو سال کے بعد اس کے لڑکا پیدا ہوا، میں نے اس کے تینوں بیٹوں کو دیکھا تھا - اور مدت حمل میں اپنے تمام گھر کی خدمت کرتی تھی اور اسے کچھ گرانی نہ ہوتی تھی)

اس زمانہ میں فاضل خاں کی تحریر سے خبر ملی کہ بایسنغر پسر شاہزادہ مرحوم سلطان دانیال امرکوٹ میں شاہجہاں سے علحدہ ہو کر راجہ جگ سنگھ کے پاس پہونچے عنقریب شاہزادۂ پرویز سے ملیں گے -

بڑے سوانح میں مہابت بدخصال کا ادبار و قہر میں مبتلا ہونا ہے اس داستان کی مجمل تشریح یہ ہے کہ جس تاریخ سے وہ بد اندیش ایسی گستاخی

وسوسہ اور ادب کا مرتکب ہوا اور دولت خانہ کے اندر باہر اس کا خوف اتنا چھا گیا گویا لوگوں کو تاریکی نے گھیر لیا ہے اور سب خواب پریشان دیکھ رہے ہیں۔ حضرت شاہنشاہی کمال حوصلہ و بردباری سے اسقدر اسکے طرفدار ہو گئے اور اس پر اتنی عنایت و التفات ظاہر فرماتے تھے کہ وہ جہاں پناہ کی طرف سے اطمینان قلب حاصل کر کے اپنے مس قلب کو طلائے اخلاص کی ملمع کاری سے کھرے سونے کے برابر سمجھتا تھا اور جہاں پناہ خریدار فرماتے تھے۔

جہاں پناہ نے اپنے انداز و اطوار سے یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی تھی کہ ابتک اس کا حضور سے جدا رہنا مجبوری کی بنا پر تھا اور جو کچھ قلم تقدیر نے نقش کیا وہ ہماری خواہش و مراد کے موافق تھا۔ اس کے علاوہ جو کچھ نور جہاں بیگم خلوت میں کہتی تھیں جہاں پناہ بے کم و کاست اس سے بیان فرما دیتے تھے۔ چنانچہ کئی مرتبہ زبان سے فرمایا کہ بیگم تیری فکر میں ہے، خبردار رہ اور شاہنواز خاں عبدالرحیم خانخاناں کے پوتے کی بیٹی جو شائستہ خاں پسر آصف خاں کے نکاح میں ہے کہتی ہے کہ جب قابو پاؤنگی مہابت خاں کو بندوق مار دونگی۔ ان باتوں کے اظہار سے اس کو اطمینان ہو جاتا تھا۔ یہانتک کہ رفتہ رفتہ جو وہم ابتدا میں رکھتا تھا اور اسی سبب سے ہوشیار و بیدار رہتا تھا اور بہت سے راجپوت اپنے ساتھ دربار میں لاتا اور دولت خانہ کے گرد و پیش مقرر رکھتا تھا ان باتوں میں کمی ہوئی اور وہ ضبط و انتظام قائم نہ رہا۔

علاوہ اس کے اس کے بہت سے اچھے نوکر احدیان کابل کی جنگ میں قتل ہو چکے تھے آنکھیں خوفزدہ تھیں پاؤں ڈگمگا گئے تھے، برخلاف مہابت خاں کے نور جہاں بیگم ہمیشہ خلوت و جلوت میں فرصت کی تلاش میں مصروف رہتی تھی نوکروں کی نگرانی رکھتی تھی، لوگوں کی دلدہی کرتی تھی اور زر و زبان سے دلاسا دیتی تھی، عنایات و مراحم کا امیدوار بناتی تھی۔ یہاں تک کہ ہشیار خاں بیگم کے خواجہ سرا نے بیگم کے نوشتہ اکے موافق قریب دو ہزار سوار لاہور میں نوکر رکھکر استقبال کیا۔ اور رکاب سعادت میں بھی بہت سی جمعیت فراہم ہو گئی تھی۔

حضرت شاہنشاہی نے رہتاس پہونچنے سے ایک منزل پہلے محلہ

سواراں دیکھنے کی تقریب کر کے فرمایا کہ تمام سپاہ قدیم و جدید وردی پہنکر دولتخانہ سے دور تک دو رویہ قطار باندھکر کھڑی ہو، اس وقت بلند خاں کو حکم ہوا کہ جہاں پناہ کی طرف سے اس بے عاقبت کو پیغام دے آئے کہ آج بیگم اپنے آدمیوں کو ملاحظہ میں پیش کر رہی ہیں بہتر یہ ہے کہ تم پہلے دن کا مجرا موقوف رکھو مبادا باہمی آپس میں بیہودہ گفت وشنید کریں اور جنگ و قتال کی نوبت آئے، بلند خاں کے پیچھے خواجہ ابوالحسن کو بھیجا کہ اس کی بات کی تائید کرے اور وجوہ معقول کے ساتھ اگلی منزل پر روانہ کرے۔ غرض خواجہ نے دلائل معقول سے اس کو روانہ کیا مگر چونکہ اس کی مزاج پر وہم غالب ہو گیا تھا وہ اپنی سب بیحیائیوں کا خیال کر کے ایکدم بھاگ اٹھا اب لشکر ظفر قرین نے کوچ فرمایا اور وہ آگے کی منزل میں بھی نہ ٹھہر سکا، دو منزلوں کو ایک کر کے دریائے رہتاس کے اس پار مقیم ہوا

۱۸ ۲۱ دولتخانۂ بادشاہی دریا کے اس طرف آراستہ ہوا، افضل خاں کو اس آشفتہ دماغ کے پاس بھیجکر اس کی زبانی چار حکم بھیجے گئے ایک یہ کہ چونکہ شاہجہاں ٹھٹھہ کی طرف گئے ہیں وہ بھی ان کے پیچھے روانہ ہو کر اس مہم کو سر کرے۔ دوسرے یہ کہ آصف خاں اور اس کے بیٹے ابو طالب کو ملازمت میں بھیجے، تیسرے طہمورث اور ہوشنگ پسران شاہزادۂ دانیال کو اس کے حوالہ کر دیا تھا اب انھیں حضور میں روانہ کرے۔ اور لشکری پسر مخلص خاں کو جو ضامن ہے اور ابتک ملازمت میں حاضر نہیں ہوا ہے اس کو بھی حاضر کرے۔ اگر آصف خاں کے بھیجنے میں تامل کریگا تو یقین جان لے کہ اس پر فوج متعین کیجائیگی۔

افضل خاں نے سلطان دانیال کے بیٹوں کو لاکر عرض کی کہ مہابت خاں آصف خاں کے بارہ میں عرض کرتا ہے ٹھٹھہ کی طرف جاتا ہوں مگر چونکہ بیگم کی طرف سے نڈر نہیں ہوں اس لئے مجھے اس کا خطرہ ہے کہ، آصف خاں کو ہاتھ سے دینے کے بعد میری تادیب کو کوئی لشکر روانہ فرمایا جائے۔ اس صورت میں بندہ کو جس خدمت پر مقرر فرمائیں حاضر ہے اجب لاہور سے گذرونگا ممنون منت شاہی ہو کر آصف خاں کو روانۂ درگاہ کر دونگا۔

جہاں پناہ اس کی لغو باتوں سے برہم ہوئے، افضل خاں نے پھر جاکر

جو کچھ دیکھا سنا تھا مہابت سے پوست کندہ ظاہر کر دیا اور کہا کہ افضل خاں کے بھیجنے میں توقف قرین مصلحت نہیں۔ خبردار کوئی دوسری بات نہونے پائے جس سے ندامت ہو۔

۱۸ چونکہ مہابت بد انجام ہمت ہار چکا تھا فوراً آصف خاں کو اپنے پاس بلا کر معذرت کی اور عہد و قسم لیکر دل کو اطمینان دلایا اور بڑی مہربانی ظاہر کر کے روانۂ درگاہ کیا۔ لیکن اس کے بیٹے ابوطالب کو مذکورہ مصلحت کی بنا پر چند روز نظر بند رکھا۔ اور بظاہر ٹھٹھہ کا عزم ظاہر کر کے کوچ در کوچ روانہ ہوا۔

ماہ مذکور کی تیئیسویں کو لشکر منصور نے دریائے بہٹ سے عبور کیا۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ مہابت خاں کی شورش اور فتنہ انگیزی کا آغاز اسی دریا کے ساحل پر ہوا تھا پھر اس کے انحطاط اور بدبختی کی ابتدا بھی اسی ساحل پر ہوئی۔

نعوذ باللہ۔ اگر روزگار برگردد

۱۱ چند روز کے بعد مہابت خاں نے ابوطالب اور بدیع الزمان داماد خواجہ ابوالحسن، اور خواجہ قاسم اس کے برادرزادہ کو بھی عذرخواہی کر کے درگاہ میں بھیجدیا۔ جب شکارگاہ جہانگیر آباد میں نزول مبارک کا اتفاق ہوا داور بخش پسر خسرو و خانخاناں و مقرب خاں و میر جملہ اور تمام اعیان لاہور زمیں بوسی کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

ساتویں آبان کو دارالسلطنت لاہور میں موکب اقبال نے نزول اجلال فرمایا۔ اس روز آصف خاں پنجاب کے صاحب صوبہ مقرر ہوئے اور منصب وکالت بھی عطا ہوا اور حکم ہوا کہ دیوان میں بیٹھکر مستقل طور پر اجرائے مہمات مالی و ملکی میں مشغول ہوں۔ اور دیوانی کی خدمت بدستور خواجہ ابوالحسن کو تفویض فرمائی۔ میر جملہ کے تبدیلی کی وجہ سے افضل خاں کو خانِ سامانی کی خدمت پر سرفراز فرمایا اور میر مذکور بخشی گری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ سید جلال ولد سید محمد نبیرۂ شاہ عالم بخاری کو جو گجرات میں مدفون ہیں اور ان کے حالات اس کتاب میں لکھے جا چکے ہیں وطن کی اجازت دیگران کی سواری کے لئے ہاتھی عنایت فرمایا۔

اس زمانہ میں اطلاع آئی کہ مہابت بے عاقبت ٹھٹھہ کی راہ سے مڑ کر ہندوستان روانہ ہوا، اب خدا جانے کہاں جائے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بائیس لاکھ روپیہ نقد ولایت بنگالہ سے اس کے لئے لایا جا رہا ہے اس بنا پر انیرائے سنگھ دلن، صفدر خاں، سپہدار خاں علی قلی درمن اور نورالدین قلی کو ہزار احدیوں کے ساتھ متعین فرمایا کہ فوراً روانہ ہو کر اس کے روپے پر قبضہ کرلیں۔

یہ لوگ تعمیل حکم پر کاربند ہو کر حوالی شاہ آباد میں اس کے خزانہ لے جانے والے آدمیوں سے ملے، انھوں نے روپیہ کی گاڑیوں کے ساتھ ایک مکان میں محفوظ ہو کر جبتک ہو سکا مدافعت کرتے اور لڑتے رہے آخر بہت مرنے اوڑانے کے بعد خدام بارگاہ سرائے کے دروازہ میں آگ لگا کے اندر داخل ہوگئے اور خزانہ پر قبضہ کرلیا، اس کے آدمی بھاگ گئے۔

اسی اثناء میں خبر آئی کہ شاہزادہ پرویز ماہ مذکور کی چوتھی کو مطابق ششم صفر ۱۰۳۵ھ عازم عدم ہوئے (اسوقت فقیر حضرت شاہنشاہی کی خدمت میں حاضر تھا فی البدیہہ تاریخ وفات نظم کی) اس کی عمر اڑتیس سال سنہ شمسی کے حساب سے تھی (اس مدت میں پدر عالی قدر کے خلاف مرضی سر مو تجاوز نہ کیا، حضرت شاہنشاہی اس سے بہت خوش تھے، وہ بھی ہمیشہ جہاں پناہ کی پیروی و اتباع میں کوشاں رہتا تھا، یہانتک کہ لباس پوشی، پیالہ نوشی، طعام اور شب زندہ داری وغیرہ خصوصیات حضرت شاہنشاہی کی تقلید بدرجہ اتم ملحوظ تھی۔ لیکن قوت مستقلہ و متصرفہ کم تھی، خان جہاں کو فرمان ہوا کہ فرزندوں اور اس کے پسماندوں کو درگاہ والا میں بھیجدے۔

موسوی خاں نے دکن سے واپس ہو کر زمیں بوسی کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ مہابت سے سخت صدمے پہونچے تھے نہایت الحاح و زاری اور مبالغہ کے ساتھ اس کی تنبیہہ و استیصال کے لئے ملتمس تھا اس بنا پر اس بے عاقبت کی جاگیر کے اکثر محال خانخاناں کی جاگیر میں دیکر خلعت، خنجر و شمشیر مرصع، اسپ قبچاق مع زین مرصع اور فوج کے لایق ہاتھی مرحمت کئے اور اس کے استیصال اور صوبہ کے انتظام کیلئے اجمیر جانے کا حکم دیا۔

میرزا رستم صفوی کو ولایت بہار و پٹنہ کی صاحب صوبہ گی پر مامور کر کے عزت بخشی گئی۔ اسی زمانہ میں متصدیان صوبہ دکن کی عرضداشت سے اطلاع ملی کہ یاقوت خاں حبشی جس سے بہتر سردار اس ملک میں عنبر کے بعد کوئی نہ تھا، اور عنبر کی زندگی میں بھی لشکر کی

سپہ سالاری اور افواج کا انتظام اسی سے متعلق تھا بندگی و دولتخواہی کو سرمایۂ سعادت
سمجھکر پانچ سو سوار کے ساتھ جالنا پور آگیا ہے اور اس نے سربلند رائے کو لکھا ہے کہ
میں فتح خاں ولد ملک عنبر اور دوسرے سرداران نظام الملک کے ساتھ دولتخواہی کا
تصفیہ کرکے اس سعادت کے پیش قدموں میں شامل ہوگیا ہوں یہ لوگ بھی یکے بعد دیگرے
سبقت کرکے متواتر حاضر ہونگے، جب خان جہاں کو سربلند رائے کے نوشتہ سے
حقیقت حال معلوم ہوئی تو ایک خط بہت استمالت و دلجمعی کے الفاظ لکھکر یاقوت خاں
کے نام بھیجا اور اس ارادہ پر سرگرم کردیا۔ سربلند رائے کو بھی ایک خط لکھا کہ لوازم ضیافت
و مراسم مہمانداری پوری طرح انجام دیکر اسکو کوشش کیساتھ جلد برہانپور روانہ کرے

اوراق گزشتہ میں شاہجہاں کا چند دولتخواہوں کے ساتھ جانب ٹھٹھہ کوچ کرنا
لکھا جاچکا ہے اب بقیہ حال عرض کیا جاتا ہے۔

چونکہ شاہزادگی کے زمانہ میں شاہ والا جاہ شاہ عباس کے ساتھ طریقۂ دوستی
و محبت اور مراسلت باہمی جاری تھا اور اس پریشانی کے زمانہ میں بھی شاہ موصوف حالات
دریافت کرتے رہتے تھے اس لئے خاطر صواب اندیش کو خیال ہوا کہ اس سمت چلکر
ان کے نزدیک رہنا چاہیے ممکن ہے کہ ان کی محبت اور شفقت کی بدولت شورش
و فساد کا جو غبار بلند ہوگیا ہے فرو ہوجائے یا کسی دوسرے طریقہ سے امداد و اعانت کریں،

جب ٹھٹھہ کے اطراف میں پہونچے تو شریف الملک ظاہر و باطن کا اندھا شہریار کا
نوکر تین چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ کے ساتھ جو اس ملک سے فراہم کئے تھے
گستاخانہ جرأت کرکے مقابلہ کے لئے آیا۔ باوجودیکہ میں ہی چار سو سواران وفادار ظل مبارک
میں سعادت پذیر تھے، ان کے صدمہ کی تاب نہ لاکر حصار میں داخل ہوگیا، اور چونکہ
اس سے پہلے قلعہ کی مرمت کرکے بہت سی توپیں اور بندوقیں قلعہ کے برج و فصیل پر
نصب کرکے لوگوں کے متعلقین کو قلعہ میں داخل کرلیا تھا اس لئے باسانی قلعہ بند ہوکر مقابلہ پر جم گیا،

گو جہاں پناہ نے بتاکید منع فرمایا کہ بندگان جاں نثار قلعہ پر تاخت کرکے خود کو
توپ و تفنگ سے ضائع نہ کریں، باوجود اس کے چند کارآمد لوگوں کی ایک جماعت حصار
شہر پر حملہ آور ہوئی مگر برج و فصیل کے استحکام اور توپخانہ کی کثرت سے زور نہ چلا اور
بمجبوری باگیں پھیر کر ایک جگہ اکٹھا ہوگئے۔ چند روز کے بعد پھر بہادر شیروں نے

اپنی فطری حمیت وغیرت سے بے قابو ہوکر برق لامع کی طرح قلعہ پر یورش کی اور چونکہ قلعہ کے دور میں ہر جگہ میدان مسطح تھا اور کہیں پستی وبلندی دیوار و درخت جو آڑ ہو سکے نظر نہ آتا تھا اس لئے سر پر سپریں لیکر دوڑے اتفاقاً اس طرف ایک عمیق وعریض پانی سے بھری ہوئی خندق تھی جس کی وجہ سے آگے جانا اور پیچھے پلٹنا دونوں باتیں محال تھیں، اس لئے درمیان میں توکل کو حصار بنا کر بیٹھ گئے۔ ہر چند شاہ گیتی ستاں نے آدمی بھیجکر تاکید کے ساتھ اپنے پاس طلب فرمایا کچھ اثر نہ ہوا۔ یہانتک کہ چند عمدہ جاں نثار مثل مان دھاتا گور، واعلی خاں ترین وغیرہ آقا پر نثار ہو گئے اور جو گیا وہ بھی راہ عدم میں انکا رفیق ہوا۔ انھیں کے پہلو میں بیٹھا اور پھر نہ پلٹا۔

اس وقت جہاں پناہ کے وجود مسعود کو گرانی واعضا شکنی کی شکایت محسوس ہوئی اور بعض مواقع کی بنا پر جنکا لکھنا طوالت ہے سفر عراق میں توقف ہوا گو شاہزادہ پرویز کی بیماری کی خبر بھی متواتر پہونچی اور یقین ہوا کہ اس کا ضعف بہت قوی ہے تاہم ٹھٹھہ کی تسخیر میں مشغول ہونا اور اس معمولی مقصد کے لئے اوقات گرامی صرف کرنا ہمت جہاں کشا کے لایق نہ معلوم ہوا اس لئے یہ عزم فسخ کرکے باوجود ضعف قوی و بیماری صعب پالکی پر سوار ہوکر گجرات اور ملک بہار کے راستہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی سلسلہ میں شاہزادہ پرویز کی وفات کی خبر پہونچی اور اس جانب جلد سفر کرنا لازم ہو گیا۔

گجرات اور ملک بہار کا راستہ وہ راستہ ہے جس سے سلطان محمود غزنوی نے حملہ کرکے بتخانۂ سومنات فتح کیا۔ جیسا کہ مشہور ہے اسی راستہ شاہزادہ ملک ستاں ملک گجرات میں آئے اور اطراف پلپلیہ سے عبور کرکے بمقام ناسک تربنگ علاقۂ دکن جہاں اپنی بنگاہ چھوڑ گئے تھے قیام فرمایا۔

اس تاریخ کو حضور شہنشاہی میں آصف خاں ہفت ہزاری ذات و دو اسپہ و سہ اسپہ سوار کے منصب پر سر بلند ہوئے (جب سے مہابت خاں کی قید اور جان کے خوف سے نجات پائی منصب وجاگیر نہ تھی اور حالت غیر منتظم تھی مزاج شاہنشاہی نے اس کا احساس فرما کر از سر نو روز افزوں عنایات مبذول فرمائیں۔)

متصدیان صوبہ دکن کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ نظام الملک نے کرناٹک فتح

وفتنہ انگیزی سے فتح خاں پسر عنبر اور دیگر نو دولت تربیت یافتہ لوگوں کو ملک بادشاہی کی حدود میں بھیجکر غبار شورش و فساد بلند کیا ہے اس بنا پر عمدۃ السلطنت خان جہاں نے ملک کی حفاظت و نگرانی اور ارباب فساد کے دفع و مقابلہ کے لئے فوجیں متعین کرکے لشکر خاں کو جو کہن سال و تجربہ کار بندگان دولت میں سے ہے شہر برہانپور کی حکومت پر مقرر کیا اور خود عساکر بادشاہی کے ساتھ بالاگھاٹ کا قصد کیا اور رکھڑکی تک جو اس کی جائے قیام تھی کہیں نہ رکا (عجیب واقعات میں محمد مومن کا قتل ہے، جو سادات صفی میں سے تھا اور نقیب خاں کے سلسلہ میں قریب کی قرابت رکھتا تھا جب عراق سے آیا حضرت عرش آشیانی نے سادات خاں نقیب خاں کے چچیرے بھائی کی لڑکی اس سے منسوب فرمادی جس زمانہ میں حضرت شاہ جہاں کا موکب اقبال ممالک شرقیہ میں مصروف سفر تھا، مشارٌ الیہ ان حدود میں جاگیر دار تھا، حبر آمد سنکر حاضر بارگاہ ہوا، اور چند روز اس ہنگامہ میں ساتھ رہا۔ سادات خاں نے جو شاہزادۂ پرویز کے پاس تھا بہت سے مبالغہ آمیز تاکیدی خط لکھکر اپنے پاس بلا لیا اور یہ خون گرفتہ شاہ بلند اقبال سے جدا ہو کر سلطان پرویز کے پاس پہونچا۔ جب اس کے آنے کی خبر حضرت شاہنشاہی کو پہونچی تو حضور میں طلب فرمایا، اور ہرچند شاہزادۂ پرویز نے اس کے عفو گناہ کی التماس کی مہربان نہ ہوئے اور اس مظلوم سید زادہ کو ہاتھی کے پاؤں سے بندھوا کر سخت تکلیف کے ساتھ کچلوا دیا۔) اس وقت نظام الملک قلعۂ دولت آباد میں تھے اور انھوں نے اپنے ایک حبشی غلام حمید خاں کو مالی و ملکی اختیارات دیکر اپنا پیشوا بنا لیا تھا، باہر وہ اندر اسکی بیوی دونوں نظام الملک کو پرندے کیطرح قفس میں رکھتے تھے، جب خان جہاں کے آنے کا یقین ہو گیا تو حمید خاں تین لاکھ ہون لیکر اس کے پاس گیا اور حیلہ سے اسکو بہکا کر آمادہ کر لیا کہ یہ روپیہ لے لے اور بالاگھاٹ کا تمام ملک قلعۂ احمد نگر تک نظام الملک کے تصرف میں چھوڑ دیئے، اس حق ناشناس افغان پر افسوس ہے کہ اس نے حضرت شاہنشاہی کے حقوق تربیت فراموش کرکے ایسا ملک تین لاکھ ہون میں ہاتھ سے دے دیا اور امرائے بادشاہی کو جو تھانہ جات پر مقرر تھے نوشتے بھیجے کہ ان محال کو وکلائے نظام الملک کے حوالہ کر کے ہمارے پاس حاضر ہوں۔ اسی طرح سپہدار خاں حاکم احمد نگر کے نام حکم لکھا جب نظام الملک کے آدمی احمد نگر گئے تو سپہدار خاں

ا نے کہا کہ ملک تم سے تعلق رکھتا ہے متصرف ہو جانا چاہیے لیکن میرا قلعہ کو ہاتھ سے دینا ممکن نہیں ہے، جس وقت فرمان بادشاہی نافذ ہوگا اس وقت قلعہ سپرد کر دونگا۔ ہر چند نظام الملک کے آدمیوں نے ہاتھ پاؤں مارے کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ سپہدار خاں بہت سا ذخیرہ مہیا کر کے برج و فصیل کے استحکام میں مصروف ہوا اور مردانہ قدم ہمت قائم کر کے قلعہ نشین ہو گیا۔

سپہدار خاں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے نامردی سے خان جہاں کے لکھنے پر بالاگھاٹ کا ملک وکلائے نظام الملک کے سپرد کر دیا اور برہانپور میں آگئے۔ اس موقع پر حمید خاں حبشی اور اس کی منکوحہ کی حقیقت حال تعجب خیز ہونیکی وجہ سے قلمبند کیجاتی ہے۔

اس غلام کی ایک عورت تھی جو نہایت چالاک اور خوبصورت مگر اس ملک کی اجنبی زادہ عورتوں میں داخل تھی۔ ابتداءً جب نظام الملک شراب اور عورتوں پر شیفتہ ہوا تو یہ عورت اس کے حرم میں راہ پا کر مخفی طور پر باہر کے لوگوں سے چھپا کر شراب پہونچایا کرتی تھی اور لوگوں کی عورتوں اور بیٹیوں کو مکر و فریب سے بدراہ کر کے اس کے پاس لیجاتی تھی اور قیمتی بھڑکیلے کپڑوں سے آراستہ کر کے اس کے سامنے پیش کرتی اور اس کو پری پیکر حسینوں کی معاشرت و موانست سے محظوظ و مسرور کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ باہر کا اختیار اس کے شوہر کے قبضۂ اقتدار میں آگیا اور نظام الملک کی کامرانی و زندگی اس عورت کے ہاتھ میں رہی۔ جب وہ عورت سوار ہوتی تو افسران سپاہ و مقربان دولت پیادہ اس کی رکاب میں چلکر اپنی حاجتیں عرض کرتے تھے۔

یہ حالات سنکر عادل خاں نے نظام الملک کی سرحد پر فوج بھیجی، اس طرف سے بھی ایک جمعیت مقابلہ کے لئے نامزد ہوئی، اس وقت اس عورت نے بڑی رغبت و خواہش کے ساتھ پوری فوج کی سرداری کی استدعا کی اور نظام الملک کے ذہن نشین کیا کہ اگر میں نے عادل خاں کے لشکر کو شکست دے دی تو میں ہی ایک عورت ہونگی جس سے ایسا کام ہوا ہو گا، اگر منصوبہ برعکس ہوا تو ایک عورت کا وجود ہی کیا ہے جس کو کوئی نام رکھے گا۔

غرض یہ ستارہ نقاب ڈال کر گھوڑے پر سوار ہوتی تھی اور ہمیشہ مرصع خنجر اور کپڑے اور دوسری نفیس اشیا اپنے ساتھ رکھتی تھی اور داد و دہش کیلئے بہانہ ڈھونڈھتی تھی، کوئی دن ایسا نہ جاتا کہ خاطرخواہ رقمیں لوگوں کو نہ دیتی جب فوجیں مقابلہ میں آئیں تو اپنے فرط جرأت و دلیری سے عادل خاں کو شکست دیکر اس کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور ہر ہاتھی کو جو اس فوج میں تھا کیا خاص عادل خاں کا کیا سرداروں کا سب کو گرفتار کرکے مال غنیمت پر قبضہ کئے صحیح سلامت نظام الملک کی خدمت میں واپس ہوئی

اس وقت اطلاع آئی کہ امام قلی خاں والی توران نے محبت و دوستی کی سلسلہ جنبانی کرکے عبدالرحیم خواجہ ولد خواجکلان جوئیباری کو جنکا عبداللہ خاں مرید مخلص تھا رسالت و ایلچی گری کے طور پر بھیجا ہے، ابتک خواجہ جیسا کوئی ایلچی ہندوستان میں نہیں آیا حضرت شاہنشاہی نے خواجہ کی آمد پر خوشنودی ظاہر کرکے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور امرا، و اعیان دولت کو پے در پے استقبال کو بھیجا۔ پہلے موسوی خاں صدر کو حکم ہوا کہ دریائے چناب تک جاکر مہمانی کرے۔ اور اس کے ہاتھ خلعت خاصہ ارسال فرمایا بعد ازاں بہادر خاں اوزبک جو عبدالمومن خاں کے زمانہ میں حاکم مشہد تھا اور اس درگاہ میں پنجہزاری منصب رکھتا تھا استقبال کے لئے روانہ ہوا، اور جب خواجہ حوالی شہر میں داخل ہوئے تو خواجہ ابوالحسن دیوان اور ارادت خاں بخشی کو استقبال کرکے حضور میں لانے کا حکم ہوا، ملازمت کے وقت نہایت توجہ و التفات ظاہر فرماکر دریافت حال و عنایت فرمائی کی ابتدا کرکے بیٹھنے کا ایما فرمایا۔ بے تکلف نہایت نیک ذات اور ہر طرح کی توجہات و عنایات کے اہل ہیں۔ دوسرے دن چودہ قاب الوش خاصہ کے ظروف طلا و نقرہ کے ساتھ خواجہ کے لئے ارسال فرمائے اور تمام برتن مع لوازمات ان کو عطا فرمادئے۔

اسی دوران میں خانہ زاد خاں کے تغیر کی وجہ سے بنگالہ کا صاحب صوبہ مکرم خاں ولد معظم خاں مقرر ہوا۔ اتفاقاً اس کے نام ایک فرمان نافذ ہوا، وہ کشتی پر بیٹھکر فرمان کے استقبال کے لئے روانہ ہوا۔ خوبی وقت کہ بنگالہ کے مقرر و مشہور دریاؤں کے علاوہ ایک نالہ سے کشتی کو گزرنا پڑتا تھا جب مکرم خاں کی کشتی وہاں پہونچی تو اس نے ملاحوں کو اشارہ کیا کہ کشتی کو تھوڑی دیر کنارے روک رکھیں تاکہ عصر کی نماز پڑھکر روانہ

ہوں، جس وقت ملاحوں نے کشتی کو کنارہ کی طرف لیجانا چاہا، ایک ایسی ہوا چلی کہ کشتی کا رخ پلٹ گیا، سخت طوفان اور جھکڑ کا سامنا ہوا اور پانی کی شورش اور بے موقع حرکت و تلاطم سے کشتی غرق ہوگئی، کرم خاں ہر اس شخص کے ساتھ جو اس کشتی میں تھا ڈوب کر تہ نشین ہوگیا اور کوئی متنفس اس گرداب بلا سے سلامت نہ نکلا۔

اسی زمانہ میں خان خاناں ولد بیرام خاں نے بہتر سال کی عمر میں عمر طبعی کو پہونچکر انتقال کیا۔ اس دولت ابد قرین کے بلند ترین امرا سے تھا، حضرت عرش آشیانی کے عہد سلطنت میں خدمات شائستہ اور نمایاں فتوحات سے بہت نامور ہوا، اسی زمانہ کے تین کارنامے بہت مشہور ہیں۔ ایک فتح گجرات اور مظفر خاں گجراتی کی شکست کہ اسی فتح سے ملک گجرات ہاتھ سے نکلکر دوبارہ اولیائے دولت کے تصرف میں آیا۔ دوسرے فتح سہیل جو دکن کے تینوں لشکر مست و جنگی ہاتھیوں اور ایک بڑے توپ خانہ کیساتھ اپنے زیر اثر رکھتا تھا، اور مشہور ہے کہ ستر ہزار۔ فراہم کئے تھے، باوصف اس کے خان خاناں بیس ہزار سوار کے ساتھ اس کے مقابلہ میں گیا اور دو دن ایک رات جنگ کرکے فتح حاصل کی (اسی مرد آزما معرکہ میں راجی علیخاں جیسا سردار قتل ہوا) تیسرے فتح ٹھٹھہ و ملک سندھ۔

مگر حضرت شاہنشاہی کے زمانۂ دولت میں کارہائے نمایاں انجام نہ دے سکا، اس کے بیٹے شاہنواز خاں نے البتہ تھوڑی فوج کے ساتھ عنبر کی فوج کو شکست دی جیسا کہ حسب موقع لکھا گیا، بے مبالغہ نہایت ہوشیار خانہ زاد تھا اگر اجل امان دیتی تو اس کے نیک آثار یادگار رہ جاتے۔

خان خاناں قابلیت و استعداد میں کامل اور اپنے زمانہ کا یکتائے فن تھا عربی۔ ترکی، فارسی۔ اور ہندی زبانیں خوب جانتا تھا۔ اور فارسی و ہندی میں اچھے شعر کہتا تھا۔ اس نے واقعات بابری کو حضرت عرش آشیانی کے حکم سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ بے شبہہ اچھا سخن فہم تھا اور خود بھی کبھی کوئی شعر، غزل اور رباعی کہا کرتا تھا۔ یہ غزل اسی کی ہے ؎

شمار شوق ندانستہ ام کہ تا چند است ... جز ایں قدر کہ دلم سخت آرزومند است

نہ دام دانم و نے دانہ ایں قدر دانم ... کہ پائے تا بسرم ہر چہ ہست در بند است

بہ کیش صدق و صفا حرف عہد بیکار است | نگاہ اہل محبت تمام سوگند ست
مرا فروخت محبت و لے ندانستم | کہ مشتری چہ کس است و متاع من چند است
ازاں خوشم بسخنہائے دلکش تو رحیم | کہ اندکے یادا ہائے عشق مانند ست

چونکہ راجہ امر سنگھ زمیندار ملک باندھو نبیرہ راجہ رامچند مشہور (جو ممالک مشرقیہ کے بڑے بڑے راجاؤں اور زمینداروں میں سے ہے اور حضرت فردوس مکانی نے اپنے واقعات میں ثبت فرمایا ہے کہ جس وقت میں نے ہندوستان فتح کیا دو بادشاہ اور تین بڑے راجہ ہندوستان میں تھے اور راجگان میں سے ایک رانا دوسرے مالدیو تیسرے راجہ رامچندر کو شمار فرمایا ہے) بندگی و دولتخواہی اختیار کر کے عرضی بھیجی تھی کہ چونکہ میرے باپ اور بزرگ زمیں بوسی کی سعادت حاصل کر چکے ہیں میں بھی امیدوار ہوں کہ شرف ملازمت سے عزت پاؤں اس بنا پر خان راٹھور جو زباں فہم خدام میں سے تھا روانہ کیا گیا کہ رہنمائی کر کے اس کو آستانۂ قدسی پر حاضر کرے اور اسکی سرفرازی کے لئے خلعت و اسپ اور فرمان مشتمل بہ اظہار عنایت خاں مذکور کے ہاتھ بھیجا

جب مسامع جلال کو معلوم ہوا کہ مہابت خاں شاہزادۂ گیتی نشان شاہجہاں کی خدمت میں پہونچکر ان سے ملگیا تو اس کی مخالفت میں خان جہاں کو سپہ سالاری کے خطاب سے عزت بخشی۔ اب مجمل حال مہابت خاں کا بیان کیا جاتا ہے۔

جب مہابت خاں ٹھٹھہ کے راستہ سے مڑکر فرار ہوا تو جو فوج اس کے خزانہ پر قبضہ کرنے کے لئے متعین ہوئی تھی اسی کو مقرر فرمایا کہ تعاقب کر کے یا تو اسکو گرفتار کر لائے یا قلمرو سے باہر نکال آئے۔

یہ برگشتہ نصیب چند روز علاقہ رانا کے پہاڑوں میں بکال تباہ آوارہ و سرگرداں رہا پھر بیحد ندامت و خجلت کا اظہار کر کے کئی عرضیاں زباں فہم وکیلوں کے ذریعہ سے حضرت شاہجہانی کی خدمت میں بھیجیں اور جہاں پناہ نے فرمان استمالت ارسال کر کے حضور میں طلب فرمالیا۔ جب خدمت مبارک میں پہونچا اتنی نوازش و مہربانی فرمائی جس کا اسے گمان بھی نہ تھا۔

چونکہ ابھی اس کا کوکب بخت روشن تھا اس لئے جب اسکو یہ سعادت حاصل ہوئی تو کئی سال کے بگڑے کام۔ ایک بات میں بن گئے اور اس وقت اسکا

آستانۂ اقدس پر پہونچنا اس کے اقبال کی نمایاں ترین علامت تھا۔

رایات بادشاہی کا عزم کشمیر

بتاریخ اکیس اسفندارمذ ماہ الٰہی ساعت مسعود میں کشمیر کے سیر و شکار کے عزم سے سفر کا اتفاق ہوا۔ یہ سفر اضطراری ہے اختیاری نہیں، چونکہ گرم ہوا مزاج اشرف کو سخت ناموافق ہے مجبوراً ہر سال موسم بہار کے آغاز میں راستہ کی صعوبت خاطر اقدس پر آسان سمجھکر خود کو گلزار کشمیر میں پہونچاتے ہیں اور رہوائے کشمیر کے لطف و لذت اٹھاکر پھر ہندوستان کی طرف عنان عزم معطوف فرماتے ہیں۔

اس سے چند روز پہلے عبدالرحیم خواجہ کو تیس ہزار روپیہ بطور مدد خرچ مرحمت فرمایا تھا، اس وقت فیل مادہ مع حوضۂ نقرہ عطا کی۔

سال بست و دوم جلوس معلی

شب یکشنبہ بیس رجب ۱۰۳۶ھ کو تحویل آفتاب کے وقت جلوس جہانگیری کی بائیسویں سالگرہ ہوئی۔ جشن نوروز دریائے چناب کے کنارے آراستہ ہوا۔ (حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ کثرت ہضم و شیرینی کی وجہ سے چناب کے پانی کو آبحیات کہتے تھے)

جشن نوروز جہاں افروز سے فارغ ہونے کے بعد موکب مبارک سیر و شکار اور راستے کی گھاٹیاں طے کرتا مبارک ساعت میں وارد کشمیر ہوا۔

چونکہ کرم خاں حاکم بنگالہ کے ڈوبنے کی خبر گزارش ہو چکی تھی اس زمانہ میں فدائی خاں کو حاکم بنگالہ مقرر کر کے سرفرازی بخشی اور طے ہوا کہ فدائی خاں ہر سال پانچ لاکھ روپیہ بطور پیشکش حضرت شاہنشاہی اور پانچ لاکھ روپیہ بصیغۂ پیشکش بیگم خزانۂ عامرہ میں داخل کیا کرے۔

ابوسعید نبیرۂ اعتماد الدولہ حکومت ٹھٹھہ پر مامور ہوا۔ اس زمانہ میں جبکہ جہاں پناہ کشمیر میں تشریف فرما تھے مرض بڑھتا اور قویٰ ضعیف ہوتے گئے۔ نہایت کمزوری اور ضعف کے عالم میں پالکی پر بیٹھکر سیر و شکار کا شغل فرماتے تھے۔

گھوڑے کی سواری سے عاجز تھے۔ ایک دن درد مفاصل نہایت شدید ہوا اور یاس و نا امیدی کی علامتیں پیدا ہو گئیں۔ جن باتوں سے نا امیدی کی بو آئے بے اختیار زبان مبارک پر جاری ہو گئیں۔ لوگوں میں سخت پریشانی پھیل گئی، پرستاران خاص نہایت مضطر ہو گئے لیکن چونکہ چند دن مدت حیات کے باقی تھے اس مرتبہ حضرت سے گزر گئی، کچھ دن کے بعد بھوک جاتی رہی، غذا کی بالکل خواہش نہ ہوتی تھی، افیون سے بھی طبیعت سخت متنفر ہو گئی جو چالیس سال کی رفیق تھی۔ سوائے چند پیالہ شراب کے کسی چیز کی طرف توجہ نہ تھی۔ اس زمانہ میں سلطان شہریار ناشدنی مرض داء الثعلب میں مبتلا ہوا، مونچھ ابرو اور مژگاں کے تمام بال گر گئے۔ ہر چند اطبا نے علاج معالجہ کیا فائدہ نہ ہوا۔ اس نئے شرم کی وجہ سے التماس کی کہ پہلے لاہور جا کر چند روز علاج کرے، یہ التماس منظور ہوئی اور لاہور جانے کی اجازت مل گئی۔ داور بخش پسر خسرو جو شہریار کے پاس نظر بند تھا۔ اس کی درخواست کے مطابق اسی حالت میں ارادت خاں کے حوالہ کر دیا گیا۔

حضرت شاہنشاہی کا کشمیر سے لاہور واپس آنا اور اثنائے راہ میں جہان فانی سے سفر آخرت فرمانا

اوائل زمستان میں بعزم لاہور رایات سفر بلند ہوئے، مقام بیرم کلہ میں شکار فرمایا۔ اس شکار کی کیفیت کئی بار پہلے بیان ہو چکی ہے اب کچھ حال پھر لکھا جاتا ہے،

بیرم کلہ ایک نہایت بلند پہاڑ ہے، پہاڑ کے نیچے بندوق اندازی کے لئے ایک نشیمن بنا ہے۔ جب زمیندار ہرن کو بھگا کر پہاڑ کی چوٹی پر لاتے ہیں اور حضرت کے سامنے آتا ہے تو حضرت بندوق چھتیا کر فیر کرتے ہیں گولی لگتے ہی اوپر سے قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے گرتا ہے اور عجیب حرکتیں کرتا ہے، نہایت خوش آیند شکار ہے اس وقت اس طرف کا ایک پیادہ ایک ہرن کو ہنکاتا لایا، ہرن ایک پتھر کے ٹکڑے پر مشکل کے ساتھ بیٹھا، اور جیسا چاہیئے اچھی طرح نظر نہیں آتا تھا، پیادہ نے چاہا کہ اور آگے بڑھ کر ہرن کو وہاں سے بھگائے، جیسے ہی قدم آگے رکھا پاؤں پھسلے کوئی

مضبوط جگہ پانوں جمانے کو نہ ملی، سامنے ایک ٹول تھا اس کو ہاتھ سے پکڑا قضائے کار، وہ ٹول اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور یہ غریب وہاں سے کلاٹیں کھاتا بحال تباہ زمین پر گرا، گرتے ہی دم نکل گیا۔ تمام اعضاء شکستہ گئے۔

یہ حادثہ دیکھکر مزاج اشرف سخت مضطرب ہوا، طبیعت نہایت مضمحل ہوگئی شکار چھوڑ کر دولت خانہ میں تشریف لائے۔ اس پیادہ کی ماں روتی چلاتی آئی اور بڑی بیقراری ظاہر کی۔ اگرچہ حضرت نے نقدی سے اس کی تسلی فرمائی خاطر اشرف کو سکون نہ ہوتا تھا گویا اس کی صورت میں ملک الموت نمودار ہوا ہو بس اسی وقت سے آرام و قرار جاتا رہا، حالت متغیر ہوگئی، بیرم کلہ سے تھنہ اور تھنہ سے راجور تشریف لائے اور دستور مقررہ کے موافق ایک پہر دن رہے کوچ فرمایا۔ اثنائے راہ میں پیالہ مانگا، جیسے ہی لب پر رکھا، گوارا نہ ہوا، اور واپس کر دیا دولت خانہ پہونچنے تک یہی حال رہا، آخر رات کو جو حقیقت میں زندگی کا آخری دن تھا، سخت تکلیف ہوئی صبح کے وقت مقربان خدمت کو روز امید تاریک نظر آیا، چند سانسیں سختی کے ساتھ نکلیں اور چاشت کے وقت یکشنبہ کے دن اٹھائیس صفر ۱۰۳۷ھ کو مطابق پندرہ آبان سنہ ۲۳ جلوس جہاں پناہ کی روح مطہر جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت شاہ رضواں گاہ کے انتقال فرمانے سے آثار رستخیز نمودار ہوئے اندر باہر ہر طرف سے شور و فغاں کی آواز گنبد نیلگوں میں گونج گئی، اس دلخراش واقعہ سے دنیا پراگندہ و پریشان ہوگئی، اہل دنیا تدبیروں سے تھک کر معطل ہو گئے، اس وقت آصف خاں نے جو اس دولت ابد قرین کے فداکاروں میں تھا اعظم خاں سے مشورہ کر کے داور بخش پسر خسرو کو قید سے نکالا اور موہوم سلطنت کی بشارت سے خوش کیا، اس کو یہ بات باور نہ آئی تھی اور اس کے کہنے کو جھوٹ سمجھتا تھا جب سخت اور بڑی بڑی قسمیں کھائیں تب اسے تسلی ہوئی۔ اب آصف خاں اور اعظم خاں نے اسکو سوار کر کے اس کے سر پر چتر لگایا اور آگے روانہ ہوئے۔

نورجہاں بیگم نے ہر چند بھائی کو بلانے کے لئے آدمی بھیجے، آصف خاں نے بیوفائی کر کے انکار کر دیا، مجبوراً جنت مکانی کی نعش رکھکر شاہزادگان عالی مقدار عماری فیل پر بیٹھکر چلے۔

یمین الدولہ آصف خاں نے ایک ہندو بنارسی نام کو جو تیز روی اور ڈاک چوکی میں ید طولیٰ رکھتا تھا حضرت صاحبقران ثانی کی خدمت میں بھیجکر جنت مکانی کی وفات کی خبر ہونچائی۔ چونکہ وقت عرضداشت لکھنے کا مقتضی نہ تھا۔ اس لئے اپنی مہر کی انگوٹھی اس کے حوالہ کی تاکہ اس کے اعتماد کی سند ہو۔

غرض وہ رات نوشہرہ میں گزاری دوسرے روز پہاڑ سے اتر کر بھنبر میں ٹھہرے اور وہاں تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر جہاں پناہ کی نعش مقصود خاں اور دوسرے ملازموں کے ساتھ لاہور روانہ کی جو جمعہ کے دن لاہور میں دریائے راوی کے اس جانب نورجہاں بیگم کے تعمیر کردہ باغ میں دفن ہوئی۔

چونکہ امرائے عظام اور تمام بندگان دولت جانتے تھے کہ آصف خاں نے شاہ جہاں کی استقامت سلطنت کے لئے یہ تمہید اٹھائی ہے کہ داور بخش کو بادشاہ بنایا ورنہ حقیقت میں اُسے گوسفند قربانی کی حیثیت دی ہے اور اسی سے وہ پوری مشابہت بھی رکھتا ہے اس لئے سب آصف خاں کے موافق ہو گئے، جو کچھ وہ کہتا تھا خوشی سے کرتے تھے اور اس کی رضاجوئی کے طالب ہوتے تھے، اطراف بھنبر میں داور بخش کے نام کا خطبہ پڑھکر لاہور چلے۔

صادق خاں یمین الدولہ آصف خاں کے ابن عم سے چونکہ ہمیشہ حضرت شاہجہاں کی نسبت بے اخلاصی و نفاق کا خدشہ رہتا تھا اور اُس کی تائید میں اس سے کئی باتیں اس قسم کی ہو چکی تھیں اس لئے وہ بہت خوفزدہ ہوا اور اس وقت یمین الدولہ کی خدمت میں ملتجی ہوکر اصلاح کار میں مدد چاہی اور عفو تقصیرات کے لئے سفارش کا طالب ہوا۔ آصف خاں نے شاہزادگان عالی قدر جو نورمحل سے لے لئے تھے اس کے حوالہ کئے کہ ان کی خدمت میں سعادت حضور حاصل کر کے اس دولت کو اپنے جرائم کا شفیع بنائے۔

آصف خاں کی ہمشیرہ جو صادق خاں کے نکاح میں تھی شاہزادوں کی خدمت سعادت جاوید سمجھکر پروانہ کی طرح انپر نثار ہوتی تھی اور یمین الدولہ چونکہ نورجہاں بیگم کی طرف سے مطمئن نہ تھا اس لئے نظر بند کر کے احتیاط کرتا تھا کہ کوئی ان کے پاس آنے جانے نہ پائے۔

ادھر نور جہاں بیگم اس فکر میں تھی کہ شہریار سریر آرائے سلطنت ہو، وہ بد قسمت لاہور میں جنت مکانی کے انتقال کی خبر سنکر عورت کی تحریک اور اس کوتاہ اندیش کی فتنہ پردازی سے سلطنت کے اسم بے مسمیٰ سے خود موسوم ہو گیا اور خزانہ اور تمام بادشاہی ساز و سامان پر دست تصرف دراز کرنا اور جو کچھ جس نے مانگا اس کو دیکر لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ محلات کے تمام کارخانے خزانہ فیلخانہ توپخانہ وغیرہ جو لاہور میں تھا سب پر متصرف ہو گیا اور ایک ہفتہ کے عرصہ میں ستر لاکھ روپیہ منصبداران قدیم و جدید کو دیکر اپنے خیال محال میں منہمک رہا۔ پھر مرزا بایسنغر پسر شاہزادہ دانیال مرحوم کو جو جہاں پناہ کی وفات کے بعد بھاگ کر شہریار کے پاس لاہور آگیا تھا اپنی جگہ تخت پر بٹھا کر لشکر کو دریا سے روانہ کیا یہ نہ سمجھا کہ کارفرمایان قضا و قدر ایک ایسی دولت کے خدمت گزاری کے تہیہ میں ہیں جس کی اطاعت و فرمانبرداری سلاطین والا شکوہ کے لئے بھی باعث فخر و مباہات ہو گی۔ اور فلک ایسا شاہباز ہاتھ پر رکھے ہوئے ہے جس کے ہوتے ہوئے صعوہ و گنجشک کی کیا مجال ہے کہ اس کے مقابلہ میں پرواز کی ہوس کریں پھر قطرہ کا دریا سے نسبت دینا اپنی آبرو کھونا ہے۔

اس طرف سے آصف خاں داور بخش کو ہاتھی پر بٹھا کر خود بھی دوسرے ہاتھی پر بیٹھا اور عرصۂ کارزار میں قدم رکھکر غول میں قائم ہو گیا۔ خواجہ ابو الحسن مخلص خاں اللہ وردی خاں اور سادات بارہہ ہراول میں رکھے گئے شیر خواجہ اور پسران شاہزادہ دانیال التمش میں مقرر ہوئے۔ اعظم خاں بہت سے سرداروں کیساتھ یمین میں اور صادق خاں، شاہنواز خاں اور راقم حروف مع ایک جمعیت کے یسار میں ٹھہرائے گئے۔ شہر سے تین کوس پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، پہلے ہی حملہ میں شہریار کی افواج کا انتظام درہم برہم ہو گیا، اس کے بندۂ زر نوکر جنکو حال ہی میں فراہم کرکے اس دولت ابد قدیم کے امرائے موروثی کے مقابلہ میں کھڑا کیا تھا ایک ایک کرکے بھاگ گئے۔ اس وقت شہریار بدنصیب اپنے قدیم کے دو تین ہزار سواروں کیساتھ بیرون شہر لاہور کھڑا ہوا، نیرنگی تقدیر کا انتظار کر رہا تھا۔

تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں

ناگاہ ایک ترکی غلام میدان جنگ سے بھاگ کر لاہور آیا اور یہ دلخراش

خبر پہونچائی وہ بدخصال صورت حالات پر غور کئے بغیر بدبختی کی رہبری سے اپنی بہبودی نہ دیکھ کر قلعہ میں آیا (اور حقیقت میں اپنے آپ کو خود اسیر دام کیا) دوسرے دن امرا بھی پہونچ گئے اور حصار شہر کے متصل مہدی قاسم خاں کے باغ کی جانب لشکر گاہ بنائی، اس کے اکثر نوکر قول و قرار کرکے آصف خاں سے ملنے لگے، رات کو اعظم خاں قلعہ میں آکر دولت خانۂ بادشاہی کے صحن میں توقف گزین ہوا، صبح کو امرائے عظام داخل قلعہ ہوئے، وہ برگشتہ بخت حضرت جنت مکانی کی حرم سرا میں ایک گوشہ میں گھسا بیٹھا تھا، فیروز خاں خواجہ سرا جو شبستان اقبال کا معتمد و محرم راز تھا اس کو پکڑ کے باہر لایا اور اللہ وردی خاں کے سپرد کیا اور مراسم تسلیم و کورنش ادا کرنے کے بعد ایک مقررہ جگہ میں قید کیا اور دو روز کے بعد آنکھوں میں سلائی پھیر کر بحال تباہ ایک گوشہ میں محبوس رکھا۔ چند روز کے بعد طہمورث اور ہوشنگ پسران شاہزادہ دانیال کو بھی قید کیا۔

اب یمین الدولہ نے فتح و ظفر کی اطلاع میں ایک عرضداشت بھی شاہ بخت شاہ جواں شاہ جہاں کے حضور میں بھیجی اور التماس کی کہ جلد رونق افروز ہو کر دنیا کو آشوب و خلل سے نجات دیں۔ اور شاہراہ اخلاص کے منتظروں کی آنکھوں میں موکب گیتی نورد کے غبار سے سرمہ لگائیں۔

اب تھوڑا حال بنارسی کے درگاہ والا میں پہونچنے اور بندگان شاہجہانی کے مستقر خلافت کی طرف سفر فرمانے کا لکھا جاتا ہے۔

بنارسی بیس روز کی مدت میں مقام چنگز ہتی سے جو کوہستان کشمیر کے وسط میں ایک منزل ہے یکشنبہ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ کو جنیر جو نظام الملک کی انتہائی حد پر واقع ہے پہونچکر جنیر کے راستہ سے مہابت خاں کے مکان پر پہونچا جس نے انھیں چند دنوں میں شرف حضور سے سعادت حاصل کی تھی۔ اور صورت حال گزارش کی، وہ برق و باد کی طرح گرتا پڑتا حرم سرا پہونچا اور اندر خبر پہونچائی۔ جہاں پناہ محل سے نکلے تو بنارسی نے زمیں بوسی کے بعد حقیقت بیان کی اور یمین الدولہ آصف خاں کی مہر ملاحظہ میں پیش کی۔

اس حادثہ سے خاطر حق شناس پر گرانی کے آثار نمایاں ہوئے، سخت

اقبال فرمایا گرچونکہ وقت ٹھہرنے اور مراسم تعزیت ادا کرنے کا مقتضی نہ تھا۔ نہ اتنی فرصت تھی مجبوراً مہابت خاں اور دوسرے خیرخواہوں کی التماس سے پنجشنبہ کے دن ۲۳ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ کو انجم شناسوں کے مشورہ کے مطابق گجرات کے راستہ سے مستقر خلافت کی طرف توجہ فرمائی۔ اور بنارسی کے پہونچنے اور خبریں پہونچانے اور اپنی روانگی کے حالات لکھکر امان اللہ اور بایزید کے ہاتھ جو مستعد وفادار خادم تھے آصف خاں کے نام ایک فرماں روانہ فرمایا اور جاں نثار خاں کو جو مزاجداں بندوں میں سے تھا۔ نہایت مراحم و نوازش سے معمور ایک فرمان عالیشان خان جہاں افغان کے نام دیکر خان جہاں کے پاس روانہ فرمایا جو اس وقت صوبۂ دکن کا حاکم تھا۔ تاکہ اس کو گوناگوں عنایات کی خوشخبری دیکر اس کے ارادے معلوم کرے۔

چونکہ اس کے زوال و بدبختی کا وقت نزدیک تھا اس لئے سررشتۂ صواب ہاتھ سے دیکر گمراہی میں مبتلا ہوا اور نظام الملک کے ساتھ اپنے موافق مطلب سخت اور مضبوط عہد و پیمان کرکے تمام ولایت بالاگھاٹ غنیم کے قبضہ میں دیدی اور خود برہانپور چلا آیا۔ تمام جاگیردار اور سرداران سرحد بھی اس کے نوشتہ کے مطابق اپنے محال متعلقہ غنیم کو سونپ کر اس کے پاس برہانپور چلے آئے سوائے سپہدار خاں حاکم احمد نگر کے کہ اسے ہرچند وکلائے نظام الملک نے خانجہاں کا نوشتہ دکھا کر امید و بیم کی تدبیروں سے قلعہ پر قبضہ کرنا چاہا وہ راضی نہ ہوا اور جواب میں کہا کہ میں بغیر فرمان بادشاہی یہ قلعہ تمکو نہ دونگا۔ رسد کا انتظام کرکے منتظر بیٹھا ہوں اگر فرمان بادشاہی میرے نام پہونچیگا تو تمھارے سپرد کردونگا ورنہ میرا سر ہے اور یہ قلعہ۔

غرض چونکہ خان جہاں فساد پر آمادہ تھا اور دل میں ارادۂ باطل کرچکا تھا اس لئے پہلے اس نے ایسا بہتر ملک غنیم کے ہاتھ مفت و رائیگاں دے دیا کہ شاید کسی برے وقت اس کی فریاد کو پہونچے۔ اسی دوران میں دریائی روہیلہ جو جنت مکانی کے رحلت سے پہلے شاہ بلند اقبال کی خدمت سے محروم ہوکر ولایت چاندور علاقۂ نظام الملک میں ناکامی کے ساتھ بسر کررہا تھا، خان جہاں

سے ملگیا۔ اور فتنہ و فساد میں اس کا شریک کار ہوا۔

آقا افضل دیوان صوبہ دکن بھی جس کا بھائی شہریار کا دیوان تھا شاہ بلند اقبال کا دلی خیر خواہ نہ تھا، اس نے بیہودہ اور تباہ کن باتیں اس برگشتہ بخت افغان کے خاطر نشان کر کے جاں نثار خاں کو جو اس کی استمالت کے لئے فرمان شاہی لایا تھا فرمان کا جواب لکھے بغیر بے نیل مرام واپس کر دیا، (راقم حروف نے خود کئی بار جاں نثار خاں سے سنا کہ آقا افضل ہی اس تمام فساد اور اس کی خانہ بربادی کا باعث ہوا ہر چند میں ظاہر و پنہاں سمجھا کر اپنا مدعا کہتا تھا وہ کچھ نہ چلنے دیتا تھا)

القصہ خان جہاں اپنے فرزندوں کو سکندر خاں دودمانی اور اپنے مخلص و خیر خواہ افغانوں کی ایک جماعت کے ساتھ برہانپور میں چھوڑ کر خود چند بندگان بادشاہی کے ساتھ جو بظاہر اس کی موافقت کا دم بھرتے تھے (اور اپنے آپکو اس کے شر سے بچاتے تھے جیسے راجہ گج سنگھ و بدھ جے سنگھ وغیرہ) مانڈو میں آیا۔ اور اکثر اضلاع ملک مالوہ پر قبضہ کر کے علانیہ اپنی فتنہ پردازی کا اعلان کر دیا۔

جب لشکر شاہجہانی گجرات کی سرحد میں پہونچا تو ناہر خاں نے جس کو شیر خاں کا خطاب حاصل تھا اپنی دولتخواہی و خلوص کے اظہار اور سیف خاں صاحب صوبہ احمد آباد کے باطل ارادوں کی اطلاع میں ایک عرضداشت بندگان دولت کی خدمت میں بھیجی۔ چونکہ سیف خاں حضرت شاہنشاہی کے زمانہ حیات میں بندگان شاہ جواں بخت کی نسبت بڑی گستاخیاں کر چکا تھا اور اب اس پر بڑا خوف و ہراس طاری تھا اس لئے شیر خاں کی عرضداشت پر مزید تصدیق کی ضرورت نہ رہی۔ اور شیر خاں کو مراحم خسروانہ کا امیدوار کر کے گجرات کی صاحب صوبگی کی خوشخبری سے آمادہ خدمت کیا اور فرمان ہوا کہ شہر احمد آباد قبضہ میں لینے کے بعد اپنے معتمدوں کے حوالہ کرے اور سیف خاں کو نظر بند کر کے درگاہ والا میں حاضر کرے،

اس وقت سیف خاں سخت بیمار تھا۔ چونکہ نواب قدسی احتجاب ممتاز الزمانی کی بڑی بہن سیف خاں کے نکاح میں تھیں اور ملکہ جہاں اپنی بہن سے بہت محبت

کرتے تھیں اس لئے انکی رعایت خاطر سے خدمت پرست خاں کو احمد آباد جانیکا حکم ہوا کہ احمد آباد جاکر اس کا انتظام رکھے کہ سیف خاں کو کوئی گزند نہ پہونچے۔

پھر موکب ہمایوں دریائے نربدہ کو بابا پیارہ کے راستہ سے عبور کر کے بیرون قصبہ سنور جو دریائے مذکور کے کنارے واقع ہے پرتو افگن ہوا، اور اس دلکشا مقام پر جشن وزن قمری عمر ابد پیوند کے سینتیسویں[۳۷] سال کا آراستہ کیا گیا، سید دلیر خاں بارہہ جو جنگ آزما جوانوں اور یکتا بہادروں میں تھا سعادت حضور حاصل کر کے سربلند ہوا اور اس کا منصب چارہزاری ذات وسہ ہزار سوار مقرر ہوا،

اس جشن میں شیر خاں کی عرضداشت سے اطلاع ملی کہ گجراتی ہندوؤں کے لکھنے سے (جن کے شریک اور گماشتے لاہور میں ہیں) معلوم ہوا کہ یمین الدولہ آصف خاں اور دوسرے دولتخواہ جو داور بخش کو کٹھ پتلی بنا کر شہریار ناشدنی کے مقابلہ کے لئے گئے تھے اس کی افواج سے جنگ کر کے غالب آئے اور شہریار لاہور میں قلعہ نشین ہو کر گرفتار ہوا۔

خدمت پرست خاں جو سیف خاں کو لانے اور اس کی حفاظت کیلئے گیا تھا جب احمد آباد پہونچا تو شیر خاں نے فرمان مرحمت عنوان اور خلعت خاصہ کا استقبال کیا اور زمیں بوسی کی سعادت سے جبین خلوص روشن کی۔ اور سیف خاں کو جو ضعف وناتوانی کے عالم میں بستر پہ دراز تھا پالکی پہ بٹھا کر خدمت پرست خاں کے حوالہ کیا۔ خان موصوف نے اس کو نظر بند کر کے درگاہ فلک اشتباہ میں پہونچایا، اور شہنشاہ جرم بخش نے نواب ممتاز الزمانی بیگم کی سفارش سے اس کی خطائیں معاف کر کے اس کو غم والم سے نجات دی۔

شیر خاں شہر کے ضبط وانتظام سے مطمئن ہو کر دوسرے امرا مثلاً میرزا عیسیٰ خاں میرزا والی وغیرہم کے ساتھ محمود آباد میں سعادت حضور سے کامیاب مراد ہوا۔

جب تالاب کاکریہ جو بیرون احمد آباد واقع ہے رایات اقبال کا محل نزول قرار پایا۔ تو سات دن اس دلکش مقام میں ملک کی تنظیم وتنسیق کے لئے قیام فرمایا۔ اور شیر خاں کو پنجہزاری ذات وسواری کا منصب اور ملک گجرات کی صاحب صوبگی عنایت کر کے شرف وافتخار کا موقع دیا۔ میرزا عیسیٰ منصب چارہزاری ودوہزار سوار

اور ملک ٹھٹھہ کی حکومت پر ممتاز ہوئے نظام کاروبار سلطنت اور انتظام مصالح دولت کے لئے خدمت پرست خاں کو جو معتمد و جاں نثار محرم خاص تھا یمین الدولہ آصف خاں کے پاس لاہور بھیجا اور بخط خاص ایک فرمان عالیشان صادر فرمایا کہ اس زمانہ میں کہ آسمان فساد طلب اور زمین فتنہ خیز ہے اگر داور بخش پسر خسرو اور اس کے ناشدنی بھائی اور پسران شاہزادہ دانیال کو قتل کرکے دولتخواہوں کو پریشانی و شورش خاطر سے مطمئن کریں تو زیادہ قرین صلاح اور بہتر ہوگا۔

روز یکشنبہ بائیس جمادی الاول ۱۰۳۷ھ مطابق دی بہمن ۳۲ جلوس جہانگیری باتفاق بندگان دولت دولت خانۂ خاص و عام کے ایوان میں شاہ جواں بخت بلند اقبال مسند آرائے تخت خلافت ہوئے یعنی شاہ جہاں کے نام نامی کا خطبہ پڑھا گیا۔ داور بخش جسے خیر سگالوں نے چند روز کے لئے مصلحت وقت و تسکین شورش کی غرض سے بادشاہ بنا دیا تھا قید ہوا اور چہارشنبہ کے دن تیرھویں بہمن مطابق چھبیس جمادی الاول اپنے بھائی گرشاسپ چچا شہریار اور پسران شاہزادہ دانیال مرحوم کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اور گلشن ہستی ان کے وجود کے خس و خاشاک سے پاک ہوا

اس وقت موکب اقبال ملک رانا کی حدود میں پہونچا۔ رانا کرن جو مقام گولکنڈہ میں بزمانۂ شاہزادگی اپنے باپ رانا امر سنگھ کے ساتھ آستاں بوسی سے سرفراز ہوا تھا اخلاص و بندگی کے جوش میں زمیں بوس دولت ہوا اور اپنی حیثیت کے مطابق پیشکش گزران کر سعادت ابد حاصل کی۔ شہنشاہ دریا نوال نے اپنے اس برگزیدۂ دولت کو انواع اقسام کے مراحم و نوازش سے سرفراز کرکے خلعت خاصہ و پدکھی لعل قطبی قیمتی تیس ہزار روپیہ، شمشیر مرصع، خنجر، فیل خاصہ مع ساز نقرہ اور اسپ خاصہ بازین طلا مرحمت فرمایا اور اس کے محال جاگیر بدستور سابق قائم رکھے۔

تالاب ماندل کے کنارے جشن وزن مبارک شمسی یعنی جشن سالگرہ سی و ہشتمیں آراستہ ہوا، اور سترہ جمادی الاول مطابق پانچ بہمن کو موکب اقبال دارالبرکت اجمیر پہونچا۔ اپنے جد بزرگوار کے آئین کے مطابق روضۂ مبارکہ کی زیارت سے پاپیادہ سعادت جاوید حاصل کی۔ اور مراسم زیارت و شرائط نیازمندی ادا کرنے کے بعد مزار فائض الانوار کے معتکفوں مجاوروں اور اس دربار کے تمام

مستحقوں کو نذور و صدقات کے فیض سے کامیاب فرمایا اور ایک عالی شان مسجد سنگ مرمر کی تیار کرنے کا حکم دیا۔ ہوشیار معمار مقرر فرمائے کہ تھوڑی مدت میں مقررہ دستور کے مطابق کام ختم کر دیں۔ سپہ سالار مہابت خاں کی خواہش پر صوبۂ اجمیر اور اس کے نواح کے پرگنے اس کی جاگیر میں دے دئے۔

انھی چند دنوں میں خان عالم مظفر خاں معموری، بہادر خاں اوزبک، راجہ جے سنگھ، انیرائے سنگھدلن، راجہ بھارت بوندیلہ، سید بہوہ اور بہت سے نیازمندان دولت شوق کی پیشانی کے بل چلکر زمیں بوس ہوئے چھبیس جمادی الاول ۱۰۳۷ھ کو موکب خلافت بیرون دار الخلافت اکبر آباد باغ نور منزل میں وارد ہوا، قاسم خاں حاکم شہر نے آستانۂ اقدس پر باریابی حاصل کی۔

اسی دن کی صبح کو شہنشاہ بلند اقبال نے اپنے جمال جہاں آرا کے فروغ سے مستقر خلافت کو روشنی بخشی اور اس باغ سے دولتخانۂ قلعہ تک فیل کوہ شکوہ کے تخت پر رونق افروز ہو کر اپنے دائیں بائیں بے شمار زر و سیم نثار کیا۔ اہل حاجت کے دامن مراد مالا مال ہو گئے، شہر اور دیہات کے آدمی جو اس روح پرور نظارہ کا تماشا دیکھنے آئے تھے زمین سے دو منزلہ سہ منزلہ کوٹھوں تک اس کثرت سے بھرے پڑے تھے کہ انکا شمار کرنا محال نظر آتا تھا، نہایت شاندار اور بے نظیر جلوس تھا۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ نیّر برج دولت و اقبال کوکب سپہر عظمت و جلال بادشاہ حقیقی و مجازی شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی شاہ جہاں بادشاہ غازی کے سوانح ایام سلطنت اور واقعات دور خلافت حضرت اقدس و اعلیٰ کے حکم مبارک سے دانشوران سخن سنج اور منشیان فصاحت آئیں منتخب و پسندیدہ عبارت میں لکھ رہے ہیں اس لئے یہ فقیر قلیل البضاعت اس شغل اہم سے ہاتھ کھینچکر جنت مکانی کی اولاد، ان کے وزرا، فضلا اور ہنرمندوں کی تفصیل لکھتا ہے۔

ذکر اولاد جنت مکانی

بادشاہ مغفور و مرحوم کے پانچ والا گہر بیٹے اور دو قدسی نژاد بیٹیاں تھیں۔ سلطان خسرو، سلطان پرویز، سلطان خرم، سلطان جہاندار، سلطان شہریار

سلطان نسا بیگم، بہار بانو بیگم۔

خسرو، پرویز اور جہاندار کا پدر بزرگوار کی زندگی میں انتقال ہوا، انکی تاریخ وفات حسب موقع لکھی جا چکی ہے۔

خسرو کے دو لڑکے اور ایک لڑکی یادگار تھی، لڑکے جہاں پناہ کے انتقال کے بعد جیسا کہ لکھا جا چکا مسافر عدم ہوے، لڑکی ابتک زندہ ہے۔

سلطان پرویز کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی، باپ کے مرنے کے بعد لڑکے کا بھی جلد ہی انتقال ہوگیا، لڑکی بقید حیات ہے اور شاہزادہ دارا شکوہ کے نکاح میں ہے۔

سلطان خرم یعنی شاہجہاں کے چار اقبالمند بیٹے اور تین بیٹیاں جد بزرگوار کی رونق چشم و چراغ تھیں، سلطان دارا شکوہ، سلطان شجاع، سلطان اورنگزیب سلطان مراد بخش، پرہیز بانو بیگم، جہاں آرا بانو بیگم، روشن راے بانو بیگم۔

جہاندار کی اولاد زندہ نہیں رہی، شہریار کی ایک لڑکی ہے جسکا نام لاڈلی بیگم ہے۔

ذکر وزراے شاہنشاہ جہاں پناہ

شاہزادگی کے زمانہ میں او آر راے کسنور جہاں پناہ کا دیوان تھا، اسکے بعد بایزید بیگ، اس کے بعد خواجہ دوست محمد کابلی جو ایام سلطنت میں خواجہ جہاں کے خطاب سے روشناس ہوے اس خدمت پر مامور کیے گئے۔ پھر جان بیگ نے اس منصب پر امتیاز پایا لیکن مہمات کا دارومدار شریف خاں پر رہا جو اورنگ فرمانروائی پر اعلحضرت کے جلوس کے بعد امیر الامرائی کے خطاب سے مفتخر و ممتاز ہوے۔

جب سکہ پر نام نامی نقش ہوا اور منبر پر جہاں پناہ کے اسم گرامی کا خطبہ پڑھا گیا تو میرزا غیاث بیگ طہرانی کو جس کا حال اپنی جگہ لکھا جا چکا ہے اعتماد الدولہ کے خطاب سے خصوصیت بخش کر خان بیگ کی شرکت میں (جسے خطاب "وزیر الملک" حاصل تھا) دیوان مقرر کیا اور امیر الامرا اسی طرح وکیل مدار علیہ رہا۔

جب غیاث بیگ مرض مزمن میں مبتلا ہوا، اور موکب شاہنشاہی نے جانب کابل توجہ فرمائی تو جعفر بیگ قزوینی مخاطب بہ آصف خاں کو وکالت کی

جلیل القدر خدمت تفویض ہوئی ۔ اور اس نے خواجہ ابو الحسن تربتی کو اپنی نیابت میں رکھنے کی التماس کی تاکہ دفتر اور کاغذات کی حفاظت کرے ۔ خواجہ اگرچہ سیدھا اور اچھا کارگزار تھا مگر ترش اور درشت مزاج بھی تھا ۔

جب آصف خاں دکن کی مہم پر روانہ ہوئے تو دیوانی کی خدمت پھر اعتماد الدولہ سے متعلق ہوئی ۔ اور وہ زندگی بھر استقلال کے ساتھ اس کی تمام شرطیں پوری کرتا رہا ۔ اس دستور معظم کی وفات پر خواجہ ابو الحسن نے خلعت وزارت پہنا مہابت خاں کا درگاہ معلی سے اخراج ہونے کے بعد یمین الدولہ آصف خاں خلف اعتماد الدولہ کو وکالت کے منصب جلیلہ پر تقرب عطا ہوا ، اور خواجہ ابو الحسن بدستور حضرت جنت مکانی کی وفات تک دیوانی کی خدمت انجام دیتا رہا ۔

ذکر فضلائے ہمعصر جہاں پناہ

ملا روز بہان شیرازی ، ملا شکر اللہ شیرازی ، ملا تقیای شستری ، میر ابو القاسم گیلانی ، اعمی اعمری ، ملا باقر کشمیری ، ملا باقر ٹھٹھی ، ملا مقصود علی ، قاضی نور اللہ ، ملا فاضل کابلی ، ملا عبد الحکیم سیالکوٹی ، ملا عبد المطلب سلطان پوری ، ملا عبد الرحمن بہورہ گجراتی ، ملا حسن فراغی گجراتی ، ملا حسین گجراتی ، خواجہ عثمان حصاری ، ملا محمد جونپوری ۔

ذکر حکمائے خدمت مبارک

حکیم رکنا کاشی ، حکیم مسیح الزمان کاشی ، حکیم ابو القاسم گیلانی ملقب بہ حکیم الملک ، حکیم کموسنائے شیرازی ، حکیم روح اللہ بروانجی ، حکیم حمید گجراتی ، حکیم تقی گیلانی ،

ذکر شعرائے معاصرین

بابا طالب آصفہانی ، ملا حیاتی گیلانی ، ملا نظیری نیشاپوری ، ملا محمد صوفی مازندرانی ، ملک الشعرا طالبائے آملی ، سعیدائے گیلانی ،

میر معصوم کاشی ، ملاّ حیدر خصالی ، شیدا ۔

عہد جہانگیری کے قوال اور سازندے

حافظ نادعلی ، حافظ کیب فتحا ، نصیرا ، باقیا ، حافظ عبداللہ ، استاد محمد نائی ، حافظ چیلہ ۔

نغمہ سرایان ہند

جہانگیر داد ، چتر خاں ، پرویز داد ، خرم داد ، ماکھو ، حمزہ ،

صحت نامۂ اقبالنامہ جہانگیری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲	۶	میں بھی	میں	۹۵	۲۱	وہ	درہ
۴	۲۳	ز	غ	۹۷	۱۴	پنابور	نیسابور
۵	۱۶	پروبز	پرویز	۹۸	۷	ہیف	ہیبت
۱۲	۱۱	فتح	فتنح	۱۰۸	۱۶	قسطاس	قطاس
۱۴	۲۴	مائل	مائل ہوی	۱۰۹	۳	کوبول	تالاب ڈل
۲۰	۱۳	اقعات	واقعات	۱۱۱	۱۰	برکیاں	برکی
۲۶	۱۵	شر	شیر	۱۱۳	۳	فضولی	فضول
۳۲	۲۱	شوحی گرتا	شوخی کرتا	۱۱۴	۱۰	صاف اور صاف	صاف اور
"	۲۳	سیر شکاری	سیر شکاری	۱۱۵	۲۴	بھی	ابھی
۴۲	۱۴	نامزر	نامزد	۱۲۰	۲۱	سوغات	×
۴۶	۳	س	اس	۱۳۲	۱۷	دودن	دو تین دن
۵۶	۱۷	اجھن	الجھن	۱۴۰	۲۴	عالم	علم
۶۴	۴	لکلانہ	بکلانہ	۱۴۵	۱۰	پسر	پسر
"	۵	یب	تادیب	۱۵۷	۲	سکھدلن	سنکھدلن
"	۱۷	قیمت مشقال	قول مثقال	"	۸	قرادالون	قرادلوں
۷۵	۹	اورن	اوران	۱۷۰	۴	ید طولیٰ	ید طولیٰ
"	۱۹	ہوتا ہے	ہوتے ہیں	"	۱۱۴	عبرت کریں	عبرت پکڑیں
۸۰	۲	نصب	نسب	۱۷۴	۲۱	ہوما	ہوا
۸۱	۱۷	کول تالاب	تالاب	۱۷۸	۱۶	نایخ	تاریخ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۸۴	۱۲	پلنگ توس	پلنگ توش	۲۰۱	۱۱	ستر ہزار	ستر ہزار سوار
۱۹۷	۷	گورو اعلی	گورہ و علی	۲۰۷	۲۱	ابد قدیم	ابد قرین

00112029